READER BURAQ

فدائے جاناں Season - 1

تحریر : بینش ارسلان

ایک ہال نما کمرے کا منظر تھا جہاں پر بلیک یونیفارم میں چار لوگ موجود، جن میں ایک لڑکی اور تین لڑکے شامل تھے۔

ان میں سے ایک سکرین پر موجود میپ میں کچھ سمجھا رہا تھا جبکہ باقی تینوں اسے غور سے سن رہے تھے۔

"Team alfa "

Are you ready??

"Yes boss"

تینوں یک زبان بولے

"مجھے امید ہے ہمیشہ کی طرح اس مشن میں بھی آپ سب اپنی پوری جان لگا دیں گے۔ اور ہمیشہ کی طرح کامیابی ہمارا مقدر ہی بنے گی۔"

"انشاء اللہ "سب نے ایک آواز میں کہا۔

"کرو عہد ایک دفعہ پھر سے

پورے دل سے پورے ایمان سے

اپنے ملک کے لئے،

اپنے لوگوں کے لئے"

سب نے پوزیشن چینج کی۔

کیپ چاروں کی بغل کے نیچے تھی۔ چہرے سٹریٹ، ہاتھ دل پر۔۔

"مجھے قسم ہے اس مٹی کی

میں اپنا دیس کبھی مٹنے نہیں دوں گا

دے دوں گا جان اپنی

پرچم کبھی جھکنے نہیں دوں گا

غازی یا شہید کہلاؤں گا

مگر اپنا ایمان نہیں بکنے دوں گا"

تینوں نے یہ الفاظ دہرائے۔ پوزیشن واپس چینج ہوئی، اب کیپ سر پر تھی اور نظریں سامنے لگے پرچم پر اور چاروں کے ہاتھ سلیوٹ کرتے سر کے پاس، قومی ترانہ گونجا اور چاروں مسرور ہوئے، چاروں کی آنکھیں نم تھیں۔

وطن سے محبت الگ ہی جذبہ ہے انسان کے دل میں، آنکھیں نم ہونا تو حق، سچ ہے۔

"سایہ اے خدائے ذوالجلال"

چاروں نے سر جھکایا

"ہاکستان زندہ باد"

"پاکستان پائندہ باد"

"نعرہ تکبیر"

"اللہ اکبر"

اب ان چاروں کی آنکھیں نم نہیں تھیں ایک نئی طاقت جسم میں بھر چکی تھی، وہ اپنے مشن کے لئے مکمل تیار تھے، نہ ہار کا ڈر تھا نہ ہی موت کا خوف۔

ہار تو اب دشمنوں کا مقدر بنے گی اور موت تو بر حق ہے اسکی کسے پرواہ تھی اب تھا تو بس جنون، دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا۔"

چاروں حال سے نکل کر باہر کی طرف بڑھے۔ کوریڈور سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اکھٹے سلیوٹ کیا، کیپ اتار کر بغل میں رکھی۔

"کیپٹن حیدر یوسفزئی رپورٹنگ سر!" حیدر دو قدم آگے بڑھ کر سلیوٹ کرتا سیدھا کھڑا ہوا۔

"کیپٹن شیر زمان رپورٹنگ سر!" زمان اب سلیوٹ کرتا حیدر کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"لیفٹیننیٹ احتشام علی رپورٹنگ سر!" احتشام بھی ان کے ساتھ ہوا۔

"ای 4 زویا فاطمہ رپورٹنگ سر"!

چاروں اب برابر کھڑے سامنے میجر جرنل نگار فاطمہ کے بولنے کے منتظر تھے۔

"ویلکم آفیسرز!" کچھ دیر بعد خاموشی کا دورانیہ ختم ہوا۔ ملٹری یونیفارم میں موجود عورت ان سے ہم کلام ہوئی۔

"مجھے امید ہے آپ سب کامیاب ہو کر لوٹیں گے، دشمنوں کو ان کے انجام تک پہچانے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"Best of luck "

چاروں باہر نکلے جہاں جیپ انکے انتظار میں کھڑی تھی۔۔۔ اب آگے کا کام ان کا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"نہیں۔ نہیں۔۔ میں آپکو کہیں جانے نہیں دوں گی۔ پلیز مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔۔۔۔ م۔۔ میں۔۔ کیسے رہوں گی آپ کے بغیر۔۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔" وہ نیند میں کسی سے ہمکلام تھی اور مقابل شاید اسے چھوڑنے پر بضد تھا۔

نینا جو حیا کو فجر کے لئے اٹھانے ائی تھی اسے نیند میں کسمساتے دیکھ کے اسکی طرف بڑھی۔ حیا کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔ نینا کو محسوس ہوا وہ کافی وقت سے ڈر رہی ہے۔

"گڑیا۔۔! گڑیا۔۔! آنکھیں کھولو۔" نینا نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

خواب کا اثر زائل کرنے کی چھوٹی سی کوشش تھی۔ جس میں وہ کامیاب بھی ٹھہری۔ حیا اکثر خواب میں ڈر جایا کرتی تھی۔

نینا اور سلطان سکندر کے علاوہ (نینا، حیا کے والد) کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسکی زندگی کا وہ بدترین دن جو ہر بچہ خوشی یادرکھتا ہے مگر حیا کے لئے وہ دن کسی منحوس دن سے کم ثابت نہ ہوا تھا۔

نینا کی آواز پر حیا نیند سے بیدار ہوئی۔ سامنے اپنی بہن کو دیکھ کر اسکے گلے لگ گئی۔

"آپی ۔۔ آپی ۔۔۔میں نے پھر خواب میں انہیں دیکھا۔۔میں کیا کروں ؟؟... آپی ۔میں کیسے جیوں گی ؟؟آپ جانتی ہیں نا مجھے انکے بغیر نیند نہیں آتی تھی ؟؟تو کیوں اللہ نے مجھ سے انہیں لے لیا؟؟ آپی ۔۔۔یہ آزمائش بہت سخت ہے۔۔۔میں اس میں پوری نہیں اتر پاؤں گی۔" نینا اسکے آہستہ آہستہ بال

سہلا رہی تھی۔ نینا جانتی تھی کچھ وقت لگے گا مگر وہ نارمل ہو جائے گی، ابھی وہ خواب کے زیر اثر ایسی باتیں کر رہی ہے۔ ورنہ گزرے کئی سالوں میں اس نے خود کو کافی سنبھال لیا تھا۔ نینا نے جب دیکھا کہ اسکا رونا تھم چکا ہے۔ تو اسے خود سے الگ کیا اور اسکے خوبصورت معصومیت سے لبریز چہرے کو ایک نظر دیکھ کر انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کئے۔

"میری گڑیا زندگی کی ہر آزمائش میں کامیاب ہو گی۔" نینا ہلکا سا مسکرا کر اسکے ماتھے پر پیار دیا۔

" کبھی بھی مایوسی کو خود پر حاوی نا ہونے دینا۔ شیطان تو بندے کو اسکے رب سے دور کرنے کے لئے ہی ہمارے دماغ میں یہ چیزیں ڈالتا ہے تا کہ ہم اپنے رب سے شکوے شکایتیں کریں اور جو اس نے ہم سے لے کر اسکا نعم البدل دیا ہے اسکی بھی ناشکری کریں۔"

حیا دم سادھے اپنی بہن کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی اسے پر سکون کر دیا کرتی تھی۔

"سوری آپی۔۔۔! مجھے معاف کر دیں۔۔ میں دوبارہ ایسے نہیں بولوں گی۔۔" حیا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گال صاف کئے۔۔ ایسا کرتے ہوئے بہت معصوم لگی تھی۔

"میری بہن بہت بہادر ہے، میں جانتی ہوں۔ چلو فریش ہو جاؤ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔۔"

حیا" ٹھیک ہے" کہتی واش روم میں چلی گئی اور نینا نماز ادا کرنے لگی۔

سلطان سکندر جو دروازے کے باہر کھڑے تھے آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔ انہیں بھی نماز ادا کرنی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

وہ چاروں اب جنگل کے بیچ و بیچ موجود تھے۔ جہاں سے ان کے مشن کا آغاز اور دشمن کا اختتام ہونا تھا۔

مائیک چیک ؟؟حیدر کی سرد آواز گونجی

تینوں اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"مائیک چیک ون"

"ڈن "زمان نے ڈن کا سائن دیا۔

"مائیک چیک 2....مائیک چیک 3"

اس کے بعد احتشام اور زویا نے بھی تھمب اپ کئے۔

"Take your position now"...

تینوں نے اپنی،اپنی گن چیک کی۔زمان اور حیدر اکھٹے ہوگئے۔جبکہ احتشام اور زویا دوسری طرف۔

"نعرہ تکبیر"

"اللہ ھو اکبر"چاروں نے یک زبان کہا۔

احتشام اور زویا وین کی طرف بڑھ گئے۔جبکہ حیدر اور زمان جنگل میں موجود پینٹ ہاوس کی طرف۔

احتشام کی ڈیوٹی پینٹ ہاوس پر نظر رکھنے کی تھی۔اس میں کتنے لوگ موجود ہیں اور جس کو صفہ ہستی سے مٹانے آئے ہیں وہ موجود تھا یا نہیں؟؟

احتشام کے ہاتھ میں چھوٹی سی سکرین اور اس پر بنا کنٹرولر تھا اور دوسری طرف ڈرون کیمرہ کی جگہ آرٹیفیشل مگر اوریجنل دکھنے والی مکھی نما کیمرہ کا استعمال کیا گیا تھا۔جسے دیکھنے میں کوئی بھی نہیں سمجھ پاتا کہ وہ کیمرہ ہے۔احتشام مہارت سے اس کو اڑا کر پینٹ ہاوس کے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ٹائیگر پینٹ ہاؤس کے بیک سائیڈ پر ایک کنٹینر موجود ہے۔اس کے ارد گرد 4 گارڈز پہر آ جا رہے ہیں، گھر کے باہر کوئی بھی گارڈ موجود نہیں ہے۔ داخلی دروازے کے پاس صرف ایک واچ مین بیٹھا ہے۔" احتشام مائیک سے اندر کے حالات انہیں لمحہ بالمحہ آگاہ کر رہا تھا۔۔

کیونکہ ٹیم میں کسی ایک کی ذرا برابر چوک سے ہرجانہ پوری ٹیم کو بگھتنا پڑ سکتا تھا۔زویا کی انگلیاں کی بورڈ پر لگاتار میکانکی انداز میں چل رہی تھیں، جو خاموشی میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

حیدر اور زمان آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔رات کا سناٹا اور پتوں کی سرسراہٹ خوفناک منظر پیش کر رہی تھی۔ مگر ڈر ان چاروں کی آنکھوں سے کوسوں دور تھا۔ایک ہی جذبہ رگوں میں لہو کے ساتھ تھا۔۔ ہمہ وقت ملک پر جان نثاری کا۔

"50 میٹر کے فاصلے پر پینٹ ہاوس کا دروازہ ہے۔" مائیک پر احتشام کی آواز گونجی۔جو وین میں موجود سکرین پر ان کے یونیفارم میں لگے کیمروں سے ان کی لوکیشن اور پینٹ ہاوس تک جاتے فاصلہ سے آگاہ کر رہا تھا۔زمان اور حیدر یک زبان بولے۔

ok copied----

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں گیٹ کے پاس موجود تھے۔ صرف ایک گارڈ گیٹ کے پاس موجود تھا۔

"گیٹ کو سیکورٹی سسٹم سے سیکیور کیا گیا ہے۔ اپنی آئی ڈی شو کروا کر گیٹ کے پاس بنے بائیو میٹرک مشین پر ہاتھ کی چھاپ سے پہچان ہونے پر گیٹ خود بخود کھل جائے گا۔یہ صرف پینٹ ہاؤس کے ورکز کے لئے ہی ہے باہر کا کوئی بھی اگر ایک دفعہ بھی مشین پر ہاتھ رکھے گا الارم بجے گا اور وہ پکڑا جائے گا" ۔مائیک میں اس بار ذویا کی آواز گونجی جو گیٹ کی تفصیل انہیں سمجھا رہی تھی۔

"تو میڈم آپکو کس لئے لائے ہیں جنگل میں کیمپینگ کرنے تو آئے نہیں ہیں۔ اپنی انگلیوں کا استعمال کریں۔" زمان کی شریر آواز مائیک میں گونجی۔

"Copied Sir"

"Good fast"

"شیر ؟؟ مذاق کا وقت نہیں ہے۔

"lets focus on your target"..

حیدر نے زمان کو ڈپٹا۔

"اوکے میرے چیتے۔" زمان کی آواز مسکاتی تھی۔ حیدر نفی میں سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ زمان اور حیدر گیٹ سے کچھ ہی فاصلے پر موجود تھے۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا ۔زویا مہارت سے کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہی تھی جس کی وجہ سے گیٹ اچانک ان لاک ہو جاتا ہے۔ ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ مخصوص سی۔
ٹائیگر اور زمان دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔

"Good trick"

ٹائیگر کی آواز مائیک میں گونجتی ہے۔۔

"Thank you Tiger"...

زویا خوشی سے داد وصول کرتی اپنے کام میں لگ گئی۔ جبکہ احتشام اب اس مکھی نما کیمرے کو پینٹ ہاؤس کے اندر بھیج رہا تھا۔ تاکہ شیخ سوری کو دیکھ سکے۔

زویا کی ٹرک نے اثر دکھایا۔ دروازہ بار بار ان لاک ہونے کے سبب واچ مین کو لگا لاک میں کچھ مسئلہ ہے اور وہ سیکورٹی کو انفارم کرنے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ چاروں کی نظریں اب آگے تھیں۔

"only15 mint guys"

"اس سے زیادہ یہ کیمرے ہیک نہیں رہ پائیں گے ہمارے پاس صرف پندرہ منٹ ہیں۔" زویا کی آواز میں پریشانی کا عنصر تھا۔

تھی تو ایک لڑکی اور اپنی ٹیم کو کیسے موت کے منہ میں دیکھ سکتی تھی مگر یہ تو انکے فرض کا ایک حصہ تھا۔

"Dont worry"

"جیت ہماری ہو گی۔۔"زمان کی آواز گونجی۔۔۔

"انشاء اللہ "سب نے یک زبان کہا۔

"کیپٹن۔۔۔! شیخ پینٹ ہاؤس میں موجود نہیں ہے۔ اندر 4 لوگ موجود ہیں جو حرام مشروبات کا لطف اٹھارہے ہیں اور تاش کھیل رہے ہیں۔۔۔"

what the hell..

ٹائیگر کی سرد غصیلی آواز مائیک پر گونجی چاروں ہی پریشان ہو چکے تھے۔۔

زمان نے ٹائیگر کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔

"ہم معصوم جانوں کو تو بازیاب کراتے ہیں۔۔ اسکی موت کا دن نہیں آج شاید۔۔"زمان اپنی بات مکمل کرتا جب فضا میں ہیلی کوپٹر کی آواز نے درختوں کی ٹہنیوں میں سرسراہٹ بھر دی۔ چاروں کی نظریں اب آسمان کی جانب تھیں۔۔

☆☆☆☆☆☆

ہیلی کاپٹر پینٹ ہاؤس کی چھت پر لینڈ ہوتا ہے ۔۔۔احتشام زویا ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں آنکھوں میں چمک در آئی تھی ۔۔۔جبکہ زمان ٹائیگر کو دیکھ کر سائیڈ سمائل پاس کرتا ہے جبکہ ٹائیگر اسے دیکھ کر آئی بروا چکا دیتا ہے ۔

"اس کی موت کا دن آج ہی ہے آج اس کی موت ہی اسے کھینچ کے لائی ہے ۔۔ آج تک کوئی مشن ادھورا نہیں رہا اور آج بھی ایسا ہی ہو گا ہم اپنا مشن مکمل کر کے ہی یہاں سے واپس جائیں گے ۔" ٹائیگر کا لہجہ سرد اور پختہ تھا ۔۔

"بالکل ۔۔" زمان نے اسکی تائید کی ۔

ہیلی کاپٹر میں موجود شیخ سوری اور اس کے ساتھ موجود تین گارڈ نیچے کی طرف بڑھ گئے ۔۔۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر افرا تفری مچ چکی تھی اس کے تمام گارڈز جو آرام فرما رہے تھے وہ بھی اب چوکنا ہو چکے تھے ۔۔

"ٹائیگر ۔۔۔" احتشام کی آواز مائک میں گونجی ۔۔ "اس نے اپنے ساتھ موجود گارڈ کو کچھ میسج دیا ہے اور وہ باہر کی طرف آ رہا ہے ۔۔ کہیں اس نے ہیلی کاپٹر سے ہمیں دیکھ تو نہیں لیا ۔" احتشام کی بات سن کر سب حیران ہوئے ۔۔۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ان جھاڑیوں کی وجہ سے ہم اسے دکھائی نہیں دیئے ہوں گے ۔۔۔ ماجرہ کچھ اور ہے نظر رکھو ۔۔۔" زمان نے چہرے کو غور سے دیکھا ۔۔

"کیا سوچ رہا ہے۔۔اسکو ہمارے آنے کی خبر مل چکی ہے اب وو بھاگنے کی کر رہا ہے۔"ٹائیگر کے اس قدر گہرے مشاہدے سے زمان پتھر ا گیا۔

"میرے دماغ میں یہ کیوں نہیں آیا۔۔"

"کیونکہ تیرا دماغ جنگل میں کیمپنگ کرنے گیا ہے۔۔"ٹائیگر کی بات مکمل ہوئی۔۔اور ایک ہنسی کی آواز آئی جیسے کوئی منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس رہا ہو۔۔اور وہ کوئی اور نہیں۔۔وہ تھی زویا جس کا بدلہ حیدر نے لے لیا تھا۔۔۔

"بڑی آئی چڑیل۔۔۔"زمان کی بات پر تینوں نے اپنی ہنسی دبائی۔

احتشام اب کیمرے کو روٹیٹ کر کے تھوڑا سا فاصلے پر شیخ کے پیچھے ہی تھا وہ دیکھ رہا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ شیخ ایک ہال نما کرنے کی طرف بڑھتا ہے جہاں پر بہت سی کرسیاں اور بیچ میں ایک لمبی ٹیبل موجود تھی وہ سربراہی کرسی پر جا کر بیٹھ جاتا ہے گارڈ بھاگتا ہوا باہر گیا۔۔

"بہت دیر کر دی شیخ صاحب ہم آئیں گے نہیں آ چکے ہیں۔۔۔اب تجھے کون بچائے گا۔۔۔"احتشام اس کی باتیں سن کر خود سے ہم کلام تھا جب مائک پر زمان کی آواز گونجی۔۔

"کیا معاملہ ہے؟؟ کیا بول رہے ہو اونچا بولو۔۔۔"

"کیپٹن..!وہ یہاں سے بھاگنے کے راستے ڈھونڈ رہا ہے..اور لڑکیوں،بچوں کو شفٹ کرنے کے احکامات دیئے ہیں۔۔مجھے لگتا ہے اسے اندازہ ہو چکا ہے کہ اس پر حملہ ہونے والا ہے۔۔۔"

"چلو کوئی نہیں ہم اس کے سامنے جا کر لائیو اسے ثبوت دے کر اس کا اندازہ اپنے طریقے سے درست کریں گے۔۔۔"اب کی بار ٹائیگر کی آواز مائک میں ابھری۔۔۔

احتشام کی آواز مسکاتی تھی۔۔۔

"چیک کریں لاکھ چیک کریں دیکھیں گے تو ہماری کیا ضرورت ہے اندر جانے کی۔"

"زویا۔۔۔"زمان کی سرد آواز مائک پر گونجی۔۔ٹائیگر بھی حیرانی سے اسکی طرف دیکھنے لگا۔۔

زویا جو کام مگن تھی۔۔۔ایک دم چونکی۔۔جیسے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔۔۔

"یس باس۔۔"

"زندہ ہو۔۔یا اللہ کو پیاری ہو گئی۔۔۔؟"

ٹائیگر نے اس کے کندھے پر مکا دیا۔۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔"احتشام کی بھی ہنسنے کی آواز مائک میں گونجی۔۔جبکہ زویا منہ کھولے رہ گئی

۔۔

"سر کیمرے ہیک ہو چکے ہیں۔۔اب آپ جاسکتے ہیں۔"

کچھ ہی دیر میں زمان اور حیدر مین گیٹ عبور کر چکے تھے۔۔سیکیورٹی روم میں کیمرہ سکرین پر پہلے کا منظر ریپیٹ ہو رہا تھا بار بار۔۔۔اس لئے ان دونوں کو اندر آتے ہوئے کوئی بھی نہیں دیکھ پایا تھا۔۔

"زمان میں اس طرف سے جاؤں گا۔۔اور تو بیک سائیڈ سے۔۔"حیدر نے پینٹ ہاوس کے اندرونی دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔۔

"پر بیک سائیڈ پر تو اب کوئی نہیں ہے وہ سب کو اندر لے گئے ہیں اور سارے گارڑز بھی اب اندر موجود ہیں۔"احتشام نے ان کے علم میں اضافہ کیا۔۔

تب ہی واچ مین آتا دکھائی دیا دونوں نیچے جھک گئے۔۔۔

"بیک سائیڈ پر گارڈز موجود ہونگے یقیناً۔۔۔ وہاں زمان سنبھال لے گا یہاں میں۔"

"نہیں میں تجھے اکیلے جانے نہیں دوں گا یہاں زیادہ خطرہ ہے۔۔ "

"میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں ایک فوجی ہوں اور تو بھی یاد رکھ۔۔۔" حیدر مصنوعی خفگی سے اسکو ڈپٹتا ہے تاکہ وہ اسکی سنے۔۔۔

"تو ہمیشہ ایسے ہی کرتا ہے۔۔۔ اب میں تیری نہیں سنوں گا۔" زمان ضدی ہوا۔۔۔

"سر پلیز کیپٹن کی بات مان لیں۔۔" احتشام بھی التجائی ہوا۔۔۔

"14 منٹس لیفٹ سر۔۔۔" زویا نے انہیں یاد دلایا۔۔

"حیدر۔۔" زمان نے حیدر کے بازو سے پکڑ کر متوجہ کیا۔۔

"shut up i am your seniour dont waste my time only follow my instructions ...understand all of you ."

"yes sir"

تینوں نے یک زبان کہا مگر زمان کی آواز آہستہ تھی۔۔ زمان نے رخ موڑ لیا۔۔ اور بیک سائیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔۔ حیدر کی آواز سے اسکے قدم رکے۔۔

ایک ہوئے تھے تو بنا تھا یہ ملک

ایک رہیں گے تو بچے گا یہ ملک

حیدر نے شعر کی دو لائینز سے زمان کا شکوہ دور کر دیا تھا۔۔ زمان مڑا آنکھوں میں نمی تھی۔۔ آنکھیں نم تو چاروں کی تھیں۔۔ ایک دوسرے پر جان دینے کو تیار تھے ہر وقت پر حیدر، زمان کی دوستی کا معاملہ کچھ الگ تھا۔

"13:30 منٹ لیفٹ۔" زمان حیدر سے الگ ہوا۔۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔ تجھے کچھ ہوا۔۔۔ تو ماں کو جواب نہیں دے پاؤں گا۔۔"

"فی امان اللہ" !

"فی امان اللہ۔۔۔! میرے شیر !"

زمان پینٹ ہاؤس کی بیک سائیڈ کی طرف بڑھا جبکہ حیدر سامنے کے دروازے سے داخل ہوا۔

"بیک سائیڈ پر کوئی بھی موجود نہیں ہے یہاں پر دو ہی گارڈز موجود تھے جن کا کام میں تمام کر چکا ہوں۔۔۔" زمان کی آواز مائک میں ابھری۔۔۔

ok be care full

ٹائیگر نے اسے جواب دیا ۔

"نیچے کوئی موجود نہیں ہے۔۔ لگتا ہے اسے ہمارے آنے کا پتہ لگ چکا ہے۔۔"

"پلین کچھ اور ہے۔۔ جو ہم سمجھ نہیں پا رہے۔۔"

"احتشام۔۔۔ گارڈز کہاں ہیں۔۔۔" ٹائیگر کی سرد آواز مائک میں گونجی۔۔

"میں شیخ کو فولو کر رہا تھا۔۔وہ اب تیسری منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔۔4 گارڈز اس کے ساتھ ہیں ۔جبکہ باقی دوسری منزل میں موجود بائیں طرف کمرے میں 5 گارڈز موجود ہیں۔۔۔ سیکورٹی روم بھی خالی پڑا ہے واچ مین بھی غائب ہے۔۔۔ "

shitttt..

"کیا ہوا ٹائیگر۔۔"زمان نے پریشانی سے استفسار کیا۔۔۔

"وہ یہاں سے بھاگ رہا ہے۔۔اس نے پلین بی پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا۔مگر وہ یہ سب اچانک سے نہیں کر سکتا۔"

"مطلب۔۔؟"زمان،زویا اور احتشام اکٹھے بولے۔۔

"مطلب فساد کی جڑ کہیں اور ہے۔۔۔کوئی ہمارا ہی آدمی اسکی مدد کر رہا ہے۔"

"Impossible...."

زمان ٹائیگر کی بات سن حیران ہوا۔۔

"ہمیں اپنا پلین چینج کرنا ہو گا۔۔۔زمان باہر کوئی سیڑھی موجود ہے۔۔"؟

"ہاں ٹائیگر!ایک لوہے کی سیڑھی ہے۔۔"

Great

" شیخ کو روکنا تمہارا کام ہے۔۔۔میں عورتوں اور بچوں کو بچا کر اوپر آتا ہوں۔۔"

oky copied

"احتشام زویا۔۔ جیسے ہی میں گرین سگنل دوں تم دونوں جلدی سے اندر جانا۔۔۔ ان سب کو یہاں سے نکالنا تم دونوں کی ذمہ داری ہے۔۔۔ میں اور زمان شیخ سوری کا کام تمام کر کے ہی لوٹیں گے۔۔۔"

"انشاء اللہ۔۔"

copied sir inshaAllah

☆☆☆☆☆☆

حیدر آہستہ آہستہ تیسرے منزل کی طرف بڑھا جہاں پر بائیں طرف موجود کمرے کے سامنے ہی دو گارڈز موجود تھے جو ٹہل رہے تھے۔۔ حیدر نے چالاکی سے ان پر فائر کیا۔۔ سائلنسر گن کی وجہ سے گولی کی آواز نہیں آئی۔۔ اب حیدر دروازے کی طرح گیا۔

دروازے کی ناب کو تھوڑا سا گھما کر اس نے اندر دیکھا وہاں پر لڑکیاں موجود تھیں اور اس کی سوچ سے زیادہ موجود تھیں بچے اور لڑکیاں جن کی بدقسمتی سے آج سمگلنگ ہونی تھی۔۔۔ جن کو وقت رہتے بچا لیا گیا تھا۔۔ لڑکیوں کے سامنے ہی 4 آدمی دروازے کی طرف کمر کیئے کھڑے تھے۔۔۔

حیدر نے سخت نظروں سے ان چاروں لڑکوں کی طرف دیکھا جو منہ پر کالے رنگ کا رومال باندھے لڑکیوں کی طرف متوجہ تھے۔۔۔ بچوں کی تعداد بہت کم تھی جو کہ بے ہوش تھے جبکہ لڑکیاں غنودگی میں تھیں جن کو ڈرگز کے انجکشن دیے گئے تھے تا کہ وہ شور شرابہ نہ کریں۔۔

حیدر کے دل نے کہا۔۔ یہیں گولیوں کے بوچھاڑ کر کے ان چاروں کو موت کی نیند سلا دے مگر یہ وقت جوش دکھانے کا نہیں تھا اندر موجود معصوم بچے اور لڑکیوں ان ظالموں کی قید سے آزاد کروانا تھا ان کو

صحیح سلامت نکالنا ہی اس کا اصل مقصد تھا۔۔ حیدر نے ہوشیاری سے کام لیا سامنے پڑے شیخ کے گارڈ کے پاس سے گن اٹھائی اور فائر کیا گولی کی آواز سن کر اندر موجود دونوں گاڑ باہر کی طرف آئے۔۔ جیسے وہ دونوں باہر کی طرف بڑھے حیدر نے ان دونوں کو گردن سے دبوچ لیا۔ ان دونوں گارڈز نے اپنی گن نکالے کی کوشش کی حیدر نے ان کو دونوں کو گھما کر زمین پر پٹکا اور اپنی گن سے فوراً گولیاں ان دونوں پر چلادیں جس سے وہ اسی وقت دونوں ڈھیر ہو گئے۔۔ اب حیدر کے پاس اندر موجود صرف دو گارڈ تھے۔۔ گولی کی آواز سن کر تینوں پریشان ہو گئے زویا زمان اور احتشام اکٹھے بولے۔۔ "کیا ہوا ہے۔۔"

ٹائیگر نے کہا۔

Nothing dont distrub me

تینوں ok کہہ کر مطمئن ہو گئے...

زمان سیڑھی کی مدد سے دوسری منزل تک تو پہنچ چکا تھا پر سیڑھی صرف دوسری منزل تک جا رہی تھی۔ مگر اب زمان نے سیڑھی کو چھوڑ کر پائپ کا سہارا لیا کیونکہ شیخ کو وہاں سے جانے سے روکنا ضروری تھا۔

☆☆☆☆☆☆

زمان کسی طرح سے پائپ پر چڑھ کر تیسری منزل کی باؤنڈری تک پہنچا اور وہاں موجود ریلنگ کی وجہ سے جھانک کر چھت پر دیکھا جہاں سے شیخ، اس کے ساتھ ایک لڑکی جس کو اس نے بالوں سے پکڑا ہوا تھا اور ساتھ تین گاڑ موجود تھے۔۔ گولی کی آواز سن کر شیخ کو بھی کھلبلی مچ گئی۔۔ اس کو اپنی موت

سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی۔۔۔اسی کمزور لمحے میں شیخ نے غلط فیصلہ کیا اور ان دونوں گارڈز کو اپنے ساتھ آنے کی بجائے نیچے بھیج دیا تاکہ وہ جا کر ان کا مقابلہ کریں۔ اور وہ اکیلا آسانی سے لڑکی کو لے کر ہیلی کاپٹر سے فرار ہو سکے وہ تینوں اس کی بات کی تائید کرتے نیچے کی طرف بڑھے زمان کو حیدر کی فکر ہوئی پر اسے پورا یقین تھا کہ حیدر سب سنبھال لے گا۔۔۔

"حیدر! شیخ نے دو گارڈ نیچے بھیج دیے ہیں۔۔۔"

"اوکے کاپیڈ"۔۔۔ٹائیگر نے اس کی بات کا جھٹ سے جواب دیا کیونکہ ان کے پاس وقت بہت کم تھا ٹائیگر فوراً سے کمرے کی طرح بڑھا اور جیسے ہی دروازہ کھلا دونوں گارڈز اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

ٹائیگر نے پہلے گارڈ پر فائر کیا جبکہ دوسرا گارڈ فائر کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا جو گولی حیدر کے کندھے میں کرنٹ کی طرح پیوست ہوئی۔۔۔

ٹائیگر نے اپنے ہونٹ آپس میں مضبوطی بند کئے مگر آواز نہیں نکالی کیونکہ اس کی ذرا سی تکلیف دہ آواز اس کے دوستوں کا دھیان بھٹکا سکتی تھی۔۔۔جو وہ اس وقت بالکل بھی افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے فوراً سے دوسرے گارڈ کا نشانہ لیا اور وہ بھی گر چکا تھا۔۔۔لڑکیاں جو پہلے ہی مدہوش تھیں انہیں تو کوئی ہوش نہیں تھا کہ یہاں پر کیا ہو رہا ہے خون ٹائیگر کے بازو سے نکل کر اس کی شرٹ میں جذب ہو رہا تھا درد کے اثرات چہرے پر نمایاں تھے۔۔۔مگر اسے اپنی جان سے زیادہ معصوم جانوں کو بچانا تھا۔۔۔جس میں کامیاب بھی ہوا تھا۔ مگر ایک جان ابھی بھی شیخ کے قبضے میں تھی۔۔۔

"احتشام زویا! جلدی سے پہنچو اور ان بچوں اور لڑکیوں کو یہاں سے غائب کرو۔۔۔"

"ٹائیگر ہم آ رہے ہیں۔۔۔"

ٹائیگر اب اس کمرے سے باہر نکلتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا جہاں سے دو گارڈ اترتے دکھائی دیے تھے وہ فوراً سیڑھیوں کے نیچے ہو گیا۔۔ دونوں بھاگتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔۔ جب ٹائیگر نے اپنے جیب سے کانچ کی گولیاں نکال کر ان کی طرف پھینکیں اور وہ پھسلتے ہوئے نیچے فرش پر گرے۔ ان کی کمر پر جھٹ سے اپنے بھاری بوٹوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ اور فائر کر کے ان کو وہیں ڈھیر کر دیا۔۔

اب ٹائیگر چھت پر موجود تھا۔۔۔ جبکہ شیخ لڑکی کو زبردستی ہیلی کاپٹر میں بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا پائلٹ اسے جلدی کرنے کا کہہ رہا تھا زمان نے دور سے ٹائیگر کو اشارہ کیا۔۔ زمان کو ٹائیگر کے ہاتھ لگی گولی نظر نہیں آئی اندھیرے کی وجہ سے۔۔۔

"زمان میں آگے جا رہا ہوں۔۔۔ اور موقع دیکھ کر لڑکی کو بچا لینا۔۔"

ok done...

"مگر تو ٹھیک ہے۔۔۔" زمان کو ٹائیگر کی آواز لڑکھڑاتی محسوس ہوئی۔۔

yes i am perfectly all right ...

"ہممم۔۔" زمان نے صرف ہنکار بھرا کیونکہ اس کو کچھ نا کچھ انہونی کا احساس ہو گیا تھا۔۔

حیدر دروازے سے نکل کر آگے کی طرف بڑھا اور گولی چلا دی۔۔۔ گولی جان کر ہیلی کاپٹر کے پروں کے پاس چلائی تا کہ وہ اڑنہ پائے ہیلی کاپٹر کے پر ایک دم سے رکنے کی وجہ سے پائلٹ اور شیخ ٹائیگر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔۔۔

"اوہ تو تم پہنچ گئے یہاں تک۔۔۔ ٹائیگر۔۔ عرف میجر۔۔۔" حیدر آئی بروا چکا کر اس کی طرف

دیکھتا ہے۔۔۔ جتنے کانفیڈنس سے اس نے اس کا نام لیا تھا اسے پورا یقین ہو چکا تھا کسی نے ان کی مخبری کی ہے۔

"پہنچ تو گیا ہے یہاں تک، پر اب دیکھ میں تیرا نام و نشان کیسے اس دنیا سے مٹاتا ہوں۔۔۔"

حیدر اس کی بات پر استہزائیہ ہنسا۔۔۔

"اوقات نہیں ہے آنکھ سے آنکھ ملانے کی اور نام مٹانے کی بات کر رہا ہے۔۔۔"

Tiger we are entered the building and standing in front of the second floor...

احتشام نے مائک کے ذریعے ٹائیگر اور زمان کو اطلاع دی۔۔۔

good rescue all girls and child carefully...

ٹائیگر کی جگہ زمان نے جواب دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ٹائیگر اس وقت شیخ کے سامنے موجود ہے وہ اس کو کسی قسم کے بھی شک میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

"اب ہم کام کی بات کرتے ہیں کیا چاہیے تجھے۔۔۔؟"

"اب آئے ہو نا میجر اپنی اوقات پر۔۔۔" اس کی باتیں سن کر تو سب کئی خون کھول رہا تھا پر سب صبر سے کام لے رہے تھے۔۔۔

"میرے دو بندے سینٹرل جیل میں ہیں۔ ان کی رہائی اور مجھے یہاں سے فرار کرنے کے لیے ایک دوسرا ہیلی کاپٹر۔۔۔"

"منظور ہے۔۔۔"

"ٹائیگر کیا بول رہا ہے۔۔۔ ہمیں یہ سب کرنے کے آرڈرز نہیں ہیں۔۔۔۔"زمان نے مائک میں ٹائیگر سے کہا۔۔

"تم سے جو کہا ہے صرف اتنا کرو۔۔۔"حیدر زمان کی طرف دیکھتے سختی سے بولا۔۔۔

"ہمیں تمہاری ساری شرطیں منظور ہیں پہلے اس لڑکی کو ہمارے حوالے کرو۔۔۔۔"حیدر اب شیخ سے مخاطب تھا۔۔۔

"تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے اپنے آخری مہرے کو بھی تمہارے حوالے کر دوں۔۔۔۔پہلے میرے بندوں کی رہائی کرواؤ، یہاں ہیلی کاپٹر منگواؤ پھر یہ لڑکی تمہارے حوالے کروں گا ورنہ یہیں پر اس کا بھیجا اڑا دوں گا۔۔"

زمان نے سوالیہ نظروں سے حیدر کی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے پوچھ رہا ہو کہ آگے کیا کرنا ہے۔۔۔

حیدر نے پلکیں جھپکا کر اسے اشارہ دیا۔

"ریلیکس کچھ نہیں ہو گا۔"

رات کے تیسرے پہر جہاں تین بج رہے تھے لوگ سکون کی نیند سو رہے تھے وہاں پر انہی کے بچوں کے، انہی کی بیٹیوں کی حفاظت کرنے کے لیے فوجی اپنی جان جوکھم میں ڈالے مرنے کے لیے تیار تھے۔۔۔

حیدر کا سارا دھیان صرف اس لڑکی کی طرف تھا حیدر کا مشن صرف اس لڑکی کو بچانا تھا ورنہ شیخ کا گرفتاری نہ دینے کی صورت میں انکاؤنٹر بھی کیا جا سکتا تھا۔

حیدر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں زمان کو اشارہ کیا۔۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ کر ہیلی کاپٹر کی پچھلی طرف آیا۔۔۔

زمان نے ایک سیکنڈ کا انتظار کئے بغیر شیخ کی ٹانگ پر گولی چلا دی جس سے لڑکی کی گرفت اس کے ہاتھ پر ڈھیلی پڑی اور حیدر نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔۔۔ زمان نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے گن کھینچ لی۔ پائلٹ ان فوجی جوانوں کو اپنے سامنے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا وہ بھی ہیلی کاپٹر سے اتر کر ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا۔۔۔

"حیدر! اس کا کیا کرنا ہے؟"

"جو ہم ہر مجرم کا کرتے ہیں۔" لیا دیا سا جواب تھا۔

"نہیں میرے ساتھ کچھ مت کرنا۔ میں گرفتاری دینے کے لیے تیار ہوں۔" شیخ سوری گڑگڑانے پر اتر آیا تھا۔

"ہمیں تمہاری کوئی گرفتاری نہیں چاہیے۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

حیدر کی بات سمجھ کر زمان نے اپنی ہنسی دبائی۔۔۔

"تو کیا تم لوگ مجھے چھوڑ رہے ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔۔ "

ٹائیگر نے اس کی طرف بڑھ کر اس کو ایک ہی زوردار کک لگائی جس سے وہ اچھل کر چھت کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔ زمان آگے بڑھا حیدر کو روکنے۔

جیسے ہی اس نے حیدر کے پاس آکر اسے کندھے پر ہاتھ رکھا، حیدر کی سسسس کی آواز نکلی مگر بہت آہستہ سے۔۔ حیدر نے اسکا بازو جھٹک دیا۔ ایسا کرتے ہوئے خون اور تیزی سے بہنے لگا۔ اور درد اب حد سے سوا تھا۔ پر وہ ٹائیگر ہی کیا جو درد برداشت نا کر پائے، وہ تو اذیت سہہ سہہ کر ہی زندہ تھا۔

زمان کو اپنے ہاتھ کی انگلیاں گیلی محسوس ہوئیں، زمان نے ایک نظر اسے اور ایک نظر دروازے کے پاس فرش کو دیکھا جہاں سے وہ چل کر آیا تھا یہاں تک، زمان کی اپنے ہاتھ کو دیکھنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں پڑ رہا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہاں تک خون کے قطرے بھی آئے تھے۔ جس کو دیکھ کر زمان نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

شیخ ڈر کے ہمارے کانپ رہا تھا مگر اپنا منہ کھولنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"زمان! ہمیں دوسرا طریقہ اپنانا پڑے گا، یہ ایسے منہ نہیں کھولے گا۔" ٹائیگر نے جان کر شیخ سوری کو ڈرانے کے لئے ہوا میں تیر چھوڑا تا کہ شیخ ڈرے اور اپنا منہ کھول دے۔

زمان تو ایسے گم سم کھڑا تھا۔ ٹائیگر جانتا تھا وہ پریشان ہو گیا ہے ۔

"کیپٹن زمان!

" Are you listening..?

"منہ بند کر لے، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ تو کر تجھے جو کرنا ہے تجھے عادت نہیں ہے کسی کی ماننے کی۔" زمان سخت تپ چکا تھا۔ سیخ سوری کی بات سے دونوں اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

"نہیں میرے ساتھ کچھ مت کرنا میں بتاتا ہوں۔" دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا ہوا ہے کیپٹن۔۔؟" جب وین کے پاس بیٹھے احتشام اور زویا نے مائک میں زمان کو غصے سے بولتے سنا تو استفسار کیا وہ غصہ بالکل نہیں کرتا تھا پر جب کرتا تھا تو منانا آسان نہ ہوتا۔

perfectly all right

کو گولی لگی ہے۔ خون فرش کو سلامی دے رہا ہے مگر اسے جھانسی کی رانی بننے کا شوق چڑھا ہے۔" زمان کی بات پر دونوں پریشان ہوئے مگر ہنسی بھی آئی۔ یہی حال حیدر کا بھی تھا جو اب شیخ سوری کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔ حیدر اب اسے سننے کے لیے بے قرار تھا۔

"بتا کیا بتانا چاہتا ہے۔ ایسے کون سے راز تیرے پیٹ میں دفن ہیں۔۔"

"تمہارے خاندان سے جڑا راز دفن ہے سن پائے گا؟؟" شیخ کے چہرے پر مکروہ ہنسی تھی۔ چاروں اب ہمہ تن گوش اسے سن رہے تھے۔

"زویا! جلدی وہ لڑکی بے ہوش ہو رہی ہے اسے اور پائلٹ کو لے کر جاؤ اور وین کو بلا کر سب کو بجھوا دو۔"

زمان جو ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑا تھا لڑکی کو مشکل سے گرتے گرتے سنبھالا۔ زویا بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوئی تھی۔ زمان ٹائیگر کے پاس آیا، وہ سن تھا دماغ جیسے ماؤف ہو چکا تھا۔

ہم کیسے تمہاری باتوں کا یقین کر لیں۔ یہ تمہاری کوئی سازش بھی تو ہو سکتی ہے؟؟ زمان نے پوچھا۔

"کیونکہ وہاں میں خود موجود تھا، میرے سامنے، میرے آدمیوں نے میجر کے گھر والوں کو موت کی نیند سلایا تھا۔ تم اسے جانتے ہو بہت اچھے سے، سالوں پہلے جو تمہارا نقصان ہوا وہ اسی آدمی کی وجہ سے ہی

ہوا تھا۔" ٹائیگر کی آنکھوں میں دیکھ کر شیخ نے انکشاف کیا ٹائیگر اور زمان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

ٹائیگر کے دماغ میں سالوں پہلے والا منظر دوبارہ سے گھوما۔۔۔ اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا۔۔۔

ٹائیگر کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں کچھ ہی پل میں، شیخ کو اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مزید خوف آیا۔۔

"ٹائیگر! یہ صرف ہمیں بھٹکانے کی کوشش کر رہا ہے اس کی باتوں پر دھیان نہ دے۔" زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو متوجہ کیا جو پتہ نہیں کہاں گم ہو چکا تھا۔

ٹائیگر نے ایک نظر زمان کو دیکھا اور نفی میں اشارہ کیا۔۔۔ اب شیخ کا گریبان اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔

"اب بول کیا بکواس کر رہا تھا کون ہے وہ بتا مجھے۔۔" اور ایک ہاتھ سے گن اسکے سر پر رکھی ہوئی تھی۔۔

"تمہاری فیملی پر جو حملہ ہوا تھا وہ میں نے کروایا تھا مجھے اس کے پیسے دیئے گئے تھے۔۔ صرف اتنا کہا گیا تھا کہ گھر میں چار لوگ موجود ہوں گے انہیں ختم کرنا ہے۔۔۔ میں نے بس اس کا حکم مانا تھا۔۔۔"

زمان حیرت سے اسکی باتیں سن رہا تھا۔۔ یقین نہیں کر پا رہا تھا کی وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔۔ جبکہ ٹائیگر کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اتنی تکلیف گولی کی نہیں ہو رہی تھی۔۔ جتنی اس وقت کا سوچ کر ہو رہی تھی۔ ٹائیگر کے دماغ میں ایک دم سے کچھ کھٹکا۔۔

"اگر تو نے چار لوگوں کو مارا تھا۔۔ تو میں زندہ کیسے ہوں؟" ٹائیگر نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں میں نے چار کو ہی مارا تھا۔۔۔"

"بکواس کر رہا ہے تو۔۔۔ میں وہاں نہیں تھا تو تو نے چار کو کیسے مار دیا۔۔۔" ٹائیگر نے گن اس کے سر پر زور سے ماری۔۔۔

"کوئی عورت تھی۔۔۔ بہت گڑ گڑا رہی تھی۔۔۔ پر اس نے سب دیکھ لیا تھا۔۔ تو مجھے مارنا پڑا۔۔۔ سمجھدار تھی۔۔۔ پولیس کو بلانے والی تھی، کیا کرتا مارنا پڑا۔۔ اس لئے تو بچ گیا۔۔۔ ورنہ تیرا کام بھی اسی دن تمام کر دیتا۔۔۔" بات کے اختتام پر شیخ مکروہ ہنسی ہنستا نفسیاتی مریض لگ رہا تھا۔۔

ٹائیگر نے ایک پل میں اسکی ہنسی غائب کی۔۔۔ گولی شیخ کا دماغ چیرتی سر کے پچھلی طرف سے باہر نکلی۔۔ شیخ جھٹکا کھا کر پیچھے ہوا۔۔ اور چھت سے نیچے جا گرا۔

ٹائیگر کا حوصلہ آج ٹوٹ گیا تھا۔۔۔ سالوں پرانے زخم آج پھر سے ہرے ہو گئے تھے آج بھی حیدر کو ان میں ویسے ہی تکلیف محسوس ہو رہی تھی جیسے کہ اس وقت ہوئی تھی۔ ایک ملال تو اس کی زندگی میں پہلے ہی تھا کہ وہ اپنوں کو بچا نہیں پایا۔۔ اور دوسرے ملال میں آج اضافہ ہوا تھا۔۔ کوئی بے قصور اسکے نام کی موت مرا تھا مگر کون؟

زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔ نہ چاہ کر بھی ایک مضبوط فوجی مرد کی آنکھ سے آنسو بے مول ہوا۔۔ زمان نے اسے گلے لگا لیا۔۔

"فکر نہ کر ہم اسے بھی ڈھونڈ لیں گے اور اسے بھی ایسی ہی دردناک موت دیں گے۔۔۔" وہ جو اسے چھوٹا، بھائی مانتا تھا، کیسے اس حال میں بے جان سا دیکھ سکتا تھا۔ مگر ٹائیگر بالکل سن تھا۔۔۔

"احتشام! زویا! ایمبولینس پہنچ گئی؟"

"جی سر! بس پانچ منٹ میں پہنچ رہی ہے۔"

"سر! آپ لوگ ٹھیک ہیں۔۔۔"

وہ دونوں سب سن چکے تھے، مگر ٹائیگر کی لگاتار خاموشی سے پریشان ہو گئے تھے۔

زمان نے ایک نظر ٹائیگر کو دیکھ کر ضبط سے آنکھیں بند کیں۔

"خ۔۔۔ خون بہت بہہ چکا ہے۔۔۔" زمان کی آواز بھی رندھی ہوئی تھی، جیسے ابھی رو دے گا۔

وہ اپنے جگری یار کو ایسے ٹوٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ خون اس کے کندھے سے نکل کر اس کی شرٹ میں جذب ہو رہا تھا۔

زمان جب اسے گلے لگا رہا تھا، اس کے ہاتھ پر خون دیکھ کر زمان کی تو جان جیسے نکلی جا رہی تھی۔ مگر وہ اس وقت کمزور نہیں پڑ سکتا تھا، کیونکہ اس کی جان اس کے دوست میں بسی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کے باہر وہ چاروں پریشانی سے ٹہل رہے تھے، جبکہ ٹائیگر کا اندر آپریشن چل رہا تھا۔

اس کی ہمت آج ایک بار پھر اس کے دوستوں نے دیکھ لی تھی۔ جو گولی اس کے جسم میں موجود تھی اور دل اس کا الگ زخموں سے چور تھا، مگر اس کے باوجود وہ ایمبولینس میں لیٹ کر نہیں بلکہ سائیڈ پر بیٹھ کر آیا تھا۔ اور خود چل کر آپریشن تھیٹر گیا تھا۔ دیکھنے والا بھی حیران تھا، مگر اس کے جسم میں موجود وردی دیکھ کر سب سمجھ گئے تھے کہ اس میں اتنا حوصلہ اور برداشت کیوں تھی۔

☆☆☆☆☆☆

(کچھ دیر پہلے کا منظر)

جیسے ہی احتشام اور زویا نے لڑکیوں اور بچوں کو بچایا تھا، ایمبولینس اور آرمی کی ریسکیو ٹیم جو جنگل کے باہر موجود تھی، ایمرجنسی کی صورت میں آنے کے لیے انہیں اطلاع دے دی گئی تھی۔

انہوں نے آکر بچوں اور لڑکیوں کو باحفاظت بس میں منتقل کیا اور ان کو جنگل سے باہر نکال دیا۔

ایمبولینس ان کے پاس ہی موجود تھی۔ جیسے ہی ٹائیگر کو نیچے لے کر پہنچے، اسے ایمبولینس میں فوراً ہسپتال لے جایا گیا۔

جبکہ احتشام اور زویا، شیخ کی ڈیڈ باڈی آرمی وین میں ہی منتقل کر چکے تھے۔

اس وقت وہ تینوں اسلام آباد کے ایم ایچ میں موجود تھے، جہاں حیدر کا ٹریٹمنٹ چل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"آپی یہاں اس پکچر میں کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔" حیا، جو نینا کے موبائل میں سیریمنی کی تصویر دیکھ رہی تھی، بولی۔ "آپ نے کیوں نہیں بتایا کہ آپ کو آج رینک ملے گا؟ میں اور بابا بھی آتے آپ کو دیکھنے، کتنا مزہ آتا۔۔۔"

"گڑیا، مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔ اگر پتہ ہوتا تو میں آپ دونوں کو ضرور بلاتی۔"

"چلیں کوئی بات نہیں آپی، اب آپ کو ٹریٹ دینی پڑے گی، آج آپ آفیشلی ڈاکٹر جو بن گئی ہیں۔"

نینا، جو کچھ دیر پہلے ہی ہسپتال سے واپس آئی تھی، کپڑے الماری میں ہینگ کر رہی تھی۔ تین سال کی محنت کے بعد آج اس نے یہ رینک حاصل کیا تھا۔

"اور میں جانتی ہوں میری گڑیا کو ٹریٹ میں کیا چاہیے" نینا نے اس کی ناک کھینچی۔ "کتابیں گھر بیٹھ کر بہت پڑھ لی، اب یونیورسٹی کا راستہ پکڑو۔ شاباش"

"پلیز، آپی۔۔۔ میں گھر میں ہی پڑھ لیتی ہوں نا۔ دیکھیں، میرا ریزلٹ بھی کتنا اچھا آیا ہے۔"

"اگر آئی ٹی ایکسپرٹ بننا ہے نا بچے، تو پھر پریکٹیکل کلاسز بھی ضروری ہیں۔ ایسے آپ کو ڈگری نہیں ملے گی۔ اور اگر ڈگری نہیں ملے گی، تو لوگوں کی مدد کیسے کرو گی؟" نینا نے اسے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے آپی۔۔۔ جیسا آپ کہیں۔ چلو، میں چلتی ہوں۔ آپ بھی آرام کریں، تھک گئی ہوں گی۔"

"حیا! بابا آئے نہیں ابھی تک؟ فون پر بات ہوئی ہے کیا؟" نینا بات مکمل کرتی ہی تھی کہ گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

"لگتا ہے آپی، بابا آ گئے۔۔۔"

دونوں نیچے کی طرف بڑھیں۔

سامنے انہیں سلطان سکندر آتے دکھائی دیے۔

"بابا"! دونوں بھاگتی ہوئی ان کے گلے لگ گئیں۔

چاہے اولاد جتنی بھی بڑی ہو جائے، ماں باپ کے سامنے وہ بچے ہی رہتے ہیں۔

ان کے پیچھے ڈرائیور اندر آیا، جس کے ہاتھ میں سامان تھا۔ سلطان سکندر دونوں سے ملنے کے بعد نینا کی طرف مڑے۔

"Congratulations بیٹا! آج آپ نے اپنی ماں کا خواب پورا کر دیا۔" سلطان سکندر کی آنکھیں نم تھیں۔ انہوں نے نینا کے سر پر پیار دیا۔

تینوں ہال میں لگی تصویر کی طرف بڑھے، جس میں ایک عورت سر پر حجاب لیے خوبصورت شلوار قمیض میں موجود تھی۔

حیا اور نینا نے حجاب کا طریقہ اور خوبصورتی اپنی ماں سے چرائی تھی، جبکہ ذہانت اپنے والد سے۔

بچپن سے ہی حیا اپنی ماں کے قریب رہی تھی، جبکہ نینا اپنے بابا کے۔ لین کی موت کے بعد نینا کو محبت کر پانا مشکل ہو گیا تھا۔

"چلو، آجاؤ۔ دونوں کے لیے کیا لایا ہوں، دکھاتا ہوں۔" سلطان سکندر نے ان کا موڈ بحال کرنے کے لیے ان کا دھیان بٹایا۔

باتوں باتوں میں تینوں بہتر محسوس کرنے لگے اور تھوڑی دیر بعد اپنے اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆

4 بجے کا وقت تھا جب فون بجا۔ نینا ہڑبڑا کر اٹھی، فون اس کے ہاسپٹل سے تھا۔

I am talking to the MH hospital،Are you Naina Sikandar?

yes ...i am naina...everything is all right ....

Mam Surgical Hod called you.. It's an emergency...

ok i am coming in 10 minutes

نینا ہاسپٹل پہنچ کر ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھی. سرجیکل ایچ او ڈی اور اس کے تین ٹیم ممبر پہلے سے ہی موجود تھے وہ بھی سلام کرتی ان کے ساتھ کھڑی ہو گئی جو آپریشن تھیٹر کے باہر ہی موجود تھے۔۔۔

آرمی مشن کے دوران میجر زخمی ہوا ہے۔۔

The bullet is stuck between the neck and the shoulder. Many soft tissues are likely to be damaged. He is bringing them here in no time. Get the operation theater ready. And wear a surgical gown.

yes Sir...

چاروں آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھ گئے۔۔نینا OT سے باہر نکلی تینوں اسکی طرف لپکے۔۔۔

"کیسا ہے ٹائیگر۔۔؟"تینوں کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا۔۔

"آپریشن کامیاب رہا۔۔۔گولی نکال لی گئی ہے۔ ....but"

تینوں پریشانی سے اسکی باتیں سن رہے تھے۔

Due to the gunshot wounds to his neck and shoulder، his soft tissue has been severely damaged. he will not be able to move much... Caution is necessary. But seeing their courage، it seems that they will recover very soon، inshallah

تینوں نے شکر کا سانس لیا۔مگر اس کے لئے پریشان بھی تھے۔زمان جو کب سے ایک ٹانگ پر کھڑا تھا،اب کچھ مطمئن ہوتا نظر آیا۔

Thank you doctor..

"کوئی بات نہیں یہ میرا فرض تھا۔"

زمان اب نینا کے بالکل سامنے کھڑا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا کی یہ چھوٹی سی لڑکی ڈاکٹر ہے۔

نینااس وقت آرمی یونیفارم میں موجود نہیں تھی۔ سر پر سرجیکل کیپ تھی اور نیوی بلوٹراوزر شرٹ میں ملبوس جس کے بائیں طرف اسکا نام لکھا تھا۔۔ان کپڑوں میں وہ چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ جبکہ آرمی یونیفارم میں اسکی پرسنیلٹی مختلف لگتی تھی۔۔

"ڈاکٹر۔۔" احتشام نام پڑھنے لگا۔ نینا نے ہلکا سا مسکرا کر اسکی مشکل آسان کی۔

"میں ڈاکٹر کیپٹن نینا سلطان ہوں۔۔۔"

زمان تو اسکی ہری آنکھوں میں ہی کھویا تھا جو اسکی تھوڑی سی سمائل پر چمکی تھی۔۔

احتشام کی آواز پر زمان چونک کر رخ موڑ لیا۔۔۔

"کیا ہو رہا ہے۔۔۔ دھیان کیوں بھٹک رہا ہے میرا۔۔۔ اتنا کیا نیا ہے۔۔۔ کیپٹن ہی ہے؟۔۔ میں بھی ہوں۔" وہ اپنے آپ سے ہی الجھ رہا تھا۔۔۔

"کیپٹن نینا! سر کو کب تک ہوش آجائے گا۔۔؟" نینا جو اپنا تعارف کروا کر پلٹی تھی۔۔۔احتشام کی بات پر رکی۔۔

"اللہ نے چاہا تو 2 سے 3 گھنٹے تک ہوش میں آجائیں گے۔ آپ لوگ بھی ریسٹ کر لیں۔۔ساتھ ہی پرائیویٹ روم ہے۔۔ میں جانتی ہوں آپ سب مشن پر تھے۔۔ تھک گئے ہوں گے۔۔۔ دوست آپکا آرام کر رہا ہے آپ لوگ بھی ریسٹ کریں۔۔۔جب انہیں ہوش آئے گا آپ کو انفارم کر دیا جائے گا۔۔۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر مگر ایک فیور چاہیئے پلیز۔" اب کی بار زویا بولی۔

"کیپٹن زمان کو چیک کر لیں انہیں بخار ہے۔" زمان اپنے نام پر چونکا تھا۔۔۔ مڑ کر زویا کو گھوری سے نوازا۔۔۔

"انہیں کیوں ایسے دیکھ رہے ہیں۔۔۔ آپ کے دوست پریشان ہیں۔" نینا اسکی طرف بڑھی۔

زمان نے جلدی سے دوسری طرف دیکھا۔۔

"آپ سب کو پہلے خود کا بھی خیال رکھنا ہے تا کہ آپ اپنے دوست کا خیال رکھ سکیں۔۔۔"

نینا کا رویہ اپنے پیشنٹ اور انکی فیملی کے ساتھ ہمیشہ سے فرینڈلی تھا۔۔وہ کبھی بھی اپنے پیشے کو لے کر مغرور نہیں ہوئی تھی۔۔وہ ڈاکٹر ہی اس لئے بنی تھی کہ لوگوں کی خدمت کر سکے۔

"آئیں میرے ساتھ۔۔" نینا ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا کہتی آگے بڑھی۔۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔۔۔" زمان وہی کھڑا رہا۔۔

اسکی نظریں آئی سی یو کی طرف تھیں جہاں حیدر کو رکھا گیا تھا۔۔۔

"ڈاکٹر وہ تھوڑے سینسٹیو ہیں۔۔ٹائیگر کو لے کر۔۔میرا مطلب میجر حیدر کو لے کر۔۔" احتشام نے آہستہ سے نینا کو کہا۔ نینا اسکی بات سن زمان کی طرف مڑی۔

"کیپٹن صاحب! اگر آپ برا نا مانیں تو میں آپکو چیک کر لوں پھر بے شک آپ یہاں کھڑے رہیے گا ۔۔ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔۔۔ اور میں آپکو ایسے چیک کئے بناء جاؤں گی تو میرا ضمیر مطمئن نہیں ہو گا ۔۔" وہ کتنی صاف گو تھی۔۔زمان نے سوچا مگر کچھ کہا نہیں۔۔۔زمان اسکی نماز کا سنتا آگے چل پڑا۔

زویا، احتشام دونوں حیران تھے کیسے ایک ہی دفعہ میں مان گیا۔۔

نینا پاکٹ سے لائٹ نکالتی ہے۔۔۔اسکی آنکھیں چیک کرتی ہے۔۔زمان کو بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔۔۔پہلی دفعہ کوئی لڑکی اسکے اتنے قریب کھڑی تھی۔۔زمان پیشنٹ بیڈ پر بیٹھا تھا جبکہ نینا اسکے سامنے کھڑی اسے چیک رہی تھی۔۔۔وہ اسکی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔۔مگر بار بار نگاہیں اسی پر جا کر رک رہی تھیں اور پلٹنے سے انکاری تھیں۔۔

"یہ مروائے گی مجھے۔"زمان نے دل ہی دل سوچا۔

"انہیں بخار ہے۔ایک سو تین،بی پی ہائی کی وجہ سے مائگرین کا مائیز سا اٹیک ہوا ہے۔۔۔کب سے سر میں درد ہے؟"زمان اسکی بات پر حیران ہوا۔۔اس نے کب بتایا اسکے سر میں درد ہے۔۔۔نینا اس کے تاثرات دیکھتی مسکرا آئی۔۔۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔۔کیپٹن آپ مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔۔۔اسلئے میری بات کا جواب دیں۔۔"

"یہ تو بہت خطرناک ہے۔۔۔"وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔۔

"رات سے ہی۔۔"

احتشام اور زویا بھی پریشان ہو کر اس کے پاس آ گئے تھے۔۔۔

"کچھ نہیں ہوا جاؤ،ریسٹ کرو۔ٹھیک ہوں میں۔۔رونی شکل بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔" زمان ایک نظر ان دونوں کو دیکھ کر بولا جن کے چہروں سے لگ رہا تھا ابھی رو دیں گے۔۔۔۔

نینا اسکی بات پر نفی میں سر ہلا گئی۔۔۔

"منہ کھولیں۔۔۔"نینا نے گولی اسکی طرف بڑھائی۔

"مطلب۔۔؟"

"اب اس میں مطلب کہاں سے آگیا یہ گولی اپنی زبان نے نیچے رکھیں۔۔۔بی پی کم ہو گا۔۔۔"

اب وہ اسکی شرٹ کو بازو سے پیچھے کرتی ڈرپ لگانے لگی تھی۔۔۔

"نہیں میں نہیں لگواؤں گا۔۔"نینا نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"مجھے اس سے الرجی ہے۔"احتشام اور زویا نے اپنی ہنسی دبائی۔۔۔

زمان کو انجیکشن کا فوبیا تھا۔۔یہ بھی نیا نام دیا تھا اپنے ڈر کو۔

"کاش ٹائیگر سر یہاں ہوتے یار۔"زویا احتشام کو دیکھ کر بولی۔

"ویڈیو بناتا ہوں۔۔کل انہیں دکھاؤں گا۔۔۔"

باہر اذانوں کی آواز سنائی دی۔۔۔نینا نے آنکھیں بند کر کے صبر کا گھونٹ اپنے حلق سے نیچے اتارا۔۔۔

"کیپٹن۔۔۔"نینا نے اسکا نام دانت پیس کر لیا پر چہرے پر مسکراہٹ رکھی۔۔۔

"مجھے جانا ہے اگر آپکو لگ رہا ہے میں فارغ ہوں تو آپ غلط ہیں مجھے اور بھی کام ہیں۔"نینا نے آنکھیں بند کر کے صبر کا گھونٹ اپنے حلق سے نیچے اتارا۔۔"مجھے جانا ہے میں اتنی بھی فری نہیں ہوں مجھے اور بھی کام ہیں۔۔۔"

"میں نے نہیں روکا آپکو۔۔۔جا سکتیں ہیں۔"زمان منہ دوسری طرف کئے گویا ہوا۔

"دیکھیں مجھے اب آپ غصہ دلا رہے ہیں۔۔"نینا اسکا ہاتھ پکڑ کر ڈرپ لگانے لگی۔

"تو آپ غصے میں کسی کو بھی سوئی لگا دیں گی۔۔۔؟"زمان نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑوا گیا۔

"کیا میں آپکو پاگل لگتی ہوں۔۔؟"

"شاید۔۔"زمان نے اتنا ہی کہا۔۔۔

"لیٹیں آرام سے۔۔۔ آپ سے اچھے تو چھوٹے بچے ہوتے ہیں۔۔۔ جو خاموشی سے چیک اپ کروا لیتے ہیں۔۔۔ مجھے تو شک ہے آپکے آرمی میں ہونے پر۔۔۔ مشن میں کیا کرتے ہوں گے۔ آپکے دوست نے گولی کھائی ہے۔۔ اور ایک آپ انجکشن سے ڈر رہے ہیں۔ انجکشن نہیں لگوا سکتے گولی کیا کھائیں گے۔۔ ایسے ہوتے ہیں فوجی آج پتا چلا۔۔۔" زمان کو اسکی بات طیش دلا گئی۔۔۔ وہ سختی سے اسکا بازو جکڑ گیا۔

نینا ضبط سے آنکھیں بند کر گئی۔۔ زمان کی پکڑ کافی سخت تھی۔۔ احتشام جو اس کی طرف بڑھا۔۔ نینا اسے ہاتھ سے روک دیتی ہے۔

"آپ کے لئے گولی جسم سے باہر نکالنا بہت آسان ہے مگر گولی کے جسم میں داخل ہونے کی تکلیف امیجن بھی نہیں کر سکتیں۔۔۔" زمان کی آنکھیں جو پہلے ہی سرخ تھیں۔۔۔ اب مزید خون جھلکا رہی تھیں۔

"8 گرام کی گولی 750 میٹر کی سپیڈ سے جب کسی وردی والے کے جسم میں گھستی ہے تو صرف 10 مائیکرو فی سیکنڈ میں جسم سے خون ہی نہیں بلکہ کسی کا بیٹا، کسی کا سہاگ، کس کا بھائی۔۔۔" اور وہ رکتا ہے جو کھوئے کھوئے انداز میں ان سب کی روح تک جھنجھور گیا تھا۔۔

"کسی کا یار بھی چلا جاتا ہے۔۔۔ قدر کرنا سیکھیں۔۔۔" وہ دوبارہ نظریں اس پر گاڑتا ہے جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ مگر اب آنکھیں نم تھیں۔۔۔

احتشام اور زویا کی بھی۔۔۔ جن کی آنکھوں کے پردے پر حیدر کا چہرہ لہرایا تھا۔۔ زمان اسکی آنکھوں میں درد کی لکیر دیکھتا ہوش میں لوٹتا ہے۔۔ ڈرپ وہ لگا چکی تھی۔

"کیپٹن۔۔۔!میرے بازو کو سانس نہیں آرہی۔۔"

زمان اپنے ہاتھ میں قید اسکی نازک سی کلائی دیکھتا ہے۔۔جس کا خون وہ روک چکا تھا۔جھٹ سے ہاتھ واپس کرتا ہے۔مگر اسکی مضبوط انگلیوں کے نشان آب و تاب سے چمک رہے تھے۔

زمان آنکھیں بند کرتا خود کو کوستا ہے ۔۔۔کیسے اتنا جذباتی ہو گیا تھا وہ ۔۔کیسے چھو سکتا تھا اسے۔۔۔اسکی اجازت کے بغیر۔۔اور وہ بھی اتنی سختی سے۔زمان شدت سے دعا کر رہا تھا کہ وہ آنکھیں کھولے اور سب خواب ہو جائے وہ یہاں نہ ہو۔۔۔

کچھ ہی پلوں میں وہ اسکے دل میں ایک الگ احساس جگا گئی تھی۔۔۔مگر اب اسے اپنے رویے پر خود سے چڑ سی ہو گئی تھی۔۔۔شرمندگی سے وہ اب آنکھیں کھولنے قاصر تھا۔۔

"کیپٹن۔۔"وہی میٹھی آواز ۔۔

زمان نے اپنی آنکھیں کھولیں۔وہ ڈرپ میں انجیکشن ڈال رہی تھی۔زمان نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جہاں ڈرپ لگ چکی تھی۔۔وہ اسکا طریقہ تھا۔میرا دھیان بھٹکانے کا مگر میں سدا کا جذباتی بغیر سوچے سمجھے بتا نہیں کیا کیا کہہ دیا۔

"سوری۔۔میری بات اگر آپ سب کو بری لگی تو،میرا مقصد آپ کا دل دکھانا نہیں تھا۔۔۔یہ آپ کے لئے ضروری تھا،اس لئے آپکو غصہ دلایا۔غصے میں تکلیف کم ہوتی ہے۔۔انسان پر صرف وہی بات حاوی ہوتی ہے جو اسے پسند نا آئے باقی احساس ماند پڑ جاتے ہیں۔"زمان کو لگا جیسے وہ اسکے دل کے احساس کی بات کر رہی تھی۔وہ بھی تو اسکے غصہ دلانے سے ماند پڑ گیا تھا۔اور وہ اسے تکلیف دے گیا۔

آہستہ آہستہ زمان کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

"میں نے انہیں سکون کا انجیکشن دیا ہے 2 سے 3 گھنٹے سوئے رہیں گے۔۔ یہ ان کے لئے ضروری تھا۔"

"Thank you very much doctor"

زویا اسکے پاس آئی۔ آپ بہت caring اور intelligent ہو

Well com

"بچے۔۔ اب آپ لوگ آرام کریں۔ میں چلتی ہوں۔" نینا اسکا گال سہلاتی باہر نکل گئی۔
زویا اسکے بچہ بولنے پر کھل گئی تھی۔
"اگر ڈاکٹر کے منہ سے غلطی سے بچہ لفظ پھسل گیا ہے تو۔۔۔ خود کو بچی ہی نا سمجھ لینا عورت ہو تم

عورت۔"

"شٹ اپ۔۔۔ سونے دو اب۔"
دونوں الگ الگ صوفے پر تھے، احتشام اسکی بات پر مسکرا کر آنکھیں موند گیا۔
نینا نے روم میں آکر دروازہ بند کیا اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی زبان کے الفاظ اس
کے کانوں میں گونج رہے تھے نینا نے اپنی کلائی دیکھی جس پہ زمان کی انگلیوں کے نشان تھے (کسی کا
باپ، کسی کا بھائی، کسی کا یار چلا جاتا ہے)
نینا کی آنکھوں سے آنسو بے مول ہوئے۔
"کسی کی ماں بھی۔" وہ آہستہ سے بولی سانس کو ہوا کے سپرد کیا اور اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

"ڈاکٹر نینا سکندر کہاں ہے؟" حیا جو نینا کے کیبن میں کب سے اس کا انتظار کر رہی تھی، کافی دیر اس

کونہ پا کر سرجیکل ریسپشن پر آئی اور نینا کے بارے میں پوچھنے لگی۔

" آپ حیا ہیں نا، ڈاکٹر نینا کی بہن؟"

"جی، آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

" آپ دونوں کی شکلوں میں بہت مماثلت ہے، ماشاء اللہ۔"

حیا مسکرا دی اس کی بات پر۔

"ڈاکٹر اس وقت یہاں نہیں ہیں۔ ان کی ڈیوٹی تبدیل ہوئی ہے۔ وہ صبح سے آرمی وارڈ میں ہیں۔"

" اچھا صحیح ہے۔ مجھے راستہ سمجھا دیں پلیز۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے، میں آپی کے لئے لائی تھی۔"

" آؤ، میرے ساتھ۔" وہ نرس دوسری نرس کو اشارہ کرتی اس کے ساتھ آگے بڑھتی ہے۔

" سر بھی بہت تعریف کر رہے تھے آپ کی آپی کی۔۔ آپریشن میں انہوں نے ہی لیڈ کیا تھا، میں ساتھ تھی۔" نرس اسے آپریشن کے متعلق بتا رہی تھی۔

"میری آپی ہیں ہی بہت انٹیلیجنٹ۔"

حیا اترا کر کہتی ہے۔

" آپی کی ڈیوٹی چینج کیوں ہوئی؟ اب وہ سرجری میں نہیں ہیں؟" حیا پریشانی سے پوچھتی ہے۔

"نہیں۔۔۔ مشن کے دوران ایک میجر کو گولی لگی ہے۔ صبح اسے لایا گیا ہے۔۔۔ بہت خون بہہ رہا تھا۔"

" مجھے مت بتائیے۔۔۔ پلیز۔" حیا ساتھ ہی روک دیتی ہے۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ نمایاں تھی۔ نرس جو اپنی ہی لے میں بولتی جا رہی تھی، شرمندہ ہوئی۔

"وہ دیکھیں۔۔۔ سامنے جو بلڈنگ ہے، وہیں جانا ہے آپ کو، 2nd فلور۔"

"اوکے، تھینک یو۔" حیا آگے بڑھتی ہے جبکہ نرس بتا کر چلی جاتی ہے۔

حیا کے دماغ میں وہی الفاظ گونج رہے تھے۔ "گولی اور خون"۔ وہ جھرجھری لے کر خود کو نارمل کرتی ہے۔ خون دیکھ کر اسے بہت خوف آتا تھا۔ نینا اس کو ہسپتال سے دور ہی رکھتی تھی۔

(ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی ڈر چھپا ہوتا ہے، جو ہمیں محسوس نہیں ہوتا، لیکن وقت آنے پر وہ شدت اختیار کر جاتا ہے۔۔۔ اور باقی چیزوں پر حاوی ہونے لگتا ہے۔۔۔ ڈر یا وہم کا علاج نہیں۔۔۔ صرف اپنا آپ مضبوط بنائیے۔ آپ خود اپنی سب سے بڑی طاقت ہیں۔۔۔ جتنا آپ سمجھ سکتے ہیں خود کو، دوسرا کیا اتنا سمجھ سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔۔۔)

حیا 2nd فلور کی طرف بڑھتی ہے۔ ابھی صبح کے 6:30 ہوئے تھے۔ سب ایزی بیٹھے تھے۔ رش بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ کوریڈور خالی پڑا تھا۔۔۔ پرائیویٹ روم کے دروازے بھی بند تھے۔ یہاں عام انسان نہیں آسکتا تھا، مگر حیا نے نینا کا بتایا تو اسے اجازت دی گئی۔

حیا آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہے۔ ایک کمرے سے اسے کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی۔ حیا وہیں ٹھہر گئی۔ ہلکی سی آواز دی۔

"آپی۔۔۔ آپ یہاں ہیں؟" ساتھ ہی دروازہ کھلا، کوئی بہت تیزی سے اس کے پاس سے گزرا تھا۔۔۔ بازو پر خون لگا تھا۔ اس نے جلدبازی میں بس اتنا ہی دیکھا۔۔۔ زمین پر بھی خون کے قطرے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ کون تھا؟" حیا کے دماغ میں بہت سی باتیں چل رہی تھیں۔

اس کے کپڑوں پر بھی غور نہ کر پائی۔۔۔روم میں دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا، ڈرپ گر رہی تھی۔اس نے اکے بڑھ کر ڈرپ بند کی بیڈ پر بھی خون گرا تھا۔اسے کچھ کچھ سمجھ آیا۔۔ کوئی پیشنٹ تھا۔۔وہ دروازہ بند کرتی باہر آئی اور نینا کو فون ملانے لگی۔۔

مگر فون آؤٹ آف رینج آرہا تھا۔۔

"کیا یہ پاگلوں کا وارڈ ہے۔۔کوئی نرس بھی نہیں ہے۔۔مریض کیسے اپنی مرضی سے جاسکتا ہے۔ بھاگ گیا ہو گا ڈاکٹر کے ٹارچر سے ۔۔بیچارا۔۔۔ پر خون۔۔میں آپی کو بتاتی ہوں۔ سگنل بھی نہیں آ رہے۔۔۔"

نیچے نرس نے اسے سیکنڈ فلور کا ہی بتایا تھا۔کوریڈور بہت بڑا تھا اور ایک طرف کوریڈور سے باہر کا راستہ تھا، جہاں ٹیرس بنایا گیا تھا۔حیا سگنل کی تلاش میں اس طرف بڑھی۔

دیوار کے ساتھ اسے کوئی ہیولا نظر آیا۔ حیا اس کی طرف بڑھی تو یوں لگا جیسے اس کے پاؤں کے نیچے سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ حیا کے الفاظ منہ میں ہی اٹک گئے۔وہ، جو اسے پکارنے والی تھی، سامنے ہی کوئی شخص ٹیرس کے اوپر چڑھا ہوا تھا، جیسے نیچے کودنے کے درپے ہو۔اس کے الفاظ سارے حلق میں پھنس چکے تھے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ ہمت کرتی، وہ اس کی طرف بڑھی۔ لنچ باکس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر چکا تھا۔

"سنیں۔۔۔" لہجہ اور آواز بہت ہی آہستہ تھی۔ اس کے کانوں نے بمشکل سنا ہو گا۔ حلق کو تر کرتی، دوبارہ سے بولی۔ "سنیں، یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ کانوں میں نسوانی آواز گونجی تو پیچھے مڑ گیا۔ شاید اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ حیا کی طرف کافی دیر تک دیکھتا رہا، مگر صرف دیکھ ہی رہا تھا۔ دماغ کہیں اور تھا۔

حیا اس کے اس طرح دیکھنے سے خوف کھا کر دو قدم پیچھے ہوئی۔ وہ پھر واپس پلٹ کر منہ سیدھا کرتا ایک قدم آگے بڑھا۔ حیا کا تو مانو دل منہ کو آگیا ہو اس کے بڑھتے قدم سے۔

"میری بات سنیں۔۔۔ نیچے اتر آئیں! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

" چلی جاؤ یہاں سے!" اس کی سرد اور غصیلی آواز گونجی۔ حیا اس کی آواز سن کانپی، مگر قدم پیچھے نہ لیے۔

"میری۔۔۔ میری بات سنیں! آپ حرام موت کیوں مرنا چاہتے ہیں؟ اللہ سے دعا کریں، وہ آپ کی مشکلیں آسان کر دیں گے۔ یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔۔۔"

مقابل اس کی باتیں سنتا، آگے بڑھتا قدم روک گیا۔ وہ اس کی طرف پلٹا۔ اس کے ہاتھ پر خون جم چکا تھا۔

"اس نے ڈرپ کھینچ کر اتاری ہو گی۔" حیا نے اندازہ لگایا۔ وہ نیچے اترا اور قدم اس کی طرف بڑھائے۔

" تم جانتی کیا ہو میرے بارے میں، جو مجھے درس دے رہی ہو؟ کیا سمجھتی ہو خود کو؟ شوشل سروسز دیتی ہو؟" حیا سہم کر پیچھے ہوئی۔

"نہیں۔۔۔ مجھے لگا۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔"

"بولا تم سے جا نہیں رہا اور جان بچانے کا حوصلہ رکھتی ہو؟ کانپ ایسے رہی ہو جیسے ابھی زمین کو پیاری ہو جاؤ گی، اور باتیں اپنے قد سے بھی بڑی ہیں۔ کیا لگا تمہیں، میں کود جاؤں گا؟ میرا اندر مجھے جینے نہیں دیتا اور تم سب باہر والے مجھے مرنے نہیں دیتے!" وہ پتا نہیں کیا کہتا جا رہا تھا۔

حیا دم سادھے اسے بس سن رہی تھی۔ حیا کو اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ بہت تکلیف میں ہے، اور یہ تکلیف ان زخموں کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس کی روح چھلنی تھی۔ اس کا درد اس کے الفاظ اور لہجے سے صاف جھلک رہا تھا۔

"آپ کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے اللہ ہیں، آپ مطمئن رہیں۔ وہ کبھی آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔"

"کیا۔۔۔ کیا کہا تم نے ابھی؟ مطمئن رہوں؟ مایوس نہ ہوں؟" اس کے لہجے میں ناگواری کا تاثر تھا۔

"پوچھو اپنے اللہ سے، کیوں میرے دل کو درد سے بھر دیا؟ میں بھی تو اس کا بندہ ہوں نا؟ پھر میرے حصے میں مایوسی کیوں آئی؟ کیوں مجھ سے میرے اپنوں کو دور کر دیا گیا؟" وہ پیچھے ہوتا دیوار سے ٹیک لگا گیا۔ حیا اس کی حالت دیکھتی بے ساختہ قدم اس کی طرف بڑھا گئی۔

"مایوسی کفر ہے۔ صبر سے کام لیں۔ یہ سفر مشکل ضرور ہے مگر لاحاصل نہیں۔ میں نہیں جانتی آپ کو کیا پریشانی ہے، کیا درد سہے ہیں آپ کے دل میں، مگر اللہ تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو اس کی برداشت سے بڑھ کر نہیں آزماتا۔ اللہ آپ کو آپ کے صبر کا پھل ضرور دے گا۔" حیدر اس کے الفاظوں کے سحر میں کھو گیا۔ وہ، جو اپنی ذات کا تذکرہ خود سے بھی نہ کرتا، ایک انجان لڑکی سے کر رہا تھا، جو اس کی زندگی میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ثابت ہوئی۔ ورنہ وہ آج کیا کر جاتا۔

وہ خاموش ہوئی تو حیدر کو لگا جیسے پوری دنیا رک گئی ہو۔ اس کی باتیں اس کے زخموں پر ٹھنڈی پھوار ثابت ہو رہی تھیں۔

"چلیں، اٹھیں، آجائیں۔" وہ اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا گئی۔ حیدر نے پہلے اسے اور پھر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔

وہ کوئی پری معلوم ہو رہی تھی جو آنکھ کھولے گی اور غائب ہو جائے گی۔ سفید عبایا پہنے، سفید حجاب لپیٹے، ہری آنکھیں۔۔۔ حیدر نے اب اس پر غور کیا تھا۔ اسے اس کا حجاب کچھ مختلف لگا۔۔۔ الگ سا۔ حیدر نے دل دھڑکنے کی آواز سنی۔۔۔ کیا یہ اس کا دل تھا؟

"نہیں، اس کے پاس تو دل ہی نہیں۔" حیدر اپنی کیفیت پر سٹپٹایا تھا۔

"میں خود اٹھ سکتا ہوں۔" وہ اپنی ازلی ٹون میں بولا، سرد اور اکھڑا لہجہ۔

جیسے ہی اس نے دیوار کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی، اس کے بازو سے خون بہنے لگا۔ حیا اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔ اس کے منہ سے "اف" تک نہ نکلی۔

اس کے بازو سے بہتے خون کو دیکھ کر حیا نے آنکھیں میچ لیں۔ حیدر اس کے تاثرات پر حیران تھا۔

"میں۔۔۔ میں ڈاکٹر کو۔۔۔ بلاتی ہوں۔۔۔ یا آپی کو لے کر آتی ہوں۔۔۔" حیا گھبرا گئی۔

"ریلیکس!" اس کی پھر وہی سرد آواز گونجی۔

حیا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

"جاؤ تم۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ اندر ہی جا رہا ہوں۔" حیدر نے اسے تفصیل دی تاکہ وہ پرسکون ہو جائے۔

ورنہ حیدر کو لگا وہ ڈاکٹر کو نہیں، اس کے ساتھ پورے اسٹاف کو بھی اکٹھا کر کے لے آئے گی۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے اس حالت میں دیکھے۔ حیدر کے لیے یہ بات حیران کن تھی کہ کوئی غیر شخص کسی کی تکلیف کیسے محسوس کر سکتا ہے، وہ بھی اس شدت سے۔

حیا سر ہلاتی جانے کے لیے مڑی، جب حیدر کی آواز گونجی۔

"اور۔۔ میرے دل میں کوئی درد نہیں۔ اس کا ذکر کسی سے مت کرنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

حیا اس کی بات پر رکی، مگر مڑی نہیں۔ بغیر اسے دیکھے بولی۔

"میں نے دیکھا ہے، جب دل دکھتا ہے تو چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔" حیدر چونکا۔۔ وہ حیدر کو لاجواب کرتی جاچکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

حیا آرمی وارڈ سے باہر نکل آئی۔ جیسے ہی گیٹ کے پاس پہنچی، سامنے سے نینا آتی دکھائی دی۔

"آپی!" حیا جو گھبرائی ہوئی تھی، نینا کو دیکھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

نینا اسے وہاں دیکھ کر حیران ہوئی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" نینا نے فکرمندی سے پوچھا۔

"آپی! میں کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔ پہلے سرجیکل وارڈ میں گئی، وہاں نہیں تھیں۔ پھر انہوں نے کہا آپ ادھر ہیں، تو میں یہاں آئی، مگر اوپر۔۔۔" نینا نے ایک نظر اوپر دیکھا اور خاموش ہو گئی۔

"کیا ہوا؟ کسی نے کچھ کہا آپ سے؟ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟"

"نہیں، کچھ نہیں۔ میں صرف آپ کو یہ ناشتہ دینے آئی تھی۔ آپ نے صبح جلدی نکلنے کی وجہ سے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ مجھے بابا نے بتایا، تو میں آپ کے لیے لے آئی۔۔۔" حیا اپنی آواز کو مضبوط بناتی ہوئی بولی۔ "آپ یہ لے لیں، میں چلتی ہوں۔" حیا بس وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اس کے سامنے تو وہ بہت پختہ باتیں کر رہی تھی، مگر خود بھی حیران تھی کہ شاید اس وقت کے لیے اللہ نے اس میں ہمت ڈالی جو حیدر کو شیطان کے وار سے بچا گئی۔

"ٹھیک ہے، چلی جانا، مگر مجھے بتائیں ہوا کیا ہے جو آپ اتنی بے چین ہیں؟ کسی نے کچھ کہا ہے ہماری گڑیا کو؟" نینا نے اس کا ہاتھ تھام کر قریب رکھے بینچ پر بٹھایا۔

"آپی، مجھے جانا ہے۔۔۔ مطلب، یونیورسٹی جانا ہے۔ 9 بجے کلاس ہے نا میری۔"

نینا اس کے تاثرات غور سے دیکھ رہی تھی۔ حیا نے چہرہ جھکا لیا۔

"گڑیا! آپ مجھ سے جھوٹ بول رہی ہیں، نا؟ آپ کی آنکھیں، زبان کی عکاسی نہیں کر رہیں۔"

"آپی، وہ اوپر۔۔۔" حیا کے کانوں میں حیدر کی سرد آواز اور سنجیدہ چہرہ لہرا گیا۔

"اگر کسی کو کچھ بھی بتایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"ایک پیشنٹ تھا۔۔۔" حیا نے بات جاری رکھی۔

"اچھا، آپ ان کے روم میں چلی گئیں؟ انہیں گولی لگی ہے نا؟ آپ گھبرا گئی ہوں گی؟"

نینا نے اندازہ لگایا۔ حیا نے نینا کی بات پر سر ہلایا۔ اسے یہی ٹھیک لگا۔

"آپ کا کام ختم ہو گیا؟ آپی؟ کیا اب آپ فری ہیں؟ گھر چلیں؟" حیا اب کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"گڑیا! مجھے سر نے بلایا تھا۔ جنہیں گولی لگی ہے، آج ان کے کمانڈر آرہے ہیں۔ اسی سلسلے میں سر نے بات کرنی تھی اور انہیں بریف بھی کرنا تھا۔ ابھی بس راؤنڈ ہو گا۔"

"چلیں، آپ کام کریں، میں چلتی ہوں۔" حیا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے گلے لگایا۔

نینا نے اب اسے روکنا مناسب نہ سمجھا۔ شاید ہسپتال کی وجہ سے گھبرا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، گڑیا، خیریت سے پہنچ کر مجھے بتا دینا۔"

"اللہ حافظ، آپی۔"

"اللہ حافظ، گڑیا۔" نینا نے کہا اور اندر بڑھ گئی۔

نینا کوریڈور سے گزرتی سیدھا اپنے کمرے میں گئی۔ وہاں اسے فائل چیک کرنی تھی۔ کچھ دیر کام کرنے کے بعد وہ اٹھی اور اپنے سے آگے والے دوسرے کمرے کی طرف بڑھی، جہاں زمان، احتشام، اور زویا تھے۔ اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا، تینوں ابھی تک سو رہے تھے۔ ڈرپ بند تھی، جو وہ جانے سے پہلے بند کر گئی تھی۔

تینوں کو پرسکون نیند میں دیکھ کر وہ حیدر کے کمرے کی طرف بڑھی۔ دروازے پر ہاتھ رکھا، جو تھوڑا پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ کمرے میں صرف سورج کی روشنی کھڑکی سے اندر جھلک دے رہی تھی، جس میں وہ آسانی سے حیدر کا چہرہ دیکھ پا رہی تھی۔ حیدر کندھوں تک چادر لیے پرسکون سو رہا تھا۔

نینا آہستہ سے اس کے قریب بڑھی اور بی پی مانیٹر مشین کا بٹن دبایا، جس سے حیدر کا بلڈ پریشر اور ہارٹ بیٹ سامنے مشین میں نظر آنے لگے۔ حیدر نیند میں کسمسایا اور چہرے کا رخ موڑ لیا۔

نینا نے ایک نظر اسے دیکھا۔ مطلب یہ کہ وہ ہوش میں آچکا تھا اور اب دوبارہ سو رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بالکل بے سدھ پڑا تھا۔ حیدر کے وائٹلز ٹھیک تھے، صرف ہارٹ بیٹ کی شرح زیادہ تھی، اور ایسا تب ہوتا ہے جب مریض خود سے ہل جل کرے۔ نینا حیدر کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"ہارٹ بیٹ کیوں تیز ہے ان کی؟ کیا انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی؟"

نینا حیدر کو دیکھتی خود ہی سوال کر رہی تھی، جبکہ حیدر کی سماعت نے اس کے الفاظ سنے اور لبوں پر اس کی باریک بینی پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر اپنے بیڈ پر بیٹھا تھا، جبکہ اس کے سامنے ہیڈ آف سرجیکل ڈیپارٹمنٹ ڈاکٹر سہیل، کیپٹن ڈاکٹر نینا، اور ان کے ساتھ میجر جنرل نگار فاطمہ موجود تھیں۔ دوسری طرف احتشام، زمان، اور زویا دوسرے روم میں موجود تھے، راؤنڈ ختم ہونے کا انتظار کرتے ہوئے، تاکہ حیدر سے ملاقات کر سکیں۔

"اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں، میجر؟"

"I am fine، Doctor."

حیدر نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے سامنے کھڑی دونوں ہستیاں اپنے اپنے پیشے میں اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

"رپورٹس ٹھیک ہیں، آپ کے وائٹلز بھی اوکے ہیں، مگر آپ کو یہاں ایک ہفتہ رکنا ہوگا۔" ڈاکٹر سہیل نے نرمی سے کہا۔

"You can go after the stitches open، okay?"

حیدر بے زاری سے سر ہلا دیتا ہے۔ اگر اس کا بس چلتا تو وہ ابھی یہاں سے نکل جاتا۔

"باقی احتیاط آپ کو ڈاکٹر ٹائم ٹو ٹائم بتاتی رہیں گی۔" ڈاکٹر سہیل نے فائل نینا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں چلتا ہوں۔ گیٹ ویل سون، شیر"!

حیدر نے ادب سے گردن جھکائی۔

"ڈاکٹر نینا! مجھے اپنی باقی ٹیم سے بات کرنی ہے، پلیز انہیں یہاں بلا دیں۔" نگار فاطمہ نے نینا کو کہا اور آرام دہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"اوکے، میم۔" نینا باہر کی طرف بڑھ گئی۔

کچھ ہی دیر میں ان کے کمانڈوز ان کے سامنے کھڑے تھے۔ تینوں تنے ہوئے سینے کے ساتھ کھڑے تھے، جبکہ حیدر خاموش تھا۔

"Congratulations، the mission was successful. I can proudly say you are the Alpha Team."

"Thank you، Sir،"

تینوں نے یک زبان کہا۔ حیدر خاموش رہا۔

"اب مشن مکمل ہوا۔ لیفٹیننٹ احتشام اور ای 4 زویا، آپ دونوں واپس جائیں۔ گھر والے پریشان ہیں۔ میں نے تسلی دی ہے، آپ دونوں جا سکتے ہیں۔۔ کچھ دن کی چھٹی ہے میری طرف سے، جلد ہی کال آئے گی۔ تب تک آرام کریں۔"

زویا اور احتشام زمان اور حیدر سے ملے، نگار فاطمہ کو سلیوٹ کیا، اور باہر نکل گئے، جہاں ان کے لیے گاڑی موجود تھی۔

☆☆☆☆☆☆

زمان اور حیدر اب نگار فاطمہ کی طرف دیکھ رہے تھے، جو صوفے سے کھڑی ہو کر حیدر کے قریب آئیں۔

"آپ نے کیوں مارا اسے؟ وہ غدار تھا، ہم جانتے ہیں، مگر اس کے لنک بہت سے اعلیٰ عہدے داروں سے تھے۔ ہمیں اس سے کافی معلومات مل سکتی تھیں۔ ضروری تو نہیں ہر مجرم کو اپنے ہی ہاتھ سے سزا دی جائے۔ آپ کیوں ہر دفعہ خود پر سوالیہ نشان لگواتے ہیں؟ کیا آپ کے خیال میں ہم اس مجرم کو آزاد کر دیتے؟ اسے سزا نہ دیتے؟ اتنا ہی یقین ہے آپ کو اپنی ماں پر؟"

"موم، آپ نہیں جانتیں، وہ غلیظ انسان ایک سیکنڈ فالتو سانس لینے کے قابل بھی نہیں تھا۔۔۔"

نگار فاطمہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"ایک بات ہماری سن لیں۔ یہ برفانی تودے کا صرف ایک سرا تھا۔ اس کا پھیلاؤ کتنا ہے، آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ اگر آپ جذباتی نہ ہوتے تو ہم سچائی سے کئی پردے اٹھا سکتے تھے۔ ان کے پیچھے چھپے کئی مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے خود فیصلہ کیا اور انصاف کر دیا، جو سراسر غلط تھا۔" نگار فاطمہ کی آواز بارعب اور لہجہ سرد تھا۔ "آج آپ نے ثابت کر دیا کہ ہم آپ کی ماں نہیں، ورنہ آپ ہم پر اعتبار کرتے۔ آپ یقین کرتے کہ آپ کی ماں آپ کے دشمنوں کو چھوڑے گی نہیں، مگر آپ نے خود فیصلہ لینا مناسب سمجھا۔" انہوں نے گہری سانس لی۔ "خیر، آپ نے ہمیں یہ

بھی نہیں بتایا کہ آپ کو گولی لگی ہے۔ مگر ہم ایک آرمی افسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماں بھی ہیں۔ اگر آرمی وین وہاں نہ پہنچتی تو ہم پریشانی میں ہلکان ہوتے رہتے۔۔۔"

"موم۔۔۔" حیدر نے انہیں پکارا۔ نگار فاطمہ نے آنکھیں بند کیں، اور ایک آنسو ان کے گال پر بہہ گیا۔ حیدر نگار فاطمہ کے قریب آیا اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"کیوں ایسی باتیں کر کے خود کو اور مجھے تکلیف دے رہی ہیں؟" اس نے دھیرے سے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میں نے صبر کیوں نہیں کیا۔ میرے ذہن میں وہ سب چلنے لگا جیسے میں وہاں موجود ہوں۔ اور میرے سامنے وہ سب کچھ دوبارہ ہو رہا ہو۔ لیکن میں ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔" حیدر کی آواز بھاری ہو گئی۔ "بہت غصہ اور نفرت میرے اندر بھر گئی۔ اس کے الفاظ شیشے کی طرح میرے دل میں پیوست ہو گئے۔ وہ احساس۔۔۔ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا شاید، لیکن وہ بہت تکلیف دہ تھا۔"

نگار فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ حیدر کی تکلیف کو محسوس کر سکتی تھیں۔ وہ ماں تھیں جنہوں نے حیدر کو بچپن سے زیادہ وقت اور پیار دیا تھا۔ وہ کیسے نہ سمجھتیں کہ اس کا درد کیا ہے؟

حیدر نے آہستگی سے کہا۔ "مجھے معاف کر دیں۔ مجھے آپ کی اجازت لینی چاہیے تھی۔ لیکن۔۔۔ لیکن جو میں نے کیا، میں اس پر پشیمان نہیں ہوں۔" اس کے لہجے میں یکدم سردی آ گئی۔ زمان نے بھی اپنا رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ "میں شرمندہ ہوں۔۔۔ اسے اتنی آسان موت دینے پر۔ اسے زندہ چھوڑنے پر۔ مگر میں اس لیے شرمندہ نہیں ہوں کہ میں نے اسے گولی ماری۔" حیدر کی آواز بھاری تھی اور اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ "میں شرمندہ ہوں کہ میں نے غلط کیا۔ اس شخص

نے میری ماں، میرے بابا، اور میری ماہی کو تکلیف دہ موت دی۔۔۔ اور ایک پل کے لیے میرے دل نے کہا، 'چھوڑ دے'۔ میں اس لمحے کے لیے شرمندہ ہوں۔ اب شاید میں خود سے نظریں بھی نہ ملا سکوں۔" وہ لمحہ بھر کے لیے رکا۔ "میرے گھر کی دشمنی میں، کسی معصوم کو بھی مرنا پڑا۔ اور ان کی جگہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔ میں اس کے لیے بھی شرمندہ ہوں۔۔۔" حیدر کی آواز میں قرب اور لہجے میں دکھ نمایاں تھا۔ نگار فاطمہ اور زمان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

"A true soldier fights not because he hates what is in front of him، but because he loves what is behind him."

حیدر نے دھیمی آواز میں کہا، "آج مجھے اس بات کا مطلب سمجھ میں آیا۔"

زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"جو بھی ہوا، میں دیکھ لوں گی۔ آپ انکوائری کی فکر نہ کریں۔ آپ کی ماں سب سنبھال لے گی۔"

نگار فاطمہ آگے بڑھیں اور حیدر کے سر پر پیار دیا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔ پلیز ڈاکٹر سے کہیں، مجھے جانے دیں۔ میں گھر میں اپنی دیکھ بھال خود کر لوں گا۔

"I promise..."

حیدر نے التجا کی۔ نگار فاطمہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ ہسپتال میں اچھا محسوس نہیں کر رہے، لیکن بیٹا، یہ آپ کے لیے ضروری ہے۔ پھر بھی، میں ایک بار ڈاکٹر سے بات کر لیتی ہوں، آپ کی خاطر۔" حیدر نے ان کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھاما۔

"Thank you

"موم! میں بھی آپ کا ہی بیٹا ہوں، کبھی مجھے بھی دیکھ لیا کریں۔" زمان نے معصومیت سے کہا اور اپنی بات مکمل کرتے ہوئے نگار فاطمہ کی طرف دیکھا۔

حیدر نے ابرو اچکا کر زمان کو دیکھا، جبکہ نگار فاطمہ نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

" آپ ہم سے بات نہ کریں تو آپ کے لیے بہتر ہو گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

زمان کبھی حیدر کو اور کبھی نگار فاطمہ کو دیکھتا رہا۔

" جا، ان کے پیچھے۔" حیدر نے اسے ہوش دلائی۔

نگار فاطمہ دروازے کے قریب پہنچ چکی تھیں جب زمان نے آواز دی۔

"موم! آپ کیوں کر رہی ہیں ایسا؟ میرا کیا قصور ہے؟"

نگار فاطمہ اس کی آواز سن کر رک گئیں، لیکن پلٹیں نہیں۔

" آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں کہ حیدر کو کیا ہوا۔ ایک فون کال تو کر سکتے تھے۔۔۔ گولی تو انہیں لگی تھی، آپ مجھے نہیں بتا سکتے تھے؟ آپ لوگ کہاں ہیں؟ بے شک ٹیم لیڈر وہ تھے، مگر ان کے بعد یہ جس کی ذمہ داری تھی۔۔۔ احتشام اور زویا ان کی فیملی تک خیریت کی اطلاع پہنچانی کس کی ذمہ داری تھی؟ یہ آپ کے ذمے تھا، پر آپ سکون کا انجیکشن لیے سو رہے تھے۔۔۔ یہ وقت بیمار کے ساتھ بیمار پڑنے کا نہیں تھا، خود کو مضبوط بنانے کا تھا۔ آپ جانتے ہیں نا حیدر کو کس طرح سے آپ اور ہم زندگی کی طرف واپس لائے ہیں؟ آپ سے یہ باتیں مخفی تو نہیں ہیں۔ آپ نے کیوں ان کا خیال نہیں رکھا؟"

"میں ایک آرمی افسر ہوں، مشن پر آپ لوگ جاتے ہیں تو میں آرام سے بیٹھ جاتی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہوتا ہے میرے سولجرز کامیاب ہی ہو کر لوٹیں گے۔ مگر میرے اندر ایک ماں ہر وقت بے چین رہتی ہے، ایک ڈر لگا رہتا ہے، میرے بچوں کو کچھ ہو گیا تو؟"

"میرے لئے آپ دونوں اہم ہیں، میں ایک کو بھی کھونا برداشت نہیں کر پاؤں گی۔۔۔ آپ دونوں کو ایک دوسرے کی طاقت بنایا ہے، کمزوری نہیں۔ کبھی اپنے چھوٹے بھائی کو تنہا نہ چھوڑیئے گا۔"

زمان نے سر جھکایا اور دھیرے سے کہا، "سوری موم۔" نگار فاطمہ نے اسے گلے لگا لیا۔

ان کے پیچھے ڈاکٹر نینا کھڑی تھی، انہیں دروازے کے باہر دیکھا تو یہاں آ گئی۔ کچھ ہدایات دینے اور حیدر کی میڈیسن کا وقت بتانے کے لئے۔

اس نے صرف زمان کو "موم" کہتے سنا تو حیران ہوئی، مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"ایکسکیوز می۔"

"جی بیٹا، بولیں۔"

نینا ان کے نرم لہجے پر حیران ہو گئی۔ صبح ان کی بارعب آواز سنی تھی، سب اس کے بالکل الٹ تھا۔

"میجر حیدر جو کھانے کا دل ہو کھا سکتے ہیں، جب تک سٹیچز اوپن نہیں ہو جاتے، بازو پر وزن نہ ڈالیں، نہ ہی زیادہ موو کریں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا، ہم خیال رکھیں گے۔"

نینا نے سر ہلایا اور کہا، "ٹھیک ہے، میں حیدر کے پاس ہوں، شام میں واپس جاؤں گی۔"

نگار فاطمہ نے کہا، "ٹھیک ہے، بیٹا۔" اور اندر چلی گئیں۔

زمان نے نگار فاطمہ کے گلے لگنے کے بعد دھیرے سے کہا،

"سوری موم، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

نگار فاطمہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا،

"یاد رکھو، حیدر کو کبھی تنہا مت چھوڑنا۔ وہ تمہیں کبھی کھل کر اپنے دل کی بات نہیں بتائے گا، لیکن ہمیں سمجھنا ہو گا۔ تم دونوں ایک دوسرے کی طاقت ہو، کمزوری نہیں۔"

زمان نے سر ہلایا اور نگار فاطمہ مسکرا کر اندر چلی گئیں۔

ان کے پیچھے ڈاکٹر نینا دروازے کے پاس کھڑی تھیں، وہ حیدر کی میڈیسن کے حوالے سے ہدایات دینے آئی تھیں۔ جیسے ہی نینا نے نگار فاطمہ کو دیکھا، انہیں مخاطب کیا:

"ایکسکیوز می، میم۔"

نگار فاطمہ نے نرمی سے جواب دیا، "جی، بیٹا، بولیں۔"

نینا ان کے رویے پر حیران ہو گئی، کیونکہ صبح ان کی بارعب آواز اور شخصیت دیکھی تھی۔ لیکن اب وہ بالکل نرم اور میٹھے لہجے میں بات کر رہی تھیں۔

"میجر حیدر اپنی مرضی سے کھانے کا انتخاب کر سکتے ہیں، لیکن جب تک ان کے سٹیچز اوپن نہ ہو جائیں، بازو پر وزن ڈالنے یا زیادہ حرکت کرنے سے گریز کریں۔"

"ٹھیک ہے، بیٹا، ہم ان کا خیال رکھیں گے۔" نگار فاطمہ نے جواب دیا۔

نینا نے اجازت لے کر وہاں سے جانے کی تیاری کی، لیکن نگار فاطمہ نے مزید کہا،

"میں شام تک حیدر کے پاس ہوں، پھر واپس جاؤں گی۔"

نینا نے سر ہلایا اور اپنے کیبن کی طرف چل دی۔

☆☆☆☆☆☆☆

زمان صبح والے اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔ کچھ سوچ کر آگے کی طرف بڑھا، منزل نینا کا کیبن تھا۔

وہ ابھی تک اپنے آرمی یونیفارم میں موجود تھا۔ دروازہ ناک کیا۔ نینا نے اجازت دی، مگر حیران تھی۔ یہاں کون آسکتا ہے؟

زمان اندر داخل ہو کر دروازے کے پاس کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا ہے؟ میجر کی طبیعت ٹھیک ہے؟" نینا جلدی سے کھڑی ہوئی۔

"نہیں نہیں ڈاکٹر! حیدر ٹھیک ہیں۔ مجھے کچھ بات کرنی تھی آپ سے۔"

زمان اس کے چہرے پر تھکن کے اثرات دیکھ سکتا تھا، جو فجر سے پہلے کی یہاں موجود تھی۔

زمان نے اس کی طرف کافی بڑھائی۔

"آپ سے کس نے کہا مجھے کافی چاہیے؟ اتنی بے تکلفی کی وجہ جان سکتی ہوں، کیپٹن؟" کافی کی طلب تو اسے ہو رہی تھی پر بھرم بھی تو قائم رکھنا تھا۔

"مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ آپ نے حیدر کا بہت خیال رکھا اور میرا بھی... مطلب، آپ نے پوری ٹیم کی کیئر کی۔ سب ڈاکٹر ایسے نہیں ہوتے۔ آپ کا دل بہت صاف ہے۔" زمان کو سمجھ نہ آئی، سوری کہنے کی جگہ شکریہ کی گردان لگا بیٹھا۔

نینا کو ہنسی آئی، مگر دبا گئی۔ سمجھ تو اسے آگئی تھی کہ وہ صبح کے رویے کی وجہ سے معذرت چاہتا تھا، مگر اب کہنے میں ہچکچا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں نے آپ کا شکریہ قبول کرلیا ہے۔" نینا کافی کا مگ اٹھا کر اپنے سامنے رکھتی بولی۔

زمان کی آنکھوں کی چمک نینا سے مخفی نہ رہی۔ زمان ابھی تک ایسے بیٹھا تھا۔

"کیا کپ واپس لے کر جائیں گے، کیپٹن؟" زمان ایک دم سے کھڑا ہوا۔ کرسی گرتے گرتے بچی۔

"سوری۔" زمان نے کرسی سیدھی کرتے کہا۔

"اتنا مشکل نہیں ہے کہنا۔" نینا نے دوبدو جواب دیا اور اس کی مشکل آسان کی۔

زمان نے کان کھجایا۔ نینا نے اس خوبرو جوان کو دیکھا۔ کالی گہری آنکھیں، بھوری بیئرڈ، سرخی چھلکاتے لب، لال رنگت۔ بالکل ایک فوجی جوان کی طرح۔ نہ زیادہ موٹا نہ پتلا۔ وہ مکمل مرد تھا، جو
کسی بھی لڑکی کا پہلی نظر کا کرش ہو سکتا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں اپنے صبح کے رویے پر۔ میں جانتا ہوں، بہت روڈ ہو گیا تھا، مگر میں ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا ہوں۔ ٹائیگر کی وجہ سے پریشان تھا۔ سر میں بھی بہت درد تھا، تو فرسٹریشن سب آپ پر نکل گئی۔ میرا کوئی حق نہیں تھا کہ آپ سے اس طرح بات کروں، مگر سب اتنی جلدی ہوا، مجھے سمجھنے میں وقت لگا۔ آپ تو میرے بھلے کے لیے ہی کر رہی تھیں۔ تو میں"...

"ٹھیک ہے کیپٹن زمان! کوئی ایشو نہیں ہے۔ میں نے آپ کی بات کا برا بھی نہیں مانا۔ میرا یہ کام ہے، مجھے اس طرح کے کئی پیشنٹ سے واسطہ پڑتا رہتا ہے سارا دن۔ آپ کی بات بری نہیں لگی، بلکہ آپ

نے تو میری نالج میں اضافہ کیا ہے۔ ایک بات کہنا چاہوں گی آپ کو، ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے نہیں، انسان ہونے کے ناطے۔"

زمان کے آنکھ، کان، ناک، آنکھیں، ہر انگ، انگ کو متوجہ ہوئے اور وہ لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا جو اب اس کے سامنے ہاتھوں کی انگلیاں ہاتھوں میں پسینے کے ساتھ جھکائے، اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اکثر ہمارے دل پر بوجھ ہوتا ہے جو ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ کیوں ہے۔ کیونکہ ہم اپنی پریشانی کسی اور کام میں مصروف ہو کر بھلا لیتے ہیں مگر وہ دل سے نہیں جاتی، جو بوجھ بن جاتی ہے۔ اسی طرح آنسوؤں کا وزن نہیں ہوتا، پھر بھی گر جانے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔" اس کی اتنی گہری بات پر زمان کے الفاظ ماند پڑ گئے تھے۔

وہ اسے کہہ رہی تھی کہ اگر پریشان ہو تو رو لے، اسے سکون آئے گا۔

"واقعی، میں کل بہت ڈر گیا تھا۔" اس سے زیادہ وہ کچھ بول نہیں پایا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟" زمان نینا کی طرف دیکھ کر بولا۔

"جی، بولیں۔"

"آپ کی عمر کیا ہے؟"

"لڑکیوں سے ان کی عمر نہیں پوچھتے۔" نینا اب فائل اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

"میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

نینا نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا، اس کی آواز گونجی۔

"اتنا بتا دیتی ہوں، آپ سے بہت چھوٹی ہوں۔" نینا نے مسکراہٹ روک کر جواب دیا۔

"What??"

"اس کا کیا مطلب ہوا؟ میں بھی کوئی اتنا بڑا نہیں ہوں؟ کیا زیادہ بڑا لگتا ہوں میں؟ نہیں، آرمی یونیفارم میں لگتا ہوں گا؟ کیا ہے یار؟ وہ کہیں مجھے انکل ہی نہ بلانا شروع کر دے۔ توبہ توبہ، کیا اول فول بک رہا ہوں۔۔۔ 9-8 سال کا فرق ہو گا، زیادہ سے زیادہ، اس میں کیا ہے؟" وہ اپنے دل کو تسلیاں دینے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

شام کے سائے ڈھل چکے تھے، موسم میں خنکی بڑھنے لگی تھی۔ نومبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے گھونسلوں میں آتی سردی کا ویلکم کر رہا تھا۔ موسم بھی شام سے خراب تھا، آندھی طوفان کے بعد اب بارش نے زور پکڑا تھا۔

نینا اپنے دفتر میں کھڑکی کے پاس کھڑی فون کان سے لگائے پریشانی میں اپنے حجاب کے کونے کو بل دیتی جا رہی تھی۔ ہری آنکھیں غصے میں بڑی اور بڑی لگ رہی تھیں، باریک ناک کے پاس موجود تل گوری رنگت پر اب تاب و چمک رہا تھا۔ خوبصورت گلابی ہونٹ بھینچ رکھے تھے جیسے ان کے درمیان حیا کا موبائل ہو۔

ڈریس چینج کر چکی تھی، اب سمپل سے پرنٹڈ ٹروزر شرٹ میں ملبوس تھی اور ساتھ کا رنگ ملا کر حجاب کیا ہوا تھا۔ کافی دیر سے وہ حیا کو فون ملا رہی تھی مگر وہ فون اٹھانے کے شاید موڈ میں نہیں تھی۔

"حد ہے حیا! کہا بھی تھا کہ فون سامنے رکھنا، موسم خراب ہے، بابا بھی نہیں گھر، اتنی لاپرواہی"!

ابھی نینا اسے اور کوستی، پھر فون رنگ ہوا۔ نینا نے پہلی بل پر ہی فون اٹھایا اور حیا کی کلاس لی۔

"حیا فون اٹھا کر ٹیرس سے نیچے پھینک دو۔۔ جب فون استعمال نہیں کرنا تو ڈیکوریشن پیس بنانے کا

کوئی فائدہ نہیں ہے۔" دوسری طرف حیا نے اس کی بات پر ہنس کر آنکھیں میچیں۔ بہت دنوں بعد اسے ڈانٹ پڑی تھی۔ فون کے معاملے میں وہ اکثر لاپرواہی دکھاجاتی تھی۔

"جج صاحب! مجھے بھی صفائی کا موقع دیں، میں بے قصور ہوں۔"

حیا کی ڈرامائی انداز میں بولنے پر نینا کو ہنسی آئی مگر حیا کو محسوس نہیں ہونے دیا۔

"بولیں، سن رہی ہوں۔"

حیا اس کی خفگی کے ڈر سے اب سچ بولی۔ "موبائل روم میں تھا، یونیورسٹی سے بھی لیٹ آئی، آج بہت کام تھا، تھک گئی تھی، پھر سو گئی اور جب اٹھی تو بہت زوروں کی بھوک لگی تھی، آپ بھی نہیں تھیں ورنہ اپنا فیورٹ پاستہ بنوا لیتی آپ سے، بابا بھی چلے گئے۔" اس کی آواز نم ہوئی۔

"چندا! آپ کو ڈر لگ رہا ہے؟" نینا اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کی روئی روئی آواز سن کر پوچھنے لگی۔

"نہیں، تھوڑا سا بس۔ آپی! آپ ناراض تو نہیں ہیں نا؟"

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں، صرف فکر مند تھی۔ بس اب آپ سے بات ہو گئی، پر سکون ہوں۔"

"ٹھیک ہوں میں، میری فکر نہ کریں، جلدی سے کام ختم کر کے آرام کریں۔ آج بہت تھک گئی ہوں گی آپ۔ اور آپ نے واچ مین کو کہا تھا نا، وہ بالکل گیٹ کے پاس ہی بیٹھے ہیں اور میں روم میں ہوں۔ ابھی نماز ادا کروں گی، پھر سو جاؤں گی۔" حیا نے اس کی تسلی کے لئے ایک سانس میں ساری بات کہہ دی، ورنہ یہ ڈر اس کے ساتھ بچپن سے تھا۔ تب سے کوئی نہ کوئی ہوتا تھا ساتھ، آج پہلی بار اکیلی تھی۔

"شاباش، ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے، کوئی بھی مسئلہ ہو، واچ مین کو آواز دے دینا، دونوں وہی ہیں، نہیں تو آپ ڈائریکٹ مجھے فون کرنا، 5 منٹ میں آپ کے پاس آجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے آپی! آپ نے کھانا کھالیا؟"

"نہیں، ابھی بھوک نہیں ہے، پہلے کافی پی تھی۔" نینا کی آنکھوں کے پردے پر زمان کا چہرہ لہرایا۔

"آپی؟"

"جی!"

"کہاں گم ہو گئیں؟"

"کچھ نہیں، کام ہے بس تھوڑا، پھر فون کروں گی، آپ خیال رکھنا اپنا، اللہ حافظ۔"

نینا نے فون بند کیا اور کھڑکی کے پاس لگے صوفے پر بیٹھ گئی۔ دماغ اب حیا سے ہٹ کر کسی اور کی باتوں میں الجھا تھا۔ نینا بار بار اس کے خیال جھٹک رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر پر سکون نیند سو رہا تھا۔ زمان اس کے پاس صوفے پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کی ایک ٹانگ ہل رہی تھی۔ بوریت میں اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا تھا۔

نگار فاطمہ کو ایمر جنسی کال موصول ہوئی جس کی وجہ سے انہیں جانا پڑا۔ جانے سے پہلے وہ اسلام آباد میں موجود اپنے بنگلے میں گئیں اور میڈ سے کھانا تیار کروا کر ہسپتال پہنچایا اور کچھ کپڑے بھی۔ زمان کپڑے چینج کر چکا تھا، جبکہ حیدر ابھی تک ہسپتال ڈریس میں ہی موجود تھا۔ اس کا ایک ٹانکہ خراب ہوا تھا جو نینا نے دن میں پٹی چینج کرتے ہوئے بتایا تھا، جسے سن کر نگار فاطمہ اور زمان حیران تھے۔ وہ سوچ رہا تھا، جبکہ نگار بیگم کے جانے کا بھی پتہ نہ چلا۔ زمان، جو کب سے موبائل استعمال کر رہا تھا، بے صبری

سے اس کے اٹھنے کا منتظر تھا۔ بہت سے سوالات اس کے دماغ میں گڈ مڈ ہو رہے تھے، جو وہ نگار فاطمہ کے سامنے نہیں پوچھ سکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

(کچھ گھنٹے پہلے)

حیدر ٹیرس سے واپس اندر آیا، اسے جلدی سے اپنی شرٹ چینج کرنی تھی، مگر درد بڑھ جانے کی وجہ سے وہ بازو ہلا نہیں پا رہا تھا۔ حیا کے سامنے تو کہہ دیا تھا کہ وہ ٹھیک ہے، مگر اب درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں، پورا جسم ٹوٹا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اپنے کمرے کی طرف بڑھا، جب دروازہ کھولا تو سامنے بیڈ پر زمان کو جبکہ زویا اور احتشام صوفے پر سوتے دکھائی دیے۔ حیدر کے دماغ میں اچانک سے خیال آیا۔ وہ زمان کی طرف بڑھا۔

"شیر !شیر !زمان! یار اٹھ جا، گھوڑے گدھے بیچ کر سویا ہے۔" زمان نیند میں کسمسا کر پھر سو گیا۔

سکون کا انجکشن دیا گیا تھا اسے، کہاں ہوش ہونی تھی۔ حیدر نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"اتنے سکون سے ہسپتال میں کیسے سو سکتا ہے؟ یار اٹھ جا زمان! مجھے تیری ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کسی بھی وقت آسکتی ہے۔" حیدر نے پاس لگے واٹر ڈسپینسر کی طرف دیکھا، سائیڈ پر مسکراہٹ پاس کی۔ "سوری کیپٹن نشئی۔" ٹھنڈا پانی لے کر زمان کے چہرے پر پھینکا۔

برف کی طرح ٹھنڈا پانی گرتے ہی زمان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ہاتھ دل کے مقام پر تھا جو بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ تیز روشنی کی وجہ سے آنکھیں چندھیا کر پھر کھولیں، مگر نیند کا خمار اترا نہیں تھا۔

سامنے حیدر کو دیکھ کر اچھلا۔

"ٹائیگر! تو... یہاں... تو... زندہ... ہے... یا... تیری... روح... مجھ... سے... ملنے... آئی... ہے؟ نہیں... نہیں... میں خواب... دیکھ... رہا ہوں"...

"ہاں،" زمان کو پھر سے لیٹتے دیکھ حیدر نے نفی میں سر ہلایا اور باقی بچا پانی بھی اس پر پھینک دیا۔

زمان دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرتے ہوئے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب یقین آگیا کہ روح کیسے ایک ٹُن انسان کو جگا سکتی ہے۔"

"تو، تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ ٹھیک ہے تو؟" زمان فوراً ہوش میں آیا اور اسے گلے لگا لیا۔

حیدر اس کی فکر دیکھ کر مسکرا دیا۔ زمان کے گلے لگنے سے اس کے زخم پر دباؤ پڑا، حیدر کی کراہ بے ساختہ تھی۔ زمان فوراً پیچھے ہوا۔

"سوری، سوری، میں بھول گیا... اور یہ خون! کیا ہوا ہے؟"

"ششششش..." حیدر نے زویا اور احتشام کی طرف دیکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔ "چل بتاتا ہوں..." جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچے، انہیں کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔

زمان فوراً بولا۔ "ڈاکٹر نینا آئی ہوں گی چیک کرنے"...

"نہیں، کوئی آگے جا رہا ہے۔" حیدر نے اس کی تصحیح کی۔ حیدر نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر دیکھا، نینا اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی اور دروازہ بند ہو گیا۔

زمان اور حیدر فوراً نکلے اور حیدر کے کمرے میں چلے گئے۔ حیدر نے بیڈ پر بیٹھ کر سکون کا سانس لیا، مگر درد حد سے سوا تھا۔

"ویسے ہم چھپن چھپائی کیوں کھیل رہے ہیں؟" زمان نے بہت سنجیدگی میں سوال پوچھا۔

درد کے باوجود بھی مسکراہٹ ہونٹوں پر رینگ گئی۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا، میرے شیر ..." حیدر نے پیار سے کہا۔

زمان اس کے پاس آیا، اس کی شرٹ پر خون اور پٹی بھی تھوڑی سی کھل چکی تھی۔

"تو نے یہ کیا کیا ہے؟ مجھے کچھ بتائے گا؟" زمان کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

"میں تجھے بعد میں بتاؤں گا، تو سب سے پہلے دیکھ، الماری میں کوئی کپڑے ہیں تو دے۔ اس سے پہلے کہ ڈاکٹر آجائے، میں نے کپڑے چینج کرنے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھ سے سوال پوچھے۔" حیدر نے تھوڑا سختی سے کہا۔

زمان الماری کی طرف مڑا، وہاں مریضوں کے کپڑے موجود تھے۔ زمان نے فوراً شرٹ حیدر کی طرف بڑھائی۔ حیدر نے شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھی اور زمان کو اشارہ کیا کہ پٹی چینج کرے۔ زمان نے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور حیدر کی پٹی تھوڑی بہت چینج کر دی تاکہ پتہ نہ چلے۔ حیدر نے اپنی پرانی شرٹ زمان کی طرف بڑھائی۔

" یہ واپس ایسے ہی کپڑوں کے نیچے رکھ دے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔" حیدر کے چہرے پر درد کی تحریر تھی، زمان سے رہا نہ گیا۔

"میں ڈاکٹر کو بلا دیتا ہوں، کوئی پین کلر لگا دیتی ہے۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں، اب تو جا واپس، اس سے پہلے کہ ڈاکٹر آجائے۔"

"نہیں، میں یہیں ٹھیک ہوں۔" زمان وہیں صوفے پر ٹک گیا۔

"زمان، میں نے کہا نا، میں تجھے بعد میں سب بتاؤں گا، اب جا یہاں سے۔"

"پہلے اٹھا کر لے آیا ہے، اب واپس بھیج رہا ہے۔ ہمیشہ اپنی مرضی کرتا ہے، بڑا ہوں تیرے سے، تھوڑی تو عزت کیا کر، میں اب تجھ سے بات نہیں کروں گا۔" زمان اس کی طرف سے رخ موڑتا مصنوعی غصے سے گویا ہوا۔

" مجھے یہ بیویوں والے دھمکیاں نہ دیا کر، جا کے سو جیسے پہلے نشہ کر کے سو رہا تھا، اور بڑا ہے تو مجھ سے، اس لیے سوچ رہا ہوں، کل سے پکا تیری عزت کروں گا، اب جا۔"

☆☆☆☆☆☆☆

حال:

" ٹائیگر، اب اٹھ جا، بہت سو لیا تو نے، موم بھی چلی گئی ہیں۔ اٹھ، میرے سوالوں کا جواب دے، میرا دماغ خراب ہو رہا ہے... " زمان تنگ آ کر آخر بول ہی پڑا۔

" آہستہ بول، تیری طرح نشہ کر کے نہیں سوتا، ایک ہی دفعہ آواز آتی ہے، کان ورکنگ کنڈیشن میں ہیں میرے، ایسے چلائے گا تو بہرا ہو جاؤں گا۔" زمان منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا...

" منہ بند کر لو انکل... " زمان اس کی بات پر اٹکا...

اسے نینا کا خیال آیا (آپ سے تو بہت، بہت چھوٹی ہوں) زمان ہنس کر گردن جھٹک دیتا ہے...

" خیریت تو ہے، اتنی خاموشی کیپٹن زمان، اور یہ مسکراہٹ "

" کچھ نہیں، مجھے گھما مت، بتا سب۔"

" میرا موڈ نہیں ہے، فی الحال مجھے بھوک لگی ہے "...

" دیکھ تو۔۔۔ " زمان کچھ کہتا جب دروازے سے نینا اندر داخل ہوئی۔ زمان ابھی تک وہیں کھڑا رہا۔

گھر کے کپڑوں میں نینا نکھری نکھری پیاری لگ رہی تھی۔۔۔حیدر، زمان کے تاثرات ہی دیکھ رہا تھا...

"کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ؟"نینا بی پی آپریٹس آن کرتی سوال کر رہی تھی۔

"بالکل ٹھیک ہوں، اب... "حیدر آہستہ سے جواب دیتا ہے۔

" چلیں، اچھی بات ہے، آپ نے کچھ کھایا؟"نینا نے اگلا سوال پوچھا۔

"ابھی تک نہیں"...

"بی پی لو ہے، کچھ کھالیں جو بھی دل ہو.. ڈرپ اتار رہی ہوں، اب رات میں لگے گی"...نینا پروفیشنل انداز میں بولی۔حیدر نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"کیپٹن! آپ کا سر درد ٹھیک ہے؟"نینا زمان کی طرف متوجہ ہوئی جو پتہ نہیں کہاں گم ہو چکا تھا...

"شیر...!"حیدر نے اونچی آواز میں کہا۔زمان گھبرا گیا۔

"جی"...

نینا نے اپنی ہنسی دبائی، وہ ہمیشہ اس کے سامنے پاگلوں والی حرکت کر بیٹھتا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو زیادہ آرام کی ضرورت ہے... خیر، اگر سر میں درد پھر سے ہو تو فرسٹ ایڈ باکس میں پین کلر موجود ہے۔اور میجر کو کھانا دیں۔اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"

نینا جا چکی تھی جب حیدر بولا۔"واقعی، تیرا اللہ ہی حافظ ہے۔"

"کیوں؟ میں نے کیا کیا؟"زمان جانتا تھا کہ ٹائیگر کی چیل سی آنکھوں سے اس کی کوئی بھی حرکت مخفی نہیں رہتی۔زمان جلدی سے حیدر کے لیے کھانا نکالنے لگا۔باؤل میں سوپ ڈال کر اس کے پاس بیٹھا۔

"میں بچہ نہیں ہوں، سپون مجھے دے، میں خود پی لوں گا۔ تو میری بات کا جواب دے۔"

زمان خاموشی سے اس کے پاس سے اٹھ کر صوفے پر چلا گیا۔ حیدر مزید حیران ہوا۔ اس کی نظریں زمان پر ہی تھیں، ساتھ ساتھ سوپ پی رہا تھا۔

"میں باہر گیا تھا ٹیرس میں... اور کود گیا۔ اور وہاں... ڈاکٹر آپ۔۔۔"

زمان فوراً کھڑا ہوا۔ حیدر نے پاس رکھا پلو اٹھا کر اسے مارا۔

"میں جو بک بک کر رہا ہوں، وہ سنی نہیں؟ ڈاکٹر کے نام پر کانوں کے ریڈار فوراً حرکت میں آ گئے۔۔۔ ماجرا کیا ہے؟ کہیں؟؟؟" حیدر نے اسے چھیڑا۔

زمان فوراً کہہ کر باہر نکلا۔ "میں جوس لے کر آتا ہوں۔۔۔"

حیدر اس کے لیے خوش تھا۔ اس کے دل کا حال، اس کی آنکھیں اور چہرے کی چمک سب کچھ بتا رہے تھے، جو نینا کے نام سے آتی تھی۔

(ابھی تو محبت کے کئی امتحان باقی تھے۔ اتنی آسانی سے محبت تھوڑی ملتی ہے۔ آزمائش تو لازم ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆

صبح ڈسچارج لے کر دونوں گھر کے لیے نکلے۔ رات کی بارش اسی طرح جاری تھی، رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ہر ذی روح اپنی اپنی طرح سے خود کو سردی سے بچائے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔

زمان بے چین تھا۔ آج رات کے بعد سے اس کی نینا سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نینا صبح ہی اپنی ڈیوٹی ختم کر کے گھر جا چکی تھی، جو پچھلے 24 گھنٹوں سے بغیر آرام کیے اپنا فرض ایمانداری سے نبھا رہی تھی۔ لیکن زمان کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ خود اپنی کیفیت نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ ابھی

تک اس نے خود سے بھی اقرار نہیں کیا تھا، تو نینا کو کیا کہتا؟

"Love at first sight" کا مذاق اڑانے والا آج اپنے دل کی کیفیت پر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

نینا کو ایک نظر دیکھنے کی بے تابی نہ صرف اس کے دل میں، بلکہ اس کے پورے وجود میں پھیل چکی تھی۔

حیدر مسلسل اس کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا۔ زمان کبھی بالوں میں ہاتھ پھیرتا، کبھی اپنی داڑھی کو سنوارتا۔ حیدر سے اس کی حالت چھپی نہ رہ سکی۔ آخر کار حیدر نے خاموشی توڑی۔

"گھر کا پتا ہے اس کا؟"

"نہیں"... زمان نے انجانے میں جواب دیا، پھر فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "کس کا گھر؟"

حیدر نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "جس کے خیالوں میں گم ہو کر ہلکان ہو رہا ہے۔"

زمان نے نظریں چرائیں۔ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"جھوٹ!" حیدر نے فوراً ٹوک دیا۔ "نہیں بتانا مت بتا، لیکن جھوٹ مت بول!" زمان نے اس کی ناراضی محسوس کی۔ وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند گیا، مگر نظروں کے سامنے وہی چہرہ تھا۔

"پتا نہیں یار، مجھے کچھ نہیں پتا... کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ لیکن اب دل بے چین ہے اسے دیکھنے کے لیے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے زندگی میں خالی پن آ گیا ہو۔ جب وہ پاس تھی، بے چینیاں نہیں تھیں۔ اس وقت محسوس نہیں ہوا، مگر اب... دل، آنکھیں، سماعت، سب بے چین ہیں۔ میری مسکراہٹ بھی... جو اس کے ہونٹوں پر کھلنے سے میرے ہونٹوں پر آتی تھی۔"

حیدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بس، بس! سمجھ گیا میں۔ تیرا حال واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن میری ایک بات کا جواب دے۔۔ یہ محض اٹریکشن بھی تو ہو سکتی ہے؟"

زمان فوراً تپ کر بولا۔ "کیا میں تجھے ٹائم پاس لگتا ہوں؟"

"اچھا، پھر ہو سکتا ہے؟ وہ یہ سب جان بوجھ کر کر رہی ہو تیری اٹریکشن کے لیے؟" حیدر نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں، ایسا بالکل نہیں ہے! وہ ایسی نہیں ہے۔ میں نے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا کہ وہ مجھے جان بوجھ کر متوجہ کر رہی ہے۔ وہ ڈاکٹر ہے، اس نے صرف اپنا فرض پورا کیا، جیسے ہم اپنی جان لگا کر کرتے ہیں۔"

حیدر نے حیرانی سے ابرو اٹھائی۔ ...Interesting" مطلب پانی سر سے اوپر جا چکا ہے۔ چل، پھر بھابھی کا پتا لگا لیں گے، ٹینشن نہ لے۔"

زمان نے چونک کر حیدر کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا؟ ایسا کیا دیکھ رہا ہے؟" حیدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

زمان نے مسکرا کر کہا۔ "کچھ نہیں۔۔۔"

ان کی گاڑی مین روڈ پر پانی اڑاتی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیا یونیورسٹی سے نکل کر قریب ہی مال کی طرف بڑھی۔ اسے کچھ کتابیں خریدنی تھیں۔ آج بھی وہ سفید عبایا میں ملبوس تھی، چہرے پر سفید ماسک، اور ہاتھوں میں ویلوٹ کی چوڑیاں۔ اس سادگی میں بھی وہ اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔

حیا بکس لیتی لفٹ میں داخل ہوئی۔ اسی اثنا میں کوئی اور بھی اس کے پیچھے لفٹ میں داخل ہوا۔ حیا اسے دیکھ کر چونکی۔ مگر غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے مقابل کو کہیں دیکھا ہے۔

"آپ؟" حیا اس کی طرف دیکھتی، عبایا کو مٹھی میں جکڑتی، حیدر سے اپنی آخری ملاقات میں اس کے سرد لہجے اور آنکھوں کی ویرانی کو یاد کرتی، کنفیوز ہو کر بولی۔

حیدر مکمل طور پر کالے لباس میں ملبوس تھا۔ کالے رنگ کی شرٹ کے ساتھ کالے رنگ کی پینٹ پہنے، کالے رنگ کے چمچماتے برینڈیڈ شوز، بالوں کو جیل سے سیٹ کیے ہوئے، چہرہ سیاہ ماسک سے ڈھکا ہوا۔ داہنے ہاتھ پر لیدر کی جیکٹ ڈالے ہوئے، دوسرے ہاتھ کی انگلی میں سلور رنگ کا چھلا، اور بائیں ہاتھ میں گھڑی پہنے۔ وہ پوری وجاہت کے ساتھ مغرورانہ انداز میں کھڑا تھا اور حیا کو پوری طرح نظر انداز کر گیا، جیسے اس کے علاوہ لفٹ میں کوئی دوسرا موجود نہ ہو۔

"آپ کا زخم ٹھیک ہے؟" حیا ہمت کر کے پھر سے گویا ہوئی۔

"کیا میں آپ کو جانتا ہوں؟" حیدر کا رویہ تحیر انگیز تھا۔

حیا کو اس سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ وہ اسے پہلے دن سے ہی سخت مزاج اور آدم بیزار لگا تھا۔

"میرا مطلب... ہم... اس دن... ہسپتال..." حیا کی بات مکمل نہ ہوئی جب حیدر اس کی طرف مڑا اور اس کی ہری آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑ دیں۔

حیا ڈر کر پیچھے ہوئی اور نظریں جھکا لیں۔ کافی دیر تک وہ خود پر اس کی سرد نظروں کی حرارت محسوس کرتی رہی، مگر زبان ہلنے سے انکاری تھی۔

"مجھے ایک ہی بات بار بار کہنا پسند نہیں، مجھ سے دور رہو، اپنے کام سے کام رکھو اور کوشش کرنا کہ دوبارہ تمہارا مجھ سے سامنا نہ ہو، ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

"Is that clear?"

حیا اس کے سخت رویے پر ڈر کر آنکھیں میچتی دیوار کے ساتھ لگی رہی۔

"مجھے آپ کے معاملات میں دلچسپی نہیں، میں نے انسانیت کے ناطے آپ سے آپ کی طبیعت ہی پوچھی تھی، مگر اب لگتا ہے کہ آپ کو ہمدردی کی نہیں، سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔" حیا کو اس کا بلاوجہ روڈ ہونا برداشت نہ ہوا۔ مضبوط لہجے میں بولتی، وہ حیدر کو حیران کر گئی۔

ایک پل کے لیے اس کی ہری آنکھیں حیدر کی بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں، پھر فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا اور لفٹ کا بٹن دوبارہ دبایا۔ حیدر نے ابرو اچکا کر اسے داد دی اور پھر فون میں مصروف ہو گیا۔

لفٹ ایک جھٹکے سے رکی۔ دونوں اپنے اپنے دھیان میں تھے کہ حیدر کا موبائل ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔ حیا نے فوراً ایک ہاتھ سے حیدر کے بازو کو تھاما (جس پر جیکٹ تھی) اور دوسرے ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیا۔ حیدر نے حیا کی طرف دیکھا اور پھر اپنے بازو کی طرف۔ حیا نے جھٹ سے بازو چھوڑ دیا۔

اسی وقت لفٹ کو پہلے سے بھی زیادہ زوردار جھٹکا لگا، اور لفٹ تیزی سے نیچے جانے لگی، جیسے ٹوٹ گئی ہو۔

☆☆☆☆☆☆

زمان جو لیٹ سو کر اٹھا تھا، سائیڈ ٹیبل سے گھڑی اٹھا کر وقت دیکھا تو دوپہر کے 1 بج رہے تھے۔ ہڑبڑا کر اٹھا اور واش روم میں بند ہو گیا۔ بلیک اور گرے امتزاج سے بنا کشادہ کمرہ صاف ستھرا تھا، ہر چیز منظم تھی سوائے بیڈ کی چادر کے جس پر وہ ابھی سویا تھا۔

زمان اکثر ترچھا سویا کرتا تھا، اور اس کی حیدر سے اکثر اس موضوع پر بحث ہوتی تھی کہ اسے بیڈ پر سونا نہیں آتا، جبکہ دوسری طرف حیدر حیران ہوتا تھا کہ مشن کے دوران، جیسی بھی جگہ میسر ہو، وہ سو جاتا تھا، کم جگہ پر بھی بغیر ساتھ والے کو تنگ کیے۔

زمان تیار ہو کر باہر نکلا، سائیڈ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی اور اسے اپنی بائیں ہاتھ میں باندھ لیا، اس کے ہاتھ کی دوسری انگلی میں ایک رنگ موجود تھا، دائیں ہاتھ میں سلور بریسلٹ تھا جو ہمیشہ اس کے بازو میں موجود ہوتا تھا۔ جب جب وہ مشن سے واپس آتا، بالوں کو سیٹ کرنے کے بعد خود کو ایک نظر دیکھتا۔ وائٹ پینٹ اور براؤن کرونیک شرٹ پہنے وہ بہت اچھا دکھ رہا تھا، پاؤں میں ابھی اس نے فلپ فلوپ ہی پہنے تھے۔

حیدر سے ملنے کی غرض سے اس نے اس کے کمرے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

دروازہ پہلے سے کھلا تھا، گولڈن اور بلیک تھیم پر بنا کمرہ لیمپس کی لائٹس میں خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔ ہر چیز سلیقے سے سیٹ تھی۔ مطلب وہ اٹھ چکا تھا، مگر کمرے میں موجود نہیں تھا۔ زمان کمرے سے باہر نکل کر کچھ قدموں کے فاصلے سے راہداری سے ہوتا ہوا ریلنگ کے پاس آیا اور دونوں ہاتھ ریلنگ پر رکھ کر جھک کر نیچے جھانکا، شاید اسے وہاں کہیں نظر آ جائے۔ مگر بے سود...

"یہ کہاں گیا؟ پتا نہیں کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ ریسٹ کی ضرورت ہے، مگر نہیں، لاڈ صاحب کو تو سمجھ آنے سے رہا۔ موم کو بتا چلا تو میری کلاس لگے گی"... زمان منہ میں بڑبڑاتا سیڑھیاں اترتا کچن کی جانب گیا، جہاں سکینہ بی کھانا تیار کر رہی تھیں۔ زمان کو دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھیں۔

"اٹھ گئے بیٹا، ناشتہ بنا دوں؟"

"نہیں، بس کافی دے دیں، دیر سے آنکھ کھلی ہے، کھانا ہی کھاؤں گا اب۔"

"ٹھیک ہے..." وہ کہہ کر واپس مڑیں، جب زمان نے حیدر کے متعلق پوچھا۔

"وہ تو صبح ہی چلا گیا بیٹا، ناشتہ کروا دیا تھا، کہا بھی تھا کہ ابھی آرام کر لو، مگر ضروری کام کہہ کر چلا گیا۔" سکینہ بی فکرمندی سے کہتی ہوئیں، ساتھ ساتھ ٹیبل سیٹ کر رہی تھیں۔

سکینہ بی نگار فاطمہ سے بڑی تھیں، جو بہت وقت سے ان کے گھر کے کام سنبھالے ہوئے تھیں۔ جب وہ مشن ورک پر جاتی تھیں تو دونوں بچے ان کی نگرانی میں ہی ہوتے تھے۔ دونوں انہیں ماں کا درجہ دیتے تھے۔

"چلیں ٹھیک ہے، کافی بنا دیں، میں روم میں ہوں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا، ابھی لاتی ہوں۔"

زمان ان سے بات کرنے کے بعد روم میں آ گیا اور صوفے پر بیٹھ کر فون کان کے ساتھ لگائے، حیدر کی کال پک کرنے کا انتظار کر رہا تھا، اور ٹانگ لگاتار ہل رہی تھی جو اس کی عادت تھی۔

کچھ ہی دیر بعد زمان کو میسج موصول ہوا جو حیدر کی طرف سے تھا۔

"شام تک آجاؤں گا۔ موم کو کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے، پریشان ہوں گی۔ اور... تھوڑی دنیا دیکھنے دے، تیری شکل دو دن سے دیکھ دیکھ کر... اف... بور ہو گیا تھا۔ تو بھی جا تھوڑا گھوم پھر آ۔ ہسپتال دیکھ آ، جگہ پر ہی ہے۔" اور آگے ایموجی تھا۔

زمان پہلے اس کی بات پر آنکھیں گھماتا مگر آخری بات پر بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود بھی مسکرایا تھا، کسی کا سراپا اس کی آنکھوں کے پردے پر لہرایا۔

"جا سمرن جا، جی لے اپنی زندگی۔"

زمان میسیج سینڈ کرنے کے بعد فون سائیڈ ٹیبل پر رکھتا اور تیار ہونے کے لیے ڈریسنگ کی طرف بڑھ گیا۔ ہسپتال کے لیے تیاری کچھ کم لگی تھی۔

"ڈاکٹر نینا سکندر کہاں ملیں گی؟" زمان سرجیکل ریسپشن پر جھک کر نینا کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

نینا کے دفتر میں وہ چیک کر چکا تھا، وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اس نے سوچا کہ شاید وہ راؤنڈ پر ہو گی، مگر وہ کافی دیر دفتر میں ویٹ کرنے کے بعد یہاں آیا۔

"سر، وہ ہسپتال کی لائبریری میں ہیں۔"

"اوکے، تھینک یو۔"

زمان لائبریری کی طرف بڑھ گیا، ہسپتال میں رکنے کی وجہ سے اسے لائبریری کا اندازہ تھا۔

لائبریری سے کچھ ہی فاصلے پر اسے نینا کھڑی نظر آئی، جو شاید جونیئر ڈاکٹر کو کچھ بریف کر رہی تھی۔ تھکن کے اثرات چہرے پر نمایاں تھے۔ حجاب کے ہالے میں چہرہ سورج کی کرنوں سے چمک رہا تھا، جو شام ہونے سے ٹھنڈی پڑ رہی تھیں، اور چہرے کو مزید چمکا رہی تھیں۔ نیوی بلو سرجیکل سوٹ

میں ہی آج بھی تیار، بائیں ہاتھ میں بریسلیٹ پہنے، اسی ہاتھ کی تیسری انگلی میں رنگ تھا جو دور سے چمک رہا تھا۔ جبکہ دائیں ہاتھ میں پٹی تھی، جو زمان دیکھ کر پریشان ہوا کیونکہ وہ کلائی سے آدھے ہاتھ تک بندھی تھی۔ اسی ہاتھ کی دوسری اور تیسری انگلی میں بھی رنگ تھی۔

زمان کو اندازہ ہوا کہ وہ رنگز کی شوقین ہے۔ بائیں ہاتھ سے فائل پکڑے، دائیں ہاتھ سے کچھ لکھ رہی تھی۔ زمان سے مزید برداشت کرنا مشکل ہوا اور وہ اس کی طرف بڑھا۔

نینا نے بات کے دوران نظر زمان کی طرف اُٹھائی، کچھ پلوں میں آنکھوں کا تصادم ہوا، نینا فوراً رخ موڑ گئی۔

وہ ان دنوں اپنا دھیان بالکل بھی بھٹکانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر زمان کی نظریں اس سے ہٹنے سے انکاری تھیں، اور اب قدم بھی اُس کی سمت ہی اٹھ رہے تھے۔

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کس مٹی سے بنی ہے؟ جب ہاتھ میں درد ہے تو کیوں لکھ کر درد کو اور بڑھا رہی ہے؟ مگر وہ یہ سوال کس طرح پوچھ سکتا تھا؟ ایک پیشنٹ کے دوست کی حیثیت سے؟ نہیں، اگر اُسے بُرا لگ گیا تو؟

زمان اپنے دماغ میں ہونے والی گڈ مڈ کو ٹوٹل اگنور کرتا، نینا کے قریب پہنچا تو باقی ڈاکٹرز اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مجھے ڈاکٹر نینا سے کچھ اہم بات کرنی ہے۔" اس سے پہلے کہ ڈاکٹرز کچھ کہتیں، نینا نے انہیں فائل دے کر بس اتنا کہا۔

"کل میں باقی دیکھ لوں گی۔" ان کا کام ویسے بھی ختم ہی ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر زہاں میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر آگے بڑھ گئے۔

"مسٹر زمان! مجھے آپ کا یہ طریقہ بالکل پسند نہیں آیا۔ میں پیشنٹ نہیں دیکھ رہی ہوں آج، مجھے اور بھی ضروری کام ہیں۔ آپ پلیز اپنے پیشنٹ کو او پی ڈی کی ڈاکٹر کو دکھا دیں۔" ساتھ ہی الٹے ہاتھ کی دو انگلیوں سے ماتھا مسلتی قدم آگے بڑھا گئی۔

"آپ پریشان ہیں؟" زمان بس اتنا ہی بول پایا کیونکہ نینا کے سامنے جب بھی اُس کا منہ کھلا، وہ پاگل ہی بن گیا تھا۔

نینا اس کی بات پر رکی، حیرانی سے اُس کی سمت دیکھی۔ "وہ کیسے جان گیا؟"

زمان اس کی آنکھوں میں حیرانی کا تاثر دیکھتا، سیدھے ہاتھ سے بال سیٹ کرتا، ایک قدم اُس کی طرف بڑھا۔ نینا ابھی بھی اپنے دماغ میں کھڑی تانے بانے بن رہی تھی۔

"میں نے تو اس قسم کی کوئی بات بھی نہیں کی جس سے ظاہر ہو کہ میں پریشان ہوں۔ مجھے فی الحال آپ سے بات نہیں کرنی، آپ جاسکتے ہیں۔"

نینا مڑی، جلدی سے بات مکمل کرتی، آگے بڑھ گئی۔ زمان پہلا انسان تھا جس کو دیکھ کر وہ اپنے الفاظ کھونے لگتی تھی، اور پھر وہ بار بار یاد آتا تھا۔ نینا کو یہ بات بالکل بھی پسند نہیں آرہی تھی۔

جبکہ زمان پیچھا کہاں چھوڑنے والا تھا؟

"آئندہ آنے سے پہلے ایک لسٹ تیار کروں گا جس میں سارے سوال لکھوں گا۔ پتا نہیں ان آنکھوں میں کیا ہے؟ سرجن نہیں، جادوگرنی ہے! آنکھوں سے باتیں کرتی ہے۔" زمان اپنی ہی بات پر مسکراتا کنٹین کی طرف بڑھ گیا۔ اسے مقابل کی کمزوری پتا تھی۔

کچھ ہی دیر میں زمان دو کافی کے کپ پکڑے نینا کے کیبن کے سامنے موجود تھا۔

"May I come in..." زمان نے دروازے پر ناک دے کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔

نینا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی آکر سکون سے بیٹھی اپنا سر مسل رہی تھی، دروازے پر دستک سن کر "آجاؤ" کہا، کیونکہ اُس نے کافی منگوا رکھی تھی۔ زمان دروازہ دھکیل کر اندر آیا، نینا اسی پوزیشن میں تھی۔

زمان نے اس کے سامنے موجود ٹیبل پر کافی رکھی اور کرسی پر اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

"مجھے ایک پین کلر بھی دے جائیں۔" نینا آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتی سیدھی ہوئی جب زمان کی آواز کانوں میں پڑی۔

"آپ کے سامنے ہی ہے۔" نینا جھٹ سے سیدھی ہوئی، پہلے زمان کی طرف پھر کافی کے کپ کے ساتھ موجود پین کلر کو دیکھا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

نینا سر درد کی وجہ سے پہلے ہی چڑی ہوئی تھی، اب زمان کو یہاں دیکھ کر سر کا درد مزید بڑھ گیا۔

"میں آپ کو دیکھنے آیا تھا۔" زمان بے دھیانی میں بول گیا۔

"کیا؟"

"میرا مطلب، میں آپ سے بات کرنے آیا تھا، جو"... زمان ابھی کچھ کہتا جب نینا نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ آنکھیں موند کر فضا میں سانس سپرد کرتی، انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھسا کر ٹیبل پر رکھے، آگے ہو کر بیٹھی۔

"آپ کا ایشو کیا ہے؟" وہ بغیر بحث کے مدعے کی بات کرنا چاہتی تھی، تاکہ جو مسئلہ ہے وہ حل ہو اور وہ چلا جائے۔

"کوئی ایشو نہیں ہے..." زمان معصومیت کے ساتھ سارے ریکارڈ توڑتا، اسی کے انداز میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باندھے، تھوڑا آگے ہو کر بیٹھا۔

نینا اس کی حرکت پر دانت پیستی بولی۔

"کیپٹن! تو آپ یہاں کیا لینے آئے ہیں؟ آپ کی اطلاع کے لیے بتادوں کہ یہ ہسپتال ہے، یہاں مریض آتے ہیں علاج کے لیے، نہ کہ سیر و سیاحت کے لیے، پلیز آپ جائیں، مجھے کام ہے۔" نینا اسی کی طرف دیکھ رہی تھی، جو بہت انہماک سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"میں بھی مریض ہوں، علاج کے لیے ہی آیا ہوں۔"

نینا نے اس کی بات پر صبر کا گھونٹ گلے سے اتارتی بولی۔

"اچھا..." اچھا کو تھوڑا لمبا کھینچ گئی تھی۔ "بتائیں، کہاں تکلیف ہے؟"

"یہاں" زمان دل کی طرف انگلی سے پوائنٹ کرتا بولا۔

نینا کے دل کی دھڑکن مس ہوئی، وہ خود بھی اپنے دل کی کیفیت پر حیران تھی، نظریں بھی خود بخود جھک گئی تھیں، جیسے اس کی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

زمان اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا، ہولے سے سکڑ کر اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ نینا خود کو کمپوز کرتی، پین اور پیپر اٹھا کر اس میں کچھ لکھ رہی تھی، مگر اب زمان کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"کب سے ہے؟ یہ جو بھی مسئلہ ہے؟" گود میں رکھے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے انگلیوں کو مسل رہی تھی۔

"بتاتا ہوں، پہلے آپ پلیز ہاتھ کو مزید تکلیف نہ دیں اور پین کلر لے لیں"... زمان اس انداز میں بولا جیسے بہت اچھے دوست ہوں۔ نینا اس کے ایسے جواب سے ٹھٹک گئی۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کے جانے کے بعد لے لوں گی۔"

"آپ کو میری موجودگی کیا واقعی اتنی بری لگ رہی ہے کہ خود کو مزید تکلیف دے سکتی ہیں محض مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے؟" زمان کے لہجے میں ایک چبھن تھی، جو نینا نے بخوبی محسوس کی تھی۔ نینا خود کو کمپوز کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے، میں اپنے پیشنٹ سے جان نہیں"...

"میں آپ کے پاس پیشنٹ کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں، ڈاکٹر نینا! مریض اور پیشنٹ کے علاوہ بھی رشتے ہوتے ہیں۔" زمان کا لہجہ اس بار سخت ہوا۔

"مثلاً؟" نینا بھی اسی کے انداز میں بولی، ہاتھ پیٹ پر باندھے ہوئے۔

"پیار کا رشتہ، آنکھ بند کر کے اعتبار کا رشتہ، مان کا رشتہ، زندگی بھر ساتھ گزارنے کے لیے اعتماد کا رشتہ، کبھی جب ہم کمزور پڑ جائیں تو ہمارے پیچھے موجود مضبوط حصار کا رشتہ۔ ایسا رشتہ جس سے ہم دل کی ساری باتیں کر لیں جو کسی اور سے نہ کر پاتے ہوں، دو جسم ایک جان کا رشتہ، کیا آپ کے پاس ایسا رشتہ ہے؟"

"میرے پاس ایسا رشتہ ہے... الحمدللہ" یہ کہتے ہوئے نینا کی آنکھوں میں جو چمک تھی، اس سے زمان کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ یعنی وہ یہاں ناکام ٹھہرا تھا۔ اس کے پاس وہ رشتہ نہیں تھا جو نینا کے پاس موجود تھا۔

زمان کی نظر اس کے ہاتھ پر گئی جو اب اپنی رنگ کو چھو رہی تھی اور چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

یہیں زمان کے دل کا کام تمام ہوا، شاید وہ کمیٹیڈ تھی یا انگیجڈ تھی۔ میں نے پہلے پوچھا کیوں نہیں... زمان اپنی سوچوں میں غرق تھا جب نینا کی آواز سنائی دی۔

"آپ نے بتایا نہیں، آپ کو جو مسئلہ ہے؟"

"میرے مرض کا علاج نہیں ہے، اس کا علاج اب دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا"... زمان کچھ سیکنڈ کے لیے رکا۔ "اینڈ سوری، آپ کو میری وجہ سے تکلیف ہوئی، کوشش کروں گا آئندہ یہاں آکر آپ کے سوالیہ نشان نہ بنوں"... زمان کہتا ایک دم سے اٹھا اور "take care" کہتا ہوا سسکی کی آواز کے ساتھ نظریں اس کے ہاتھ پر تھیں، اب وہ پہلے کی طرح اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔ اس کے روم سے باہر آ گیا۔

پیچھے نینا اپنی سیٹ سے کھڑی ہوئی، اسے تو زمان کا ٹوٹا لہجہ، آنکھوں کی تکلیف اور باتیں کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔ اس کو روکنے کے لیے نینا کا دائیں ہاتھ ہوا میں ہی رہ گیا، مگر زمان جا چکا تھا۔

نینا کو اس دفعہ اس کا یوں جانا بہت کھٹک رہا تھا، دل میں عجیب ملال تھا۔ شاید دل، دل کی بات جان گیا تھا۔

کچھ دیر بعد، ٹیبل پر پڑا فون پر رنگ ہوا، نینا نے غائب دماغی سے فون اٹھا کر کان کے ساتھ لگایا، دماغ تو زمان کے رویے پر اٹکا تھا مگر "حیا" کا نام سنتے دماغ کو جھٹکا لگا۔

ہسپتال کی ایمر جنسی ریسپشن کی طرف سے فون موصول ہوا تھا، چند ہی پلوں بعد نینا ہسپتال کی ایمر جنسی میں موجود تھی، اور اس کے بالکل سامنے زمان کھڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر نے حیا کی طرف دیکھا اور پھر اپنے بازو کی طرف۔ حیا نے جھٹ سے بازو چھوڑ دیا اور لفٹ کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر سائیڈ پر بنے سپورٹ کو پکڑ لیا۔

حیدر جب لفٹ میں داخل ہوا تو اس نے حیا سے پہلے ہی 20 فلور پریس کر دیا تھا۔ اسلام آباد کے اس مال میں 20 فلورز تھے، جبکہ اس کے اوپر آفس تھے۔ حیدر نے کسی آفس میں جانا تھا شاید اور حیا نے گراؤنڈ فلور پر۔

حیدر نے بٹن کو بار بار دبایا، مگر لفٹ ایک ہی جگہ اٹکی تھی۔ شاید وہ 10 th فلور پر تھی، سامنے چھوٹی سی سکرین پر فلور کا نمبر ابھر کر بند ہو رہا تھا۔

"ڈیم-اٹ!" حیدر نے زوردار مکا بنا کر دروازے پر مارا۔ "آج کے دن کے ساتھ ساتھ یہ لفٹ بھی بیکار نکلی"...

حیا اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلائی۔ کیا تھا وہ شخص جو اپنا غصہ بے جان چیزوں پر نکال رہا تھا؟

حیدر نے کال ملائی، مگر فون آؤٹ آف کوریج شو کر رہا تھا۔

حیدر نے مڑ کر حیا کی جانب دیکھا، جو ہنوز ایسے ہی دیوار پکڑ کر کھڑی تھی اور نظریں لفٹ کے دروازے کی جانب جمی ہوئی تھیں۔ حیدر نے ایک ہی نظر میں اس کا مکمل جائزہ لیا، جو پرسکون طریقے سے کھڑی تھی اور اب اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

حیدر کو لگا کہ وہ ڈر جائے گی، شور مچائے گی لفٹ کے بند ہو جانے سے، لیکن وہ اس کی سوچ کے متضاد ثابت ہوئی۔ وہ لڑکی اسے ہر دفعہ مختلف طریقوں سے حیران کر دیتی تھی۔

10 منٹ گزر چکے تھے، لیکن لفٹ ہنوز بند تھی۔

"کیا بکواس ہے؟ یہ کوئی کھول کیوں نہیں رہا؟" حیدر نے کچھ دیر پہلے ہی اپنی جیکٹ، جو فرش سے اٹھائی تھی، غصے سے ایک بار پھر فرش پر پھینک دی۔

"ہر بات کا حل غصہ نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر صبر کر لو، کیا پتا کوئی باہر کوشش کر رہا ہو۔" حیا دھیمی آواز میں بولی۔

"اگر کوئی کوشش کر رہا ہوتا، تو محترمہ، تو ہم یہاں 15 منٹ سے بند نہ ہوتے۔" حیدر شرٹ کے بازو فولڈ کرتا مصروف انداز میں بولا۔

"کیا آپ کو ڈر لگ رہا ہے؟" حیا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں مروڑتے ہوئے، فکر مندانہ انداز میں گویا ہوئی۔

حیدر جھٹکے سے اس کی طرف مڑا۔ "تم سے ڈر لگے گا مجھے؟ تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ ہم یہاں لفٹ میں بند ہیں!" حیدر نے اس کی طرف قدم اٹھایا، "یہاں تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے، تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں، اور تم مجھ سے ہی پوچھ رہی ہو؟ Are you Mad? حیدر کا انداز ہتک انگیز تھا۔

حیا کی نظریں بھی اس کی نظروں سے ٹکرائیں اور پھر جھک گئیں۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے، میں جانتی ہوں۔" بہت دھیمی آواز اور پختہ انداز تھا، جو حیدر کو حیران کر گیا۔

"تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔۔۔" حیدر نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم جیسی لڑکیاں لڑکوں کو متاثر کرنے کے لیے کرتی ہو نا یہ سب، اس طرح کی باتیں، یہ حجاب، یہ توجہ حاصل کرنے کے لیے، مگر For your kind information، یہاں دال نہیں گلے گی، اس لیے اب اپنا منہ بند رکھنا، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

حیا نے حیرانگی سے حیدر کو دیکھا۔ آنکھوں میں غصہ، افسوس اور بے یقینی تھی پہلی بار وہ کافی دیر اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ مگر اس دفعہ حیدر اسکی آنکھوں میں دیکھنے کی تاب نا لا سکا۔ اپنی باتوں پر شرمندہ نہیں تھا۔۔۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر پا رہا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی اسکے مقابلے میں زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک اور صاف گو ہے۔ حیا اب ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہوئی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"پتا ہے آپ کو، آپ کا مسئلہ کیا ہے؟" حیا نے دونوں بازو اپنے پیٹ پر باندھے۔ "آپ کو کوئی بھی اپنے پاس نہیں چاہیے۔ کیونکہ آپ کو پتا ہے آپ کے اس دائرے میں جو بھی داخل ہو گا، اسے آپ کے رویے سے تکلیف ہو گی۔ کیونکہ آپ خود تکلیف میں ہیں، اور اپنی تکلیف کم کرنے کے لیے سامنے والے کو بھی تکلیف دے جاتے ہیں، اس لیے آپ پہلے ہی دوسرے انسان کو تکلیف دہ الفاظ کہہ کر اپنے دائرے سے باہر کر دیتے ہیں، تاکہ آپ کی ذات کے متعلق کوئی آپ سے سوال نہ کر سکے۔ آپ کو کسی کو بھی اپنے متعلق جواب نہ دینا پڑے۔

کیونکہ آپ میں انسانیت بہت کم رہ گئی ہے، دل پتھر ہو گیا اور دماغ ماؤف، اس لیے آپ آسانی سے بغیر سوچے سمجھے کسی کا بھی دل دکھا دیتے ہیں، نتیجے کا سوچے بغیر، کیونکہ آپ کو فرق ہی نہیں پڑتا، فرق ان کو پڑتا ہے جن میں کچھ دل بچا ہو یا انسانیت۔

اور آخری بات، کوشش کروں گی کہ کبھی آپ سے دوبارہ سامنا نہ ہو، کیونکہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں، یہ میرے اللہ کے کام ہیں، اور اگر آپ میرے سامنے آئے تو فوراً راستہ بدل لیجیے گا، اس بار آپ کو خود کی توہین کے لیے معاف کر رہی ہوں، اگلی بار نہیں کر پاؤں گی۔"

اٹکی ہوئی لفٹ بھی سٹارٹ ہو گئی تھی اور اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

حیدر اس کی باتوں سے لاجواب ہوتا آہستہ سے لفٹ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موند گیا۔ زبان جیسے تالو سے جا چپکی تھی۔ ایک لڑکی دو ملاقاتوں میں کیسے اتنا جان گئی تھی؟ نہیں، یہ صحیح نہیں ہے، وہ اتنی آسانی سے نہیں سمجھ سکتی مجھے، کوئی نہیں سمجھ سکتا... کیا وہ خود بھی گزری ہے اس سب سے جس سے میں گزرا ہوں؟ اس کے الفاظ اتنے سچے کیوں لگتے ہیں مجھے؟ اس کی باتیں دل پر کیوں لگتی ہیں؟ لفٹ میں بالکل خاموشی تھی اب...

کچھ ہی دیر بعد لفٹ کو دوبارہ بری طرح سے جھٹکا لگا اور وہ نیچے کی طرف گرنے لگی۔ ابھی لفٹ 15 th فلور تک ہی پہنچی تھی۔

حیا کا سر بری طرح لفٹ کے بٹنز کے ساتھ ٹکرایا۔ حیدر کا کندھا سامنے لفٹ کے دروازے کے ساتھ لگا، درد کی ایک لہر پورے وجود میں سرایت کر گئی۔ ابھی زخم کچا تھا اور اس پر دوسری بار جھٹکا لگنے سے تکلیف محسوس ہوئی۔ ایک ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیا اور دوسرے ہاتھ سے حیا کی طرف بڑھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" حیا کچھ نہ بولی۔ حیا کا سر پورا گھوم رہا تھا، لفٹ کے بٹنز پر سر لگنے کی وجہ سے۔

اس کے ماتھے پر کٹ پڑا تھا، جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ دونوں ہی ڈر چکے تھے، لفٹ بہت تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔ حیدر ایک قدم اور اس کی طرف بڑھا۔ حیا اسے اپنے نزدیک دیکھتی پیچھے ہوئی اور وہیں بیٹھ گئی۔

حیدر نے اس کے سفید حجاب پر خون کے دھبے دیکھے۔ حیدر کو اپنا دل بہت تیزی سے دھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔ حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کو دیکھنا چاہا، حیا نے رخ موڑ لیا۔ حیدر نے کرب سے آنکھیں میچیں، پاکٹ سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ حیا نے رومال تھام کر سر پر رکھ لیا، جہاں اس نے اپنا دائیں ہاتھ رکھا تھا۔

"پلیز یہ رکوا دیں، پلیز۔۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔" آنسوؤں سے تر لہجہ، گھبرائی آواز، حیا کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ اس لمحے حیدر واقعی تڑپ رہا تھا، وہ کچھ کر پاتا تو ایک سیکنڈ نہ لگاتا، اسے باہر نکال دیتا۔ اب تو وہ خود بھی گھبرا رہا تھا۔

لفٹ پھر جھٹکے سے رکی۔ جھٹکے لگنے کی وجہ سے لفٹ کی چھت پر بنا شیشہ ٹوٹ کر نیچے گرا۔

حیدر نے جلدی سے جیکٹ حیا کے سر پر پھینکی اور کانچ کا ایک ٹکڑا اس کے جسم میں پیوست ہو گیا۔

حیا ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی، مگر جب اس کی نظر حیدر پر پڑی تو اس کی جان نکل گئی گویا۔

"یہ۔۔۔ کیسے۔۔۔ ہوا؟" حیدر نے تکلیف کے باعث چھت کی طرف اشارہ کیا جو درمیان سے خالی تھی اور کانچ فرش پر بکھرا ہوا تھا۔

"یہ شیشہ نکال دو، پلیز۔" حیدر سے مزید بولا نہیں جا رہا تھا، شیشہ کمر پر گردن کے قریب گھس کر نیچے اتر رہا تھا۔

حیا اپنا درد بھول کر اس کی طرف بڑھی، ساتھ 3-4 دفعہ ایمرجنسی بٹنز پر کلک کرنا نہ بھولی، جو کب سے حیدر بھی کر رہا تھا، مگر بے سود۔ حیا کی آنکھوں سے متواتر آنسو بہہ رہے تھے۔ حیدر کی کالی شرٹ ہونے کی وجہ سے خون اس پر نظر نہیں آ رہا تھا، مگر فرش پر قطرے گر رہے تھے۔

"نہیں، میں نہیں نکال پاؤں گی۔ پلیز، آپ کو ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ لفٹ کھلوائیں، کسی کو فون کریں۔ بہت خون نکل رہا ہے۔۔۔"

"ششششش۔۔۔ کچھ نہیں ہوا۔ رو مت۔۔ اتنا درد نہیں ہو رہا۔۔ ٹھیک ہوں میں۔۔ کوئی کوشش کر رہا ہے، سنو، آوازیں آ رہی ہیں باہر سے۔۔"

"نہیں۔۔ کوئی کچھ بھی نہیں کر رہا۔ ہم کب سے یہاں بند ہیں، مجھے گھر جانا ہے۔۔۔" حیا کی نظریں فرش پر اس کے خون پر ہی جمی تھیں۔

حیدر درد پر قابو پاتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ "یہاں دیکھو۔۔" حیدر کا لہجہ بہت ہی نرم تھا۔ شاید کسی اور حالات میں ہوتے تو حیا یقین نہ کرتی۔

حیا نے اپنی ہری، آنسوں سے بھری آنکھیں اٹھا کر حیدر کو دیکھا، حیدر نے پہلی بار اس کی آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ دل آج اس کا دھڑک دھڑک کر اپنے ہونے کا ثبوت دے رہا تھا۔۔ حیدر نے دل پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہو گا، ابھی ہم باہر نکل آئیں گے، رونا بند کرو۔" دھک سے لفٹ کا دروازہ کھلا۔

حیا اور حیدر کو لگا کہ لفٹ پھر سے چلنے لگی ہے۔ حیدر نے دیوار کا سہارا لیا، جبکہ حیا نے ساتھ کھڑے حیدر کا بازو تھام لیا۔ حیدر نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں ہوا، دیکھو، دروازہ کھل رہا ہے۔" اس کی آواز تھی۔

نینا نے جو آنکھیں میچ لی تھیں، حیدر کی بات پر دروازہ کی طرف دیکھا۔ تشکر کے دو آنسو اس کی آنکھوں سے مزید گرے۔

لفٹ آدھے اوپر کے فلور میں اور آدھے نیچے کے فلور میں پھنسی تھی۔ اوپر تھوڑی سی جگہ تھی جہاں سے ان دونوں نے باہر جانا تھا۔ باہر سے ان کو آنے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ حیدر نے حیا کو آگے کیا۔

"نہیں، پہلے آپ انہیں نکالیں، ان کی کمر پر بہت شیشے لگے ہیں۔۔"

سامنے کھڑے گارڈ نے اور دو آدمیوں نے ہاتھ آگے کیے، انہیں کھینچنے کے لیے۔

"جلدی کریں، لفٹ میں خرابی ہے، زیادہ وقت نہیں ہے۔۔"

"چلو۔۔"

حیدر نے ضد نہیں کی کیونکہ اس کی آنکھوں میں واضح پیغام تھا کہ وہ اس کے بعد ہی جائے گی۔ حیدر نے اس کے بازو چھڑوا کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ حیا نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"گھور بعد میں لینا۔ چلو فوراً جیسے ہی میں اوپر جاؤں فوراً سے تمہیں کھینچوں گا، ایک جمپ کرنا، تمہیں اوپر کھینچ لوں گا۔۔۔"

حیدر لمبا ہونے کی وجہ سے آرام سے چڑھ گیا تھا، جبکہ دائیں ہاتھ حیا کے ہاتھ میں ہی تھا۔

لفٹ پھر سے سٹارٹ ہوئی، گارڈز نے حیدر کو کھینچ کر پیچھے کیا ورنہ اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ جاتیں۔۔

اور اسی اثنا میں حیدر سے حیا کا ہاتھ چھوٹ گیا اور شاید اس کی سانسیں بھی۔۔۔حیدر بہت بری طرح چلایا، اور لفٹ کی طرف بھاگا۔۔ دماغ جیسے کام کرنا بند ہو چکا تھا۔۔اپنے ارد گرد شور شور ہی سنائی دے رہا تھا۔۔اور وہ ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆

ایمبولنس سائرن کی آواز کے ساتھ MH ہسپتال کی ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے آ کر رکی۔ سٹیچر سے دو لوگوں کو اتار کر تیزی سے اندر لے جایا جا رہا تھا۔۔ایک کی سانسیں چل رہی تھیں جبکہ دوسرے کی تھم رہی تھیں۔۔۔

نینا جو ہسپتال میں اپنے آفس میں موجود تھی، اسے بھی اطلاع کر دی گئی تھی کہ اس کی جان سے عزیز بہن زندگی کی بازی ہار رہی ہے۔۔۔ ہسپتال میں رہنے کی وجہ سے حیدر کی پہچان بھی سب کو تھی۔ جب وہ مشن کے دوران لگنے والی گولی کی باوجود حیران کن طور پر خود چل کر آپریشن تھیٹر گیا تھا۔ اس کے ڈیٹا میں موجود زمان کا نمبر تھا جسے فون کر دیا گیا، جو ہسپتال میں ہونے کے باعث وہاں پہنچ چکا تھا۔

"کیا ہوا ہے حیدر کو؟؟ کہاں ہے وہ؟؟ یہاں کون لے کر آیا؟؟"زمان نے ایک ہی سانس میں کتنے سوال کر ڈالے تھے۔ زمان کی آواز کانپ رہی تھی۔

"سر! وہ سامنے ہیں، ڈاکٹر انہیں دیکھ رہی ہیں۔ اور ان کو یہاں مال کے دو سیکیورٹی گارڈ ایمبولینس کے ہمراہ لے کر آئے تھے، انھوں نے بتایا کہ وہ خراب لفٹ میں داخل ہو گئے تھے جو انڈر ریپیئر تھی۔ اور لفٹ میں ٹیکنیکل خرابی کی وجہ سے وہ ٹوٹ گئی۔ مگر بروقت بچا لیا گیا۔۔"

زمان کی نظر پردے کے اس پار حیدر پر پڑی۔۔ خون سے لت پت تھا اور کانچ کے کئی ٹکڑے کمر میں دھنسے ہوئے تھے۔ زمان نے کرب سے آنکھیں میچیں۔ یہ سب اس کے ساتھ ہی کیوں ہو رہا تھا؟

"اللہ! میرے یار کو سکون کی زندگی دے، میرے رب! اس کے لیے آسانیاں کر دے۔۔" زمان کے دل سے دعا نکلی۔

نرس بتا کر جا چکی تھی۔۔ حیدر کو دیکھ کر آنسو اس کی آنکھ سے نکلا جسے وہ جلدی سے ہاتھ سے رگڑ گیا۔

"کچھ نہیں ہو گا، ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا، کچھ نہیں ہو گا۔۔" زمان منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہا تھا۔ کاش یہ سب خواب ہو۔۔

اتنی ہی دیر میں ڈاکٹر نے جلدی سے آپریشن تھیٹر لے جانے کا کہا۔۔ حیا کو پہلے ہی آپریشن تھیٹر لے جایا جا چکا تھا۔ نینا جیسے ہی ایمرجنسی میں پہنچی، سانس بہت پھولا ہوا تھا، وہ سیڑھیوں سے پاگلوں کی طرح بھاگتی ہوئی یہاں پہنچی تھی۔ ڈاکٹر کرن اس کی حالت دیکھتی اس کے پاس گئیں۔۔

"نینا، came down بیٹا! کچھ نہیں ہوا۔۔ ان شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گی، ڈاکٹرز اپنا کام کر رہے ہیں۔۔"

"کہاں۔۔ ہے۔۔۔ گڑیا۔۔ وہ ٹھیک ہے نا؟؟" نینا کو یہ سوال اپنی زندگی کا سب سے مشکل سوال لگا تھا اور اس کا کڑوا جواب وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ آنسوؤں کی لڑیوں کی صورت میں بہتے جا رہے تھے۔۔

"آپریشن تھیٹر لے کر گئے ہیں۔۔ سر پر بری طرح چوٹ آئی ہے۔۔۔"

"مجھے اس کے پاس جانا ہے، اسے ضرورت ہے میری۔۔" نینا اٹھ کر کھڑی ہوئی۔۔

"نہیں نینا! تم وہاں نہیں جا سکتی۔ رولز تم جانتی ہو۔ وہ تمہیں نہیں جانے دیں گے، تمہاری کنڈیشن ہے آپریشن کرنے کی۔ پہلے خود کو سنبھالو بیٹا! دعا کرو۔۔"

ڈاکٹر کرن اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ اس ہسپتال کی کافی پرانی ڈاکٹر تھیں۔۔ نینا کو اور حیا کو اچھے سے جانتی تھیں۔۔ نینا کو یہ الفاظ کسی ہتھوڑے کی طرح اپنے سر پر لگتے محسوس ہوئے تھے۔ اکثر یہی کہتی تھی وہ پیشنٹ کے لواحقین سے حوصلہ رکھیں، دعا کریں۔۔ مگر جب خود کی باری آئی تو کہاں گیا حوصلہ؟ کہاں ہیں دعا کے الفاظ؟ کچھ بھی تو یاد نہیں۔ دماغ تو ماؤف ہو چکا ہے۔

زمان جو مال کے اونر کی خبر لینے جا رہا تھا، تیزی سے باہر کی طرف بڑھا مگر نینا کو وہاں اجڑی حالت میں دیکھ کر رک گیا۔۔۔ بکھرا حلیہ، سوجی آنکھیں اور حجاب بھی ڈھیلا ہو چکا تھا۔۔ مگر سر پر ہی موجود تھا۔

زمان تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا ہے ڈاکٹر نینا کو؟؟" کرن نے حیرانی سے زمان کی طرف دیکھا۔

"آپ کون؟؟"

"میں۔۔۔"

زمان کو کچھ نہ سوجھا، کیا جواب دے؟ وہ واقعی کون تھا اس کا؟ دماغ تو پہلے ہی حیدر کی حالت دیکھتے کام کرنا چھوڑ چکا تھا۔

اس کو نینا کی کہی ہوئی بات اب سمجھ آئی۔ "میرے لیے سوالیہ نشان نہ بنیں۔ پلیز"

"کوئی نہیں۔" زمان نے بہت ہی آہستہ سے کہا۔۔

ساتھ ہی ایمرجنسی میں اور کیس آئے، ڈاکٹر کرن کو وہاں سے جانا پڑا۔

"آپ ان کے فرینڈ ہیں تو کچھ دیر یہاں ٹھہریں۔ میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔۔"

انھوں نے شاید زمان کی بات سنی ہی نہیں۔۔

مگر نینا نے "کوئی نہیں" بخوبی سنا تھا۔

نینا جو گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی، سر کو ہاتھوں میں تھام لیا۔۔ اب نینا کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ دو ہی رشتے اس کے پاس بچے تھے جو اسے اپنی جان سے پیارے تھے۔۔ ایک بابا اور ایک حیا، اس کی گڑیا، جسے کھونے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔

زمان جلدی سے گیا، گلاس میں پانی ڈال کر لایا اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ پانی پی لیں۔۔"

نینا نے آنسو سے بھری آنکھیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ زمان نے نگاہیں جھکا لیں۔۔

وہ کوئی بھی مسئلہ نہیں بنانا چاہتا تھا اس کے لیے۔۔ مگر اس کے اس طرح ایمرجنسی میں گھٹنوں کے بل بیٹھنا لوگوں کو بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔۔۔

"کیپٹن! پلیز یہاں سے اٹھیں۔۔۔" نینا ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"پہلے آپ پانی پیئں۔" زمان نے گلاس اس کی طرف بڑھایا۔۔

نینا نے جھٹ سے تھام لیا۔

"پلیز اٹھ جاؤ، مجھے شرمندہ نہ کریں۔۔" زمان آرام سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

"سوری۔" نظریں اس کی آپریشن تھیٹر پر گئیں جہاں سے کوئی باہر نہیں آیا تھا۔

ایمرجنسی میں ساتھ ہی آپریشن تھیٹرز بنائے گئے تھے۔۔

نینا ایمرجنسی کے باہر ٹیرس میں آ گئی۔۔ اسے اندر سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ ہسپتال کے لوگ، آوازیں سب بہت برا لگ رہا تھا۔ نینا نے چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ گہرے نیلے رنگ کے بادل اور ان کی اوٹ سے نکلتا چاند، دور دور تاروں کا نام ونشان نہ تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھ رہی تھی۔ بادل جیسے برسنے کو تیار تھے۔۔ منظر خوبصورت تھا مگر ہر انسان کی آنکھ پر منحصر ہے کہ وہ کس نظر سے دیکھ رہا ہے۔۔ کسی کو یہ منظر خوبصورت لگ سکتا ہے اور کسی کو کالی سیاہی جیسا۔۔ آنکھ آنکھ کا فرق ہے بس۔۔۔

زمان اور نینا کے لیے یہ رات کالی سیاہ راتوں سے کم نہ تھی۔۔ زمان بھی باہر آ گیا۔۔

نینا کی کمر زمان کی طرف تھی جو سامنے بنے سنگ مرمر کے بنچ پر بیٹھی تھی اور اس کے دائیں بائیں چار سے پانچ قدموں کے فاصلے پر دو، دو اور بینچ موجود تھے۔ بینچز کے قریب چھوٹی سی دیوار تھی جس کے پیچھے سے نیچے کا ویو نظر آ رہا تھا۔ ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ کو تھوڑا اونچا بنایا گیا تھا۔ ایمرجنسی میں ایمبولینس مریض کو اتار کر ایمرجنسی کے نیچے بنی پارکنگ میں چلی جاتی تھی۔ اونچا ہونے کے باعث بینچ پر بیٹھے سامنے کا منظر کچھ یوں تھا: دور دور آتی جاتی گاڑیوں کی رات کے اندھیرے میں رنگ برنگی روشنیاں حسین منظر پیش کر رہی تھیں۔

نینا بینچ پر بیٹھے سامنے روڈ پر غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ زمان اس کے پاس بینچ کے ساتھ موجود دو سے تین قدموں کے فاصلے پر دوسری بینچ پر بیٹھ گیا اور سامنے دیکھنے لگا۔

"آپ کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا؟" زمان نے ایک نظر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا جس پر پٹی اتر چکی تھی۔

زمان نے بات کی شروعات کی۔ اسے دیکھ کر زمان کا دل کٹ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا، وہ اس سے کھل کر باتیں کرے، دل ہلکا کرے مگر ایسے خاموش نہ رہے۔ مگر زمان بغیر کسی رشتہ یا سودے سے بہت سی توقعات لگا بیٹھا تھا، بغیر انجام کی پرواکیے۔

نینا اس کی آواز سن کر ہوش کی دنیا میں لوٹی۔

"آپ کو یہاں رکنے کی ضرورت نہیں ہے، میں خود کو سنبھال سکتی ہوں۔" نینا نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا کیونکہ وہ فل ٹائم اکیلا رہنا چاہتی تھی۔

"میں تو یہاں اپنے لیے رکا ہوں کیونکہ میں خود کو نہیں سنبھال سکتا۔" زبان نے بغیر اسے دیکھے کہا۔

نینا اس بات پر حیران ہوئی۔

" آپ اتنی آسانی سے ایسی باتیں کر جاتے ہیں، بغیر سوچے سمجھے۔ مقابل پر ان باتوں کا کیا اثر پڑے گا؟ آپ کی باتیں پسند آئیں گی بھی یا نہیں؟ کیا آپ لڑکی سے ایسی بات کرتے ہیں؟ اتنے ہی کیشول ہیں آپ؟۔۔ مگر میں ایسی نہیں ہوں، کیپٹن شیر زمان۔ میرے کچھ اصول ہیں، کچھ حدود ہیں جو آپ چاہ کر بھی توڑ نہیں سکتے۔" نینا نے اپنی فرسٹریشن ساری اس پر نکال دی۔

زمان اس کی بات سن کر ہولے سے مسکرایا۔ یہی تو وہ چاہتا تھا کہ وہ بولے، اندر ہی اندر نہ گھلے۔۔

"میں آپ کی حدود کی قدر کرتا ہوں، اس لیے ایک بینچ کے فاصلے پر بیٹھا ہوں۔" زمان نے چند ہی الفاظ میں بہت کچھ باور کروادیا تھا۔

نینا نے اس کی طرف دیکھا، اب زمان بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

سچی تو کہہ رہا تھا وہ، اس نے کب اس کی حدود کو توڑا یا توڑنے کی کوشش کی؟ وہ ہمیشہ فاصلہ بنا کر ہی چلتا آیا تھا اس کے ساتھ۔۔۔ نینا اسے یوں ہی دیکھتی جا رہی تھی۔

"ایسے مت دیکھیں، خود سے کیے عہد ٹوٹ جائیں گے ورنہ۔" اس کے جواب پر نینا سٹپٹا کر رخ موڑ گئی۔۔۔

زمان پیچھے بینچ کی ٹیک سے لگا کر آنکھیں موند چکا تھا۔ اسے نینا کی آواز سنائی دی تھی۔ امید نہیں تھی وہ خود اسے کچھ کہے گی۔

"آپ یہاں کیوں رکے ہیں؟" زمان اس کی بات پر سیدھا ہو بیٹھا۔

"دو لوگوں کی وجہ سے۔۔ وہ میرے دل کی سرزمین پر کمند لگا کر بیٹھے ہیں۔ ایک میری طاقت ہے اور ایک کمزوری بنتی جا رہی ہے۔" نینا اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب اذان کی آواز سنائی دی۔ زمان اٹھا اور چلا گیا، نماز کا وقت ہو رہا تھا۔

نینا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ وہ ہمیشہ یوں ہی کرتا تھا، اسے اپنی باتوں میں الجھا کر خاموشی سے چلا جاتا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد دونوں آپریشن تھیٹر کے سامنے موجود تھے، دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ نینا کی وقفے وقفے سے سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ دونوں کرسیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔

"آپ کا کون ہے اندر؟" زمان پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"میری چھوٹی بہن۔۔۔" نینا آنسوؤں کو اندر اتارتی ہوئی گویا ہوئی۔ "ایکسیڈنٹ ہوا ہے، مجھے ڈیٹیل نہیں پتا۔۔۔" نینا کو ابھی صحیح وجہ معلوم نہیں تھی، نہ ہی ابھی اس کی ایسی حالت تھی کہ وہ معلومات اکٹھی کرتی پھرتی۔ اسے بس حیا کے باہر آنے کا انتظار تھا۔

" ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی، روئیں نہیں۔ دعا کریں۔ دیکھیں، میرا جان عزیز دوست ہے اندر، میں کوئی رو رہا ہوں۔۔۔" یہ کہتے ہوئے زمان کی آواز رندھ گئی تھی۔۔۔ نینا نے حیرانگی سے سر اٹھا کر زمان کو دیکھا۔۔۔

آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا، حیدر کو سٹیچر پر لے کر آ رہے تھے۔ زمان ان کی طرف بڑھا۔۔

نینا اس کے ساتھ اٹھی مگر سامنے شخص کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔۔۔ بے ساختہ قدم اس کی سمت اٹھے۔

زمان ڈاکٹر سے حیدر کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہیں وہ اب؟ شیشہ نکال دیا گیا ہے۔۔۔"

" ابھی انہیں آئی سی یو میں شفٹ کر رہے ہیں، گولی کی جگہ پر لگے سٹیچز بھی خراب ہو چکے تھے اور اب کمر پر 15 ٹانکے لگے ہیں۔ سوفٹ ویئنز ڈیمج نہیں ہوئیں، الحمدللہ۔ امید ہے صبح تک ہوش میں آ جائیں گے۔" ڈاکٹر بتا کر جا چکا تھا۔

نینا ہکا بکا کھڑی تھی۔ اس کو یاد تھا جب حیدر گولی لگوا کر آیا تھا تو زمان کی کیا حالت تھی، مائیگرین کا اٹیک ہوا تھا اور بی پی بھی بہت ہائی تھا۔ تو اب اس کی حالت کیسی ہو گی؟ انسانیت کے ناطے ہی سہی، پوچھ ہی لینا چاہیے تھا وہ یہاں کیوں ہے؟ جبکہ انہوں نے انسانیت بہت اچھے سے نبھائی ہے۔ نینا دل ہی دل شرمندہ ہوئی اپنے رویے پر۔۔۔

آپریشن تھیٹر کے ساتھ ہی آئی سی یو تھا، زمان حیدر کے سٹیچر کے ساتھ ہی چلتا ہوا آئی سی یو تک گیا۔ اس کو اندر لے گئے تھے۔ آئی سی یو اور آپریشن تھیٹر کی ویٹنگ ایریا ایک ہی تھی، سامنے آئی سی یو اور آپریشن تھیٹر تھا۔ زمان وہیں سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا۔

نینا حواس باختہ چلتی ہوئی اس تک پہنچی اور اس کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔ پہلی بار وہ اس کے اتنے قریب آئی تھی۔

"کیپٹن! آپ ٹھیک ہیں؟ میجر کو کیا ہوا ہے؟ ابھی کچھ دن پہلے تو وہ یہاں سے زبردستی ڈسچارج لے کر گئے تھے، اور اب اس حالت میں؟" نینا کی آواز میں فکر مندی نمایاں تھی۔ اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

زمان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھیں سرخ تھیں، شاید وہ خود کو رو کے ہوا تھا۔

"وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے، ضدی کہیں کا، اسے کسی کی پرواہ نہیں، خود کی بھی نہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ وہ اتنے زخم کھا کر بھی کیسے جی لیتا ہے؟ اور ہر دفعہ تقدیر اسے اور زیادہ درد دیتی ہے تاکہ وہ پہلے والی تکلیف بھلا سکے اور نئی کو محسوس کرے۔"

نینا حیرانی سے اس کی باتیں سن رہی تھی، اور پھر وہ اس کا 'آنسو...'

نینا کی بھی آنکھیں بہہ رہی تھیں، زمان کے الفاظوں سے اس کا درد واضح تھا۔ اور نینا جو اسے سن رہی تھی، اس کی تکلیف دل پر محسوس کر رہی تھی۔ عجیب احساس سے آج وہ روشناس ہوئی تھی، جب ایک دفعہ اس نے اپنے بابا کو روتے دیکھا اور آج دوسرے مرد کو جو کیپٹن شیر زمان تھا۔

"انشاءاللہ! صبح تک ہوش میں آجائیں گے، آپ پریشان نہ ہوں۔"

نینا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا، وہ کن الفاظ میں اس کو دلاسا دے کے سکون میں کر دے۔

زمان دماغ میں آتی سوچ کے تحت اٹھا اور ایمرجنسی سے باہر چلا گیا۔ اسے ایک کام مکمل کرنا تھا۔

نینا نے اسے یکدم سے اٹھتے اور جاتے ہوئے دیکھا۔

زمان ایمرجنسی سے باہر نکل کر ہسپتال سے ہی باہر آ گیا تھا۔ اس کا دماغ میں اب بہت سے سوالات چل رہے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ حیدر کے ساتھ جو بھی ہوا، یہ حادثہ نہیں تھا۔ زمان نے کال ملائی

"السلام علیکم بیٹا! اس وقت خیریت؟"

"وعلیکم السلام! موم! خیریت نہیں ہے، اس لیے آپ کو فون کیا ہے۔"

نگار فاطمہ جو اس وقت بھی اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہی تھیں، زمان کا فون دیکھ کر پریشان ہوئیں۔

"اللہ خیر کرے بیٹا! سب ٹھیک تو ہے نا؟ حیدر کیسا ہے؟ وہ ٹھیک ہے؟"

زمان نے حیدر کے نام سے آنکھیں میچیں، وہ جانتا تھا اب ان کا ردعمل کیا ہونے والا ہے۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کا آپریشن ہوا ہے، آئی سی یو میں۔۔۔" نگار فاطمہ جو فون کان کے ساتھ لگائے روم سے باہر نکل آئی تھیں، زمان کی بات سنتے ہی ان کے چلتے قدم رکے۔

"کس... کس چیز کا آپریشن؟ ابھی کچھ دن پہلے تک تو وہ ٹھیک تھا، اب کیا ہو گیا زمان؟ کیوں وہ کرتا ہے خود کے ساتھ ایسا؟ کیا ہوا ہے، بیٹا؟ بتاؤ مجھے۔"

"وہ... موم، ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس کی کمر پر چوٹ آئی ہے، اب وہ بہتر ہے۔ مگر ضروری بات یہ ہے کہ یہ کوئی حادثہ یا ایکسیڈنٹ نہیں تھا، یہ جان کر کروایا گیا ہے۔"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"کیونکہ موم، کافی دنوں سے وہ اپنے ماضی کو ٹٹولنے کی کوشش کر رہا تھا، جس سے وہ انجان تھا۔ اور آپ جانتی ہیں اچھے طریقے سے کہ اگر وہ یہ بات جان گیا تو اس میں کس کس کا نقصان ہے۔ تو لازمی اسے روکنے کے لیے یہ قدم اٹھایا گیا ہو گا۔ I am 100% sure." زمان کا لہجہ مضبوط تھا۔

"ٹھیک ہے، میں آتی ہوں، وہاں بات کرتی ہوں اسے اور یہ جو بھی ہے، انہیں بھی دیکھ لوں گی۔"

"نہیں مام! آپ کو آنے کی ضرورت نہیں، آپ صرف پتہ لگائیں کہ یہ سب کون کر رہا ہے۔ باقی میں حیدر کو سنبھال لوں گا، آپ فکر نہ کریں۔ میں اب اسے ایک منٹ کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا، چاہے جتنی ضد کرے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا! جیسے ہی حیدر کو ہوش آئے، میری اس سے بات کروا دینا اور اسے ایک بات کہنا تھوڑا سا اپنی ماں پر ترس کھا لے"...

بادل گرج، گرج کر اب برسنے کو تیار تھے۔ زمان نے فون واپس پاکٹ میں ڈالا اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا۔ ایک بوند اس کے ہاتھ پر گری، پھر دو، تین، اور لگاتار بارش گرتی رہی۔

وہ مشکل سے ایمرجنسی تک پہنچا مگر سارا بھیگ چکا تھا۔ قدم روکے اور پارکنگ کی جانب بڑھ گیا۔ کافی حد تک گیلا ہو چکا تھا، اب اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا تاکہ کپڑے بدل کر کچھ کھانے کے لیے لا سکے۔ یک دم اسے نینا کا خیال آیا۔ وہ ایسے ہی وہاں سے اٹھ آیا تھا، جبکہ وہ اسے کچھ کہہ رہی تھی... "شٹ یار، زمان، حد کرتا ہے، کم سے کم بتا ہی آتا... کیا سوچ رہی ہو گی؟" زمان ماتھا مسلتا گاڑی کی طرف بڑھا۔

بارش اب زور و شور سے بہتی جا رہی تھی، پارکنگ سے گاڑی نکال کر روڈ پر نکل آیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ گھر کے سامنے موجود تھا۔ رات کے وقت ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی، بمشکل ہسپتال سے گھر کا فاصلہ 15 منٹ کا تھا۔ گاڑی لاک کرتا گھر کے اندر گیا۔

خاموشی کا راج تھا، بس بارش کی آواز ہر سو سنائی دے رہی تھی۔ زمان آگے بڑھا، جب سکینہ بی کی آواز کانوں سے ٹکرا گئی۔

"زمان بیٹا! کہاں رہ گئے تھے؟ حیدر بھی واپس نہیں آیا؟ مجھے بہت فکر ہو رہی تھی"...

زمان ان کی طرف مڑا۔

"ابھی تک جاگ رہی ہیں آپ؟؟ مجھے معاف کر دیں۔ حالات اس طرح کے ہو گئے تھے، مجھے آپ کو بتانا یاد نہیں رہا۔ میں شرمندہ ہوں۔" زمان واقعی ہی پشیمان تھا، کیسے بھول گیا کہ جب تک وہ دونوں واپس نہیں آتے تھے، اس وقت تک سکینہ بی ان کا انتظار کرتی تھیں۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! آج دیر ہو گئی نا کافی۔ تو دماغ میں وسوسے آ رہے تھے۔ نگار کو بھی فون نہیں کر سکتی تھی، اس کے کام کی نوعیت ایسی ہوتی ہے پریشان ہو جاتی..." وہ اب ٹیبل کی طرف بڑھ رہی تھیں، زمان کے لیے کھانا لگانے۔

زمان ان کی طرف بڑھا اور دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر صوفے پر لا کر بیٹھایا۔

"یہاں آئیں، آپ نے کھانا کھایا؟" زمان ان کے گھٹنوں میں بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ سکینہ بی کے ہاتھ میں تھے۔

"جب تک بچے بھوکے ہوں، ماں کیسے پیٹ بھر کے کھا سکتی ہے؟" سکینہ بی نے اس کے بالوں میں ہاتھ چلایا۔

زمان نے ان کی گود میں سر رکھ لیا۔ بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ممتا سے بھری نرم آغوش ملی تو وہیں ٹک گیا۔

"حیدر کہاں ہے؟"

زمان کی آنکھوں سے آنسو بے ساختہ بہتے جا رہے تھے۔ جب وہ کچھ دیر نہ بولا تو سکینہ بی نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ اس کا سیدھا کیا، آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے شیر؟ کیوں رو رہے ہو ایسے؟ میرا بچہ اتنا کمزور تو نہیں ہے، مطلب معاملہ زیادہ خراب ہے؟ حیدر کہاں ہے بیٹا؟ کیا پھر کچھ..." وہ کہتے کہتے رکیں۔ "مجھ میں اب اتنی طاقت نہیں بچی، میرے بچے، کیوں مجھے میرے وسوسے سچے لگ رہے ہیں؟"

"اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے بڑی ماں..." زمان نے بغیر کسی لگی لپٹی کے سیدھا جواب دیا، آواز میں ناراضگی کا عنصر تھا۔ "ہم اتنے سب کے باوجود بھی اسے زندگی کی طرف نہیں لا پائے، آپ کا لاڈلا ہر وہ کام کرتا ہے جس سے اس کی جان خطرے میں پڑے۔ وہ ان کے پاس جانا چاہتا ہے، جو اس دنیا میں نہیں، اسے زندہ انسانوں کی کوئی قدر نہیں، کوئی اس سے کتنا پیار کرتا ہے، اس کے لیے کتنا پریشان ہوتا ہے، کوئی سروکار نہیں۔ وہ خود غرض ہے بڑی ماں، بہت..." زمان نے چہرہ ان کی جانب کیا۔ "آپ جانتی ہیں نا جب وہ یہاں آیا، میں کتنا خوش تھا؟" زمان نے ان سے سوال کیا۔

"ہاں، میرے بچے! میں جانتی ہوں، شیر زمان نے بڑے بھائی ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اپنی پسندیدہ چیزیں بھی اس کے قدموں میں رکھ دیں تاکہ وہ مسکرائے"...

"تو، وہ کیوں کرتا ہے ایسا بڑی ماں پھر؟ دل کو کیوں پتھر کیے ہے؟ کیوں انتقام کی راہ میں بھٹک رہا ہے؟" زمان کے سوال آج ختم ہونے کو نہ تھے۔

"شیر! تم اس کی فکر میں بیٹا اسے غلط جج کر رہے ہو۔ وہ شروع سے ایسا نہیں تھا۔ اسے حالات نے ایسا کر دیا ہے۔ بہت صابر بچہ ہے، مگر وقت نے بھٹکا دیا۔ بیٹا! جو نرم دل کے مالک ہوتے ہیں نا، ان کے لیے پتھر دل بننا آسان نہیں ہوتا۔" زمان انہیں بس خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس وقت ان کے الفاظوں کے سامنے اس کے جملے بے معنی تھے۔

"یوں مایوس نہ ہو، زندگی تو کہیں سے بھی شروع کی جاسکتی ہے۔ کیا پتا اب اس کا یہی مقام ہو، یہی ٹھہراؤ ہو۔ اس نے اپنے ماں باپ کو کھو دیا بہت چھوٹی عمر میں۔ بچپن کی یادیں اور بچپن کی باتیں ساری عمر ہمارے دماغ میں نقش ہوتی ہیں، اور ہم جا کر بھی اس کو اپنی یادوں اور اپنے خیالوں سے نکال نہیں سکتے۔

اس کی جگہ رہ کر سوچو بیٹا۔۔۔ !وہ کیسے زندگی گزار رہا ہے۔ بہت کرب جھیلا ہے اس نے پورا سال۔ بہت روتا تھا، چیختا تھا، اس لیے تو اب خاموش ہے۔

اور رہی تکلیف کی بات، تو ہر تکلیف، سکھ دکھ، درد صرف اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان چاہے جتنی مرضی کوشش کر لے خود کو تکلیف پہنچانے کی، اپنی جسم سے روح کو آزاد کرنے کی، پر جب تک اس میں اللہ کی مصلحت شامل نہیں ہوگی، تب تک وہ کامیاب نہیں ہوگا، اور وہ بار بار بچ کر آتا رہے

گا۔ وہ خود کچھ نہیں کر رہا اپنے ساتھ۔ اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہے۔ تم اس کے لیے دعا کیا کرو اور صبر سے کام لو۔ میرا دل کہتا ہے، ایک دن وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گا۔" سکینہ بی نے پیار سے زمان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ "جاؤ، کپڑے بدل لو، کھانا لگاتی ہوں۔" زمان اٹھا تو سکینہ بی بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

زمان ان کے گلے لگ گیا۔

"Thank you. You are the best mother in the world."

"وہ تو میں ہوں! تم لوگوں کی ماں جو ہوں۔" ان کے الفاظوں میں ٹھہراؤ اور بہت نرمی تھی۔

زمان مسکرا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کافی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ گرم پانی سے شاور لے کر نکھرا نکھرا سا باہر نکلا۔ بلیک پینٹ کے ساتھ بلیک ہی شرٹ پہنے، ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بالوں کو سیٹ کر رہا تھا۔ الماری سے گرے رنگ کا لانگ کوٹ نکال کر پہنا، نیچے گرے ہی لونگ شوز، اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

بارش کے باعث ہوا میں خنکی کا مزید اضافہ ہوا تھا۔ اچھے سے خود کو کور کیے واپسی کے لیے تیار تھا۔

سکینہ بی ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا کر اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

"آجاؤ بیٹا! کھانا ٹھنڈا نہ ہو جائے۔"

زمان نے کرسی گھسیٹی اور ان کے ساتھ بیٹھا۔ ایک پلیٹ تیار کر کے ان کو دی۔

"چلیں شروع کریں۔" دوسری سپون سے ان کی پلیٹ سے ہی چاولوں کا نوالہ لیا۔

"تم پلیٹ نہیں بناؤ گے؟"

"نہیں بڑی ماں! بھوک نہیں ہے۔ کھانا پیک کر دیں، ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں بھی چلوں گی۔"

"نہیں، آپ ریسٹ کریں گی، اور ضد نہیں کریں گی۔ طبیعت خراب ہو جائے گی۔ ویسے ہی سارا دن ہمارے آگے پیچھے ہلکان ہوتی رہتی ہیں۔ صبح جب حیدر کو ہوش آجائے گا، تو بتاؤں گا۔ اس کے لیے جو بھی ڈاکٹر نے کہا، بنوا کر لے آیئے گا۔"

"چلو، صحیح ہے۔"

کچھ ہی دیر بعد زمان ان سے کھانا لیتا گاڑی میں موجود تھا۔

15 منٹ کی مسافت کے بعد وہ دوبارہ ہاسپٹل پہنچا اور اب اس کی منزل ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ تھی، جہاں پر حیدر کو رکھا گیا تھا۔ تقریباً اسے گئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ وٹینگ ایریا میں پہنچا، وہاں صرف ایک دو عورتیں ایک سائیڈ پر بیٹھی تھیں۔ ایمرجنسی میں بھی اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔

آئی سی یو کی طرف بڑھا۔ حیدر ایسے ہی بے سدھ سو رہا تھا۔ آئی سی یو میں زیادہ دیر رکنا الاؤنہ تھا، زمان کچھ دیر بعد باہر نکل آیا۔ اسے اب نینا کو ڈھونڈنا تھا، پوچھنا تھا کہ ان کی بہن ٹھیک ہیں یا نہیں۔

آئی سی یو سے ایک نرس باہر آئی، زمان ان سے پہلے بھی مل چکا تھا۔

"حیدر ٹھیک ہے؟"

"جی، جی سر! وہ ٹھیک ہیں۔"

"اچھا۔۔" زمان کو سمجھ نہ آئی کہ نینا کے متعلق کیسے پوچھے۔

"اور ڈاکٹر نینا کی بہن؟ میرا مطلب، آپریشن ہو گیا؟" نرس نے دائیں بائیں دیکھا۔

"ڈاکٹر نینا ٹھیک نہیں ہیں، سر۔۔۔!" نرس نے بڑے رازدانہ انداز سے بتایا۔ ڈاکٹر کے متعلق یا مریض کے متعلق بات کرنا سختی سے منع ہوتا ہے، وہ بھی کسی تیسرے کے سامنے۔

"کیا ہوا ہے؟" زمان نے بہت مشکل سے یہ چند الفاظ ادا کیے۔

"ان کی بہن کومہ میں چلی گئی ہیں۔ بہت پریشان تھیں میم، بہت رو رہی تھیں۔ ہم نے اتنے سالوں میں انہیں یوں نہیں دیکھا۔ اللہ صحت دے بچی کو۔ آمین۔" نرس بتا کر جا چکی تھی۔

زمان نے بھی "آمین" کہا۔ زمان کے دماغ میں جیسے جھٹکا لگا تھا۔ ایک شدید درد کی لہر اٹھی تھی۔

"وہ کیوں چلا گیا؟ کوئی بھی نہیں تھا اس کے ساتھ۔ کہاں گئی ہو گی؟ کیسے سنبھال رہی ہو گی خود کو۔۔۔"

زمان کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں۔ یک دم سے مڑا۔ کھانے کا باکس ابھی بھی ہاتھ میں تھا۔ نینا کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اسے پتہ تھا کہ وہ یہاں نہیں تو پھر وہیں موجود ہوں گی۔ زمان نے دروازے پر دستک دی۔ ہلکا سا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ وہ ٹیبل کے پاس کھڑی شاید کہیں جانے کے لیے تیار تھی۔ آنکھیں بہت رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ زمان نے نظریں جھکا لیں۔ وہ آج اسے اپنے کسی بھی انداز سے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

زمان نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"نہیں، میں اس وقت آپ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، جس سے زمان اس کے غصے کا اندازہ لگا سکتا۔ نینا نے اسے دیکھ لیا تھا۔

نینا کی آواز رونے کے باعث بھاری ہو چکی تھی۔ گلا بھی بیٹھا ہوا تھا۔

زمان نے آنکھیں میچ لیں۔ کاش وہ اس پر کوئی اختیار رکھتا، تو اس کے سکھ دکھ بانٹ لیتا۔ زمان نے اپنا اٹھتا قدم پیچھے کھینچ لیا اور واپسی کے لیے مڑنے لگا۔ تبھی نینا کی آواز سنائی دی۔ اس کی سانسیں بھی تھم گئیں، جیسے اس کے قدم تھم گئے تھے۔

"میجر کو ہوش آیا تھا، جب آپ یہاں نہیں تھے۔"

نینا نے اپنا فون اٹھایا اور بائیں ہاتھ میں اسٹیتھو اسکوپ تھا۔ دروازے کے پاس پہنچی اور بولی۔

"میری نائٹ ہے، تو نیچے چل کر بات کرتے ہیں۔"

زمان نے دو قدم ہٹ کر اسے باہر آنے کی جگہ دی۔ نینا باہر نکلی تو زمان اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آنکھیں سوجی ہوئی، ناک سرخ، آواز بھاری۔ اور اس نے نائٹ ڈیوٹی لگوالی تھی۔۔۔ کیوں؟ کیا وہ پاگل ہے؟ کیسے کرے گی کام؟

"آپ ٹھیک ہیں؟" زمان نے سوال کیا۔

"جی۔" مختصر اور سرد جواب تھا۔

زمان نے ایک گہری سانس لی اور ہوا کے سپرد کی۔

"میں گھر سے کھانا لایا تھا آپ کے لیے۔ اگر دل ہو تو کھا لیجیے گا۔"

نینا کے آگے بڑھتے قدم ایک دم رکے، زمان اسے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ اس کا ہاتھ دل پر تھا۔ نینا نے اس کی حرکت پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی، مگر کچھ ہی پل بعد آنکھیں دوبارہ نم ہو گئیں۔ نینا نے خاموشی سے کھانے کا باکس پکڑ لیا۔ زمان کے ہاتھ اسی طرح ہوا میں رہ گئے تھے، جنہیں اس نے دائیں بائیں دیکھ کر سمیٹا۔

"آپ کو ڈیوٹی نہیں کرنی چاہیے۔ آرام کرنا چاہیے۔"نینا رک گئی اور مڑ کر بولی۔

"تو آپ کے خیال میں، میں چھٹی لے کر آرام سے بیٹھ جاؤں؟ کس چیز کی چھٹی؟ آپ کے مطابق چھٹی کیوں لی جاتی ہے؟"

"آرام کرنے کے لیے۔۔۔ ذہنی سکون کے لیے۔"

نینا نے جواب دیا۔

"آپ کے جواب میں میرا جواب یہ ہے کہ اگر میں چھٹی لوں گی تو کیا سکون سے بیٹھ سکوں گی؟ کیا میرا ذہن سکون میں ہو گا؟ اس سے بہتر یہی نہیں کہ میں کام کروں تا کہ دماغ الجھا رہے، دماغ میں فضول سوچیں نہ آئیں، اور میں بے چین نہ ہوں؟"اس کے جواب پر زمان لاجواب ہو گیا۔

دونوں اب آئی سی یو میں حیدر کے بیڈ کے سامنے موجود تھے۔

"حیدر کو کب ہوش آیا تھا؟"زمان نے نینا سے پوچھا۔

"دو سے تین منٹ پہلے ہی صرف۔۔۔ کسی کی مدد کرنے کا کہہ رہے تھے، غنودگی میں تھے۔ڈاکٹرز سمجھ نہیں پائے۔"

"ہو سکتا ہے، جو بھی اس کے ساتھ لفٹ میں موجود ہو، اسے بچانے کی بات کر رہا ہو۔"

May be it's possible..

"آپ نے ان کا بہت خیال رکھنا ہے۔ یہ مینٹلی بھی ڈسٹرب ہیں بہت۔ انہیں ماحول چینج کرنے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بہتر محسوس کریں۔ ان کی ڈائٹ کا بھی خیال رکھیے گا۔ نرم غذا ہی دیں کچھ

دن، یخنی، سوپ وغیرہ تاکہ زخم ہیل ہو سکیں۔ 24 گھنٹے ہسپتال میں رکھیں گے، پھر آپ لے جا سکتے ہیں۔" زمان نے سر ہلانے پر اکتفا کیا، اور وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ حیدر نے کسی لائق چھوڑا ہی نہیں تھا۔

زمان آئی سی یو سے باہر نکل آیا۔

نینا اگلے پیشنٹ کو دیکھنے گئی۔ آئی سی یو میں الگ الگ پارٹیشن کی ہوئی تھی۔ عورتوں اور مردوں کو جو انتہائی نگہداشت میں تھے، ایک ساتھ رکھا گیا تھا۔ ایک دیوار بیچ میں موجود تھی؛ ایک طرف میل اور دوسری طرف فی میل۔ نینا دوسری طرف بڑھی۔ اور اس کے آنسو بے ساختہ تھے۔ اب وہ یہاں دوسری بار آئی تھی۔

جب کچھ دیر میں نینا باہر نہ آئی، تو زمان کو بے چینیوں نے گھیر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن کو بھی اندر ہی رکھا گیا ہے، اور وہ رو رہی ہو گی۔ سامنے بنے ڈیسک پر کھانے کا باکس ابھی بھی نظر آ رہا تھا۔ زمان اسے کھانا دینے کے لیے اٹھا، جب نینا باہر آ گئی۔

ایمرجنسی میں کچھ نئے کیس آئے تھے۔ وہاں تو نہ دن کا ہوش تھا، نہ رات کا۔ نینا اس طرف بڑھی اور پیشنٹ دیکھنے لگی۔ وہ ایک آدھ بار مسکرا دیتی تھی، پر وہ اس کی اصل مسکراہٹ نہیں تھی؛ وہ بناوٹی تھی۔

تکلیف کو دبا کر مسکرانا آسان تھوڑی ہوتا ہے۔ دل گھٹتا ہے، سانسیں تنگ ہو جاتی ہیں، سینے میں وزن پڑتا ہے۔ مگر چلنے والا پھر بھی چلتا ہے۔

زندگی تھوڑی رکتی ہے؟ وہ تو اپنی رفتار میں بھاگ رہی ہے، کسی کو اپنے ساتھ لیے، کسی کو پیچھے چھوڑے۔"

زمان ٹک ٹکی باندھے اسے ہی تک رہا تھا۔ اسے آج خود پر بہت فخر ہو رہا تھا کہ دل نے کبھی فرمائش نہیں کی، اور کی بھی تو گوہر نایاب کی۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو خود پر بیتی کا رونا نہیں روتے، بلکہ صبر کرتے ہیں، قناعت کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔

اب نینا ایک آرام دہ صوفے پر آ کر بیٹھ گئی اور فائل دیکھنے لگی۔ زمان اٹھا اور کھانے کا باکس اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ نینا نے دائیں بائیں دیکھا۔ سب مصروف تھے۔

"کیپٹن! پلیز آپ واپس جا کر بیٹھ جائیں۔ مجھے کام ہے، ابھی تنگ مت کریں۔" نینا نے فائل میں کچھ لکھتے ہوئے نصیحت کی۔

"مطلب بعد میں تنگ کر سکتا ہوں؟"

نینا نے الفاظوں کا انتخاب غلط کیا، اور وہ بھی ایسے انسان کے سامنے جو موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ نینا نے نفی میں سر ہلا کر پھر سے کام کرنا شروع کر دیا۔

"پلیز کھانا کھا لیں۔ ماں نے بہت پیار سے بنایا ہے، ویسٹ نہ کریں۔" زمان نے ایک حربہ آزمایا۔

نینا 'ماں' کے لفظ پر ٹھہری، اور کھانا اپنے سامنے سے اٹھا کر ایک سائیڈ پر لے آئی تاکہ آرام سے کھا سکے۔

زمان بھی خاموشی سے واپس اپنی جگہ پر چلا گیا تاکہ وہ سکون سے کھا سکے۔

نینا کو ہر نوالے کے ذائقے میں ماں کا پیار محسوس ہو رہا تھا۔ سکینہ بی نے بہت محنت اور محبت سے بنایا تھا۔ نینا کی آنکھ سے ایک آنسو بے اختیار بہہ نکلا۔ اسے اپنی ماں آج شدت سے یاد آئی، پر وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔ زمان جو آنکھیں بند کیے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا چکا تھا، نینا کی آواز پر چونکا۔

"شکریہ۔ میں آج سے پہلے اتنا پیار بھرا کھانا نہیں کھایا۔ اللہ آپ کی ماں کو صحت اور لمبی زندگی دے، آمین۔" یہ بولتے وقت نینا کے الفاظ کانپے تھے، شاید وہ آنسو ضبط کر رہی تھی۔

"اور آپ بھی کھالیں، کھانا ویسٹ نہیں کرتے۔" زمان لمحے کے ہزارویں حصے میں جاکر سمجھا کہ نینا نے پہلی بار اسے کچھ کرنے کو کہا ہے۔

مطلب دل کی دل تک رسائی ہو چکی ہے۔ کمبخت زبان آجاتی ہے بیچ میں!

نینا اپنے کام میں دوبارہ مگن ہو چکی تھی۔

دور کہیں فجر کی اذانیں سنائی دے رہی تھیں۔ زمان نماز پڑھنے کی غرض سے اٹھا۔

زمان نماز کا پابند نہیں تھا، مگر جب چھٹی پر ہوتا تو اس وقت ساری نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر کوئی رہ جاتی، تو سکینہ بی ٹوک دیتی تھیں۔

"نماز کو عادت میں شامل کرو بیٹا، مشغلہ میں نہیں۔ نماز تو جنت کی کنجی ہے۔"

نینا بھی فائل ورک بند کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے بھی نماز ادا کرنی تھی۔

زمان نماز پڑھ کر واپس آیا تو نینا وہاں نہیں تھی۔ اب چہل پہل بھی ختم ہو چکی تھی۔ ایک ہی نرس کاؤنٹر پر بیٹھی تھی۔ زمان نے موبائل نکالا۔ صبح کے 5:30 بج چکے تھے، مگر 'ہوم' کے نام سے مسڈ کال آئی ہوئی تھی۔ زمان نے فون ملایا اور کان کے ساتھ لگالیا، جبکہ بائیں ہاتھ سے پینٹ کی جیب میں فون رکھا۔

"السلام علیکم!" سکینہ بی کی آواز گونجی۔

"وعلیکم السلام! آپ کی کال کا اندازہ نہیں ہوا، فون سائلنٹ پر تھا۔"

"بس بیٹا! حیدر کے متعلق ہی پوچھنا تھا۔ ہوش آیا ہے؟" سکینہ بی نے فکرمندی سے پوچھا۔

"نہیں، ابھی تک تو نہیں۔ امید ہے چند گھنٹوں میں جاگ جائے گا۔ آپ کو زیادہ بے چینی ہو رہی ہے تو آ جائیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا، میں کھانا بھی بنوا کر لاتی ہوں۔ رات سے بھوکا ہے وہ۔" سکینہ بی نے معصومیت سے اپنا مدعا بیان کیا۔

"بڑی ماں! اس کے جسم کو خوراک دی جا رہی ہے۔۔۔ آپ کا لاڈلا بھوکا نہیں ہے، سکون سے سو رہا ہے۔"

"زمان بیٹا! بری بات، ایسے نہیں کہتے۔ اللہ دشمن کو بھی محفوظ رکھے ہسپتال سے۔"

"ٹھیک ہے بڑی ماں! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ سوپ بنوا کے لے آئیں۔" زمان نے خدا حافظ کہہ کر قدم اندر کی طرف بڑھا دیے۔ زمان اب حیدر کے پاس موجود تھا۔ جب حیدر یہاں تھا، وہ نہیں تھا۔ ڈاکٹرز کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ اب کوئی نہیں تھا، تو زمان آ گیا۔

"یہ جو تُو کر رہا ہے نا، اس کے چکر میں اگر اب دوبارہ تجھے کچھ ہوا، میجر، تو میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گا اور کبھی تجھے اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا۔ یہ کیپٹن شیر زمان کی زبان ہے تجھے"!

"کافی لمبی زبان ہے آپ کی!" حیدر ہوش میں آ چکا تھا۔

زمان نے جھٹ سے سر اٹھایا۔ حیدر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ زمان کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ روئے یا ہنسے۔ سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ حیدر نے اٹھنا چاہا مگر درد کی وجہ سے ہل نہ سکا۔ زمان نے فوراً اسے ٹوکا۔

"خبردار اگر ہلا تو! لیٹا رہ، میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔"

حیدر زمان کی آنکھوں کی نمی دیکھ چکا تھا۔ زمان نے ریسپشن پر اطلاع دی۔

"حیدر کو ہوش آچکا ہے، ڈاکٹر کو اطلاع دے دیں۔"

"جی، ڈاکٹر نینا کی ڈیوٹی ہے۔۔۔ ابھی وہ مصروف ہیں، ان کے بابا آئے ہیں۔ کچھ دیر میں آتی ہیں، میں بتا دوں گی۔"

زمان نے سکون کا سانس لیا۔ "کوئی تو آیا اس کا غم کم کرنے، جس سے کھل کر دل کی بات کر سکے گی۔" یہ کہہ کر زمان واپس حیدر کے پاس چلا گیا۔ زمان خاموشی سے اس کے پاس پڑے بینچ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے کچھ بات کرنی ہے؟"

"پر مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔" زمان نے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

"سن تو لے میری، ضروری بات ہے"!

"کہا نا، نہیں سنوں گا! خاموش رہ، جیسے ابھی تک بے ہوش پڑا تھا، پھر سے سو جا۔" زمان نے غصے سے ہاتھ ہلا ہلا کر کہا۔

"میری روٹھی ہوئی بیوی! اگر میں پھر سے بے ہوش ہو گیا تو تو تڑپے گی بہت۔" حیدر نے شرارت سے کہا۔

"شکر ہے اتنا پتا ہے تجھے کہ تیرے پیچھے لوگ تڑپتے ہیں، اور تُو انہیں اور تڑپاتا ہے!" زمان کرب سے گویا ہوا۔

"یار! تُو زیادتی کر رہا ہے اب۔"

"تُو جانتا ہے، میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا، وہ لڑکی... زمان! میرے ساتھ جو لڑکی تھی، وہ کہاں ہے؟"

حیدر کے دماغ میں جیسے ہوش لوٹ آیا ہو اور وہ بری طرح کھنچاؤ محسوس کرتے ہوئے کمر پر ہاتھ رکھ کر کراہ اٹھا۔

"سسسسسسس! لیٹ جا، یار! کیا کر رہا ہے؟"

"مجھے کیا پتا، وہ لڑکی کہاں ہے؟" زمان نے آرام سے جواب دیا۔

"پلیز زمان! تُو پتا کر دے یار۔ میں اس کا مقروض ہوں۔ جب تک اسے صحیح سلامت نہ دیکھ لوں، دل کو سکون نہیں آئے گا۔ کچھ کر، یار۔ پتا کرنے کی کوشش تو کر"!

"کون تھی وہ؟ پوری بات مجھے بتا، میں پتا کرتا ہوں۔ کون ہے جس نے تجھے دوبارہ اللہ یاد دلا دیا؟"

"میں تجھے کیا کہہ رہا ہوں اور تُو کیا کہتا جا رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ تُو آرام کر۔ میں پتا کر کے آتا ہوں۔ پریشان نہ ہو، وہ جو بھی ہے، ان شاء اللہ ٹھیک ہو گی۔"

☆☆☆☆☆☆☆

(گزری رات)

نینا آپریشن تھیٹر کے سامنے ساکت و جامد بیٹھی تھی۔ دماغ بھی سن ہو چکا تھا اور آنسو بھی تھم چکے تھے۔ کچھ دیر بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا، اور ڈاکٹر خلیل باہر آئے۔ نیوی بلو سرجری سوٹ میں ملبوس، شاندار شخصیت کے مالک، سفید رنگت، پٹھانی نقوش، درمیانی عمر کے بہترین نیورو سرجن تھے۔ وہ نینا کو ٹریننگ کے دنوں سے جانتے تھے۔

"ڈاکٹر نینا! پلیز آپ میرے ساتھ آئیں، کچھ بات کرنی ہے۔" ڈاکٹر خلیل آگے کی طرف بڑھ گئے۔

نینا کے جیسے اوسان خطا ہو گئے ہوں۔ وہ مرے مرے قدموں سے ان کے ساتھ چلنے لگی۔ ٹانگیں شل ہو چکی تھیں، ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے، اور بار بار بے بسی سے آپریشن تھیٹر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آج سے پہلے خود کو اتنا اکیلا اور بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔

"حیا... کو باہر کیوں نہیں لائے ابھی تک؟" آواز گلوگیر تھی، مشکل سے جملہ ادا کیا۔

"میرے ساتھ آئیں، میں بتاتا ہوں آپ کو۔ بیٹا، پریشان نہ ہوں۔ ان شاء اللہ سب خیر کرے گا۔" ڈاکٹر خلیل نے تسلی دی۔

ڈاکٹر خلیل اب سامنے کرسی پر بیٹھ چکے تھے، جبکہ نینا ان کے سامنے دوسری طرف بیٹھی تھی۔ خلیل نے پانی کا گلاس اٹھا کر نینا کے سامنے رکھا۔

نینا نے گلاس اٹھایا اور آدھے سے زیادہ پانی پی گئی۔ رو رو کر گلا خشک ہو چکا تھا۔

"میں تو آپ کو بہت بہادر سمجھتا ہوں۔ ایسے تھوڑی روتے ہیں۔ شاباش، صبر سے کام لیں۔ میں جانتا ہوں، آپ بہت مشکل وقت سے گزر رہی ہیں۔ یہ سب آپ کے لیے آسان نہیں ہے، مگر حادثات بھی انسان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ یقین کریں، کل وقت ایسا نہیں ہو گا۔" ڈاکٹر خلیل نینا کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ سلطان سکندر کے اچھے دوست بھی تھے۔

"حیا کیسی ہے اب؟" نینا نے بہت مشکل سے یہ سوال دہرایا۔

"سرجری ہو گئی ہے، اور اسے آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں جاتی ہوں۔" نینا کرسی چھوڑ کر کھڑی ہوئی۔

ڈاکٹر خلیل نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھا تو روک لیا۔

"ڈاکٹر نینا! رکیں بیٹا! بیٹھ جائیں، کچھ بتانا ہے آپ کو۔"

نینا رکی اور کرسی پر دوبارہ بیٹھ گئی، مگر اس کی حالت ایک بے بسی میں ڈوبی ہوئی لڑکی جیسی تھی، جو اپنوں کے دکھوں سے گھائل تھی۔

ڈاکٹر خلیل نے دھیمے اور ہمدرد لہجے میں بات جاری رکھی۔

"اگر حیا کے سامنے یہ سب بتاتا تو شاید آپ کا ردعمل مختلف ہوتا، اس لیے یہاں بات کر رہا ہوں۔ بیٹا! آپ بھی ڈاکٹر ہیں، میری بات غور سے اور بغیر روئے سنیں گی، ٹھیک ہے؟ شاباش۔"

نینا نے مشکل سے سر ہلایا اور خاموشی سے سننے لگی۔

"حیا کے سر پر بری طرح چوٹ آئی ہے، جانتی ہیں نا آپ؟"

نینا نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کسی سخت چیز سے ٹکرانے کے باعث ان کے سر کی پچھلی ہڈی کافی متاثر ہوئی ہے۔ ہماری زبان میں اسے intracranial hematoma کہتے ہیں، یعنی ہیڈ انجری۔"

نینا گہری خاموشی سے ان کی بات سن رہی تھی۔ اس کے اندر صرف ایک ہی جملے کی خواہش تھی۔

"حیا ٹھیک ہے۔"

لیکن یہ الفاظ ابھی تک کوئی نہیں کہہ رہا تھا۔ نینا اندر ہی اندر گھل رہی تھی۔

ڈاکٹر خلیل نے وضاحت جاری رکھی۔

"سر سے خون کم نکلنے کے باعث ان میں blood clots ہو گئے تھے، جو وقت پر نکال دیے گئے ہیں۔ مگر آپ جانتی ہیں، سر جسم کا سب سے نازک حصہ ہوتا ہے۔ دماغ کے ذریعے جسم کے سارے حصے کام

کرتے ہیں ——دیکھنا، بولنا، چلنا، سوچنا، سننا۔ یہ سب دماغ کے ذریعے کنٹرول ہوتا ہے۔ سوائے ایک چیز کے۔۔ وہ ہے ہماری سانسیں۔"

نینا کی آنکھیں ڈاکٹر خلیل پر جمی ہوئی تھیں، لیکن وہ اندر سے ٹوٹ رہی تھی۔ اس کی سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر خلیل نے حیا کی ایم آر آئی رپورٹ کی تصویر سامنے بنی اسکرین پر چلائی اور نینا سے کہا۔

"یہ دیکھیں۔"

نینا نے اسکرین کی طرف دیکھا، جہاں ڈاکٹر خلیل ایک پین کی مدد سے ایک دائرہ بنا رہے تھے۔

"یہ وہ جگہ ہے جہاں چوٹ کا اثر ہوا ہے۔ یہاں سے خون جم گیا تھا، لیکن ہم نے وقت پر سرجری کر کے اسے صاف کر دیا ہے۔"

نینا کی نظریں اسکرین پر تھیں، لیکن دل ایک ہی دعا کر رہا تھا۔

"یا اللہ! حیا کو ٹھیک کر دے۔"

"یہاں سے بلڈ کلوٹ صاف نہیں کیا جا سکا۔ یہ دماغ کے پاس موجود وین ہے جس پر بلڈ کلوٹ ہونے کی وجہ سے ہم اسے صاف نہیں کر سکتے، مگر اللہ نے اتنا کرم کیا ہے کہ یہ وین ڈیمج نہیں ہوئی۔ اس لیے ہم اسے میڈیسن سے ٹریٹ کریں گے۔"

اب وہ دوسری طرف پینسل سے دائرہ بنا رہے تھے اور اس دائرے سے پہلے والے دائرے تک ایک لائن کھینچی۔

"یہاں سے بلڈ اب یہاں تک نہیں پہنچ پا رہا ہے۔"

انہوں نے نینا کو دیکھا اور مزید وضاحت کی۔"اس لیے ہم نے temporarily طور پر اس وین کا بلڈ فلو روک دیا ہے تاکہ وہ باقی سر کے حصے کو ڈیمیج نہ کرے۔ بلڈ فلو رکنے کی وجہ سے وہ پارٹ سو گیا ہے۔۔"

"وہ۔۔۔کونسا پارٹ ہے ڈاکٹر ؟؟"

"انکی آنکھیں"

الفاظ سانس بند کرنے کی طاقت رکھتے ہیں یہ کوئی نینا سے پوچھتا۔

"نہیں ۔آپ ۔۔ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟؟ آپ نے کیوں وین کو کلوز کیا۔وہ ۔۔وہ مطلب کومہ۔۔۔ نہیں.. آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ میں ماں کو کیا کہوں گی۔ میں انکی گڑیا کی حفاظت نہیں کر سکی۔ نہیں، آپ پلیز کچھ کریں نا انکل اپ تو بیسٹ سرجن ہیں نا۔ مجھ پر ایک احسان ہی کر دیں۔ میں نہیں دیکھ پاؤں گی ایسے اسے۔"ڈاکٹر خلیل اٹھ کر اس کے پاس آئے اور سر پر ہاتھ رکھا۔

"میں ہی کروں گا علاج اسکا بے فکر رہو اور اللہ کا شکر ادا کرو ہمیں ایک راستہ دیا ہے اس کے اس حصے کو جگانے کا۔اور انشاءاللہ کچھ ہی عرصے میں وہ اٹھ جائے گی۔ کئی پیشنٹ تو ایک دو ماہ سے بھی کم عرصے میں ہوش میں آئے ہیں"۔ نینا اب ان کی بات غور سے سن رہی تھی۔

"ہمیں ٹھیک کرنا ہے حیا کو، پر ایسے نہیں وہ تمہیں سن سکتی ہے۔ محسوس کر سکتی ہے مگر بول نہیں پائے گی۔ تو اس کے سامنے مضبوط رہنا ہے۔اس کی ول پاور نے ڈاکٹرز کو حیران کر دیا ہے۔اور آپ صحیح سلامت ہو کر ایسے مایوس بیٹھیں ہیں۔ بیٹا معجزے ہوتے ہیں، مگر ہمیں مشکلات سے گھبرانا نہیں ہے،

اللہ اپنے بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ آٹے میں سے بال کی طرح مشکلات سے نکال لاتا ہے۔ اٹھو شاباش جاؤ اس سے ملو اور بیٹا رونا نہیں اب۔"

نینا نے مشکل سے خود کو سنبھالا اور کھڑی ہوئی۔

Thank you uncle ..

"یہ تو میرا فرض ہے بچے۔" ڈاکٹر خلیل جو واپس بیٹھ چکے تھے حیا سے پوچھا بابا سے بات ہوئی۔

"نہیں انکل! وہاں شاید سگنل کا ایشو ہے۔ کل کی فلائٹ ہے انکی ۔۔۔ آ جائیں پھر بتاؤں گی۔ وہاں پریشان رہیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

نینا اپنے کیبن میں موجود تھی اور بار بار سلطان سکندر کے نمبر پر ٹرائی کر رہی تھی وہ ان سے بات کرنا چاہتی تھی مگر ان سے رابطہ ناممکن تھا، وہ بزنس میٹنگ میں آؤٹ آف کنٹری گئے ہوئے تھے دو دن سے۔ نینا نے موبائل صوفے پر رکھا اور جاء نماز بچھا کر نوافل ادا کرنے لگی۔ اللہ نے حیا کو زندگی بخش دی تھی اس کا شکر بھی تو ادا کرنا تھا۔

نینا نے ابھی نیت ہی باندھی تھی کہ نینا کا فون بجا نینا نے نوافل ادا کیے اور موبائل اٹھایا جس پر سلطان سلطان سکندر کی بیل موجود تھی نینا نے واپس جلدی سے فون ملایا اس دفعہ فون اٹھالیا گیا تھا

"السلام علیکم بیٹا! میں کب سے فون ٹرائی کر رہا ہوں پر موسم کی خرابی کے باعث سگنل کا ایشو ہے ابھی بھی نہیں جانتا کیسے کال مل گئی۔ تم دونوں ٹھیک ہو مجھے تم دونوں کی بہت فکر ہو رہی ہے میں تقریباً شام

سے ایئرپورٹ پر موجود ہوں فلائٹس بھی ڈیلے ہو چکی ہیں موسم کی خرابی کی وجہ سے۔۔" لائن کسی وقت بھی کٹ سکتی تھی سلطان سکندر نے ساری بات ایک ہی دفعہ بتادی۔

نینا ایک دم چونک گئی کہ حیا کی تکلیف اور اس کی بے چینی اتنے دور بیٹھے ان کے باپ تک پہنچ چکی تھی اور وہ ان کی فکر میں شام سے ایئرپورٹ پر موجود تھے کیسے رشتے بنائے ہیں اللہ نے اتنے گہرے اور مضبوط"

"بابا آجائیں جلدی مجھے آپ کی بہت ضرورت ہے۔". نینا کے آنسو باپ کی آواز سنتے ہیں بہنا شروع ہو گئے تھے۔

"تم دونوں ٹھیک ہو نا میرے بچے! میرا دل شام سے بہت گھبرا رہا تھا پر یہ موسم کی خرابی کی وجہ سے جلدی نا آسکا ورنہ میں شام کو ہی تمہارے پاس ہوتا۔"

" میں آپ کو بتاؤں گی پھر سب آپ خیریت سے آجائیں، بس جلدی سے آجائیں۔"

" ٹھیک ہے بیٹا! میں جا رہا ہوں الحمدللہ فلائٹ اناؤنس ہو گئی ہے بس میں کچھ ہی گھنٹوں میں تمہارے پاس ہوں گا پریشان نہ ہو نا میرے بچے! تمہارا باپ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔"

نینا کے جسم میں نئی جان پھونک دی تھی کسی نے اس نے اللہ کا شکر ادا کیا نماز سنبھالی۔ فریش ہونے کی گھر سے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

(اگلا دن)

نینا فجر کی نماز ادا کر رہی تھی جب اسے دروازہ کھلنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔

سلطان سکندر پہنچ چکے تھے ریسپشن سے معلومات کے بعد وہ سیدھا ہے نینا کے روم میں آئے تھے جہاں نینا نماز ادا کر رہی تھی ۔

نینا نے نماز ادا کرنے کے بعد سلام پھیرا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کے بابا موجود تھے نینا نے دعا مانگ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اٹھ کر کسی چھوٹے بچے کی طرح جلدی سے ان سے جا کر لپٹی۔

"بابا شکر ہے آپ آ گئے اپ کی بیٹی بہت اکیلی ہو گئی تھی"۔سلطان سکندر کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پتہ نہیں ان کا دل کیوں بے چین تھا اور یوں نینا کو روتے دیکھ وہ اور بے چین ہوئے تھے وہ اچھے سے جانتے تھے کہ نینا آسانی سے نہیں روتی تھی وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ڈٹ کے کھڑی رہی تھی تو آج ایسا کیا ہوا لازمی اس کے دل پر وار ہوا ہے۔جہاں اس کے اپنے آباد تھے۔ نینا اس وقت پوری کانپ رہی تھی۔سلطان سکندر نے اسے خود سے الگ کیا اور اپنے ساتھ ہی صوفے جا کر بیٹھایا۔

"کیا ہوا ہے میری بیٹی اتنی کمزور تو نہیں ہے۔کیوں روئے جا رہا ہے میرا بچہ اس طرح اب تو میں آ گیا ہوں نا۔بتاؤ اپنے بابا کو کیا بات ہوئی ہے جسے تمہارا باپ حل نہ کر پایا ہو۔"نینا نے صرف نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر کیا بات ہے۔"وہ اپنا کوٹ اتار کر سائیڈ پر رکھ رہے تھے۔

نینا نے اپنا چہرہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور اپنے ہتھیلیوں سے آنسو صاف کرتی بولی۔

"بابا! آپ مجھ سے وعدہ کریں آپ پریشان نہیں ہوں گے۔"

"نہیں میرے بچے! میں پریشان نہیں ہوتا بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔"

نینا کے گلے میں گلٹی معدوم ہوئی اس نے حلق سے نیچے اتاری اور ان کی طرف دیکھا۔

"بابا حیا کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے سر پر چوٹ آئی ہے بہت بری۔۔۔ او آئی سی یو میں ہے میں۔۔۔ میں دو دفعہ گئی بابا پر میں اسے دیکھ نہیں پائی۔" سلطان سکندر ان کے پاس بیٹھے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"جانتا ہوں بچے یہاں جب پہنچا تو خلیل ملا۔۔ وہ فون پر بھی بتا رہا تھا مگر میں سمجھ نا پایا۔" سلطان سکندر کی آواز غمگین تھی۔ "آیا تو سمجھ آئی کیوں میرا دل دکھی تھا کیوں میری بے چینی ختم نہیں ہو رہی تھی میرے بچے مشکل میں جو تھے۔" سلطان سکندر نے نینا کے آنسو صاف کئے۔ "زندگی اور موت، سکھ اور دکھ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے بچے! یہ بھی ہماری کوئی آزمائش ہو گی جسے ہم نے یوں رو کر نہیں اللہ کی مصلحت میں راضی ہو کر گزارنی ہے. اپنے کسی بھی عمل سے اسے ناراض نہیں کرنا۔۔ اور حیا مجھے پورا یقین ہے بچے وہ ٹھیک ہو جائے گی میری بچی بہت معصوم ہے۔ اور اللہ اپنے پیارے بندوں کو ہی آزماتا ہے اس لیے پریشان نہیں ہوں۔"

نینا نے حیرانگی سی ان کی طرف دیکھا۔ "بابا آپ پریشان نہیں ہیں؟؟ نینا نے حیرانگی سے پوچھا۔

"بیٹا! میں پریشان تھا جب وہاں تھا کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے مجھے کیوں اتنی گھبراہٹ اور بے چینی ہے تمہارے فون کے بعد موبائل پر ڈاکٹر خلیل سے بھی بات ہوئی تھی اور ایئرپورٹ سے نکلنے کے بعد میں نے سب سے پہلے انہیں فون کیا۔۔ تمہاری آواز کی لڑکھڑاہٹ نے بھی مجھے پریشان کر دیا تھا۔ مگر خلیل وہ جانتا تھا میں یہ ایک دم برداشت نہیں کر پاؤں گا اس لیے انہوں نے مجھے حیا کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔

آجاؤ اپنی بہن سے نہیں ملو گی رات سے انتظار کر رہی ہو گی تمہارا۔ کب گزرتا ہے اس کا دن تمہارے بغیر اور تم رات سے اس سے ملی بھی نہیں۔" پریشان تو سلطان سکندر بھی تھے۔۔ لازمی کچھ ایسا تھا، جو انھوں نے دیکھا۔ وہ کسی کی تلاش میں گئیے ہوئے تھے۔ماضی ان کو پھر سے سامنا آتا دکھائی دے رہا تھا۔ جو وہ ہر گز نہیں چاہتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

نینا اور سلطان سکندر دونوں آئی سی یو پہنچے جہاں ڈاکٹر خلیل حیا کا چیک اپ کر چکے تھے۔ اس کی ڈریسنگ چینج ہوئی تھی۔ تینوں حیا کے بیڈ کے سامنے موجود تھے۔

نینا اب نہیں روئی تھی۔ اس نے اب عہد کیا تھا حیا کو جلد از جلد ٹھیک کرنے کا، جبکہ سلطان سکندر کی آنکھوں میں نمی تھی۔ڈاکٹر خلیل نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہمت رکھ، بہادر بچی ہے، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

نینا حیا کے پاس گئی۔

سر پر پٹی بندھی تھی، کوئی بھی بال نظر نہیں آرہا تھا۔ سیدھے ہاتھ پر بھی انگلیوں تک پٹی تھی۔ بائیں ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی۔ دائیں ٹانگ پر بھی پٹی تھی، پاؤں پر فریکچر ہوا تھا گرنے کی وجہ سے۔

ہری آنکھیں بند تھیں، ماتھے پر کٹ کی جگہ پر بھی پٹی لگی تھی۔ چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ ہاسپٹل یونیفارم میں بہت کمزور لگ رہی تھی۔

نینا کی آنکھ سے آنسو گرا، لیکن جلدی سے اسے صاف کر گئی۔ آگے بڑھ کر حیا کے ماتھے پر پیار دیا۔

"میری پیاری گڑیا! اب سے تمہاری آپی ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گی۔ مجھے نہیں پتا تھا میری حیا اتنی بہادر ہے۔"

حیا کی آنکھ سے آنسو نکلا اور کان تک گیا۔ نینا نے اس کا آنسو صاف کیا۔

"نہیں میرا بچہ، رونا نہیں ہے۔"

سلطان سکندر بھی دوسری طرف آ کر کھڑے ہوئے۔ حیا کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی ہارٹ بیٹ کی ریشو اپ ڈاؤن ہونے لگی۔

"وہ محسوس کر رہی ہے آپ کو۔ یہ اس کے جذبات ہیں۔ باپ کا رشتہ ہی ایسا ہے۔"

حیا کی آنکھوں سے ایک آنسو پھر سے گرا۔ وہ انہیں ریسپانڈ کر رہی تھی، جو اس حالت میں بہت مشکل تھا۔ مگر وہ خاموش مومی گڑیا اپنے آنسوؤں سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔

وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد سلطان سکندر سے بہت قریب ہو گئی تھی۔ اور آج ان کا لمس محسوس کرنے سے مضبوطی پل بھر میں ریت کی طرح ڈھیر ہوئی تھی۔

(نینا کہتی تھی، "سلطان سمندر اس کا سپورٹ سسٹم ہیں، اس کی طاقت۔" جبکہ حیا کا معاملہ الٹ تھا۔ وہ کہتی تھی، "اس کے بابا اس کی کمزوری ہیں۔ وہ کیسے نہ ٹوٹتی"!)

"بابا! یہاں آئیں حیا کے پاس۔"

نینا اپنی جگہ سے اٹھی اور سلطان سکندر کو بیٹھنے کا کہا۔ وہ حیا کا ہاتھ تھامے اس کے پاس بیٹھ گئے اور جیسے وہ باپ بیٹی باتیں کرتے تھے، اس سے باتیں کرنے لگے۔ وقفہ وقفہ سے آنکھیں نم ہوتی تھیں، وہ صاف کر جاتے تھے۔

ڈاکٹر خلیل نے نینا کو باہر بلایا۔

"بیٹا! اس کے ذہن پر زور نہیں پڑنا چاہیئے۔ ان باتوں کا خیال رکھنا، ورنہ ریکوری مشکل ہو جائے گی۔ وہ بے شک دیکھ یا بول نہیں سکتی، مگر اس کے باقی احساسات زندہ ہیں۔ آہستہ آہستہ ہو سکتا ہے اس کی موومنٹ بھی شروع ہو جائے، مگر یہ اسٹیپ بائے اسٹیپ ہو گا۔"

☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر نے حیدر کو چیک کرنے کے بعد روم میں شفٹ کرنے کا کہہ دیا تھا۔ زخم بھی ٹھیک تھے اور وہ خود بھی اسٹیبل تھا۔ اسے ایسا کوئی شدید زخم نہیں آیا تھا جو نقصان دہ ہوتا۔ پانچ دن بعد اسے ٹانکے کھلوانے کے لیے کہا گیا تھا اور کل صبح گھر بھی جا سکتا تھا۔

زمان اس کے پاس موجود نہیں تھا؛ وہ اسی کے کام کی وجہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ حیدر نے ڈاکٹر سے بات کی کہ اسے ابھی ڈسچارج دے دیں۔ جو صبح جانا ہے، وہ اب چلا جائے۔ وہ آرام کرے گا اور اس دفعہ احتیاط بھی کرے گا۔ ڈاکٹر بھی مطمئن تھے، تو اجازت دے دی۔

حیدر اب زمان کا انتظار کرنے لگا اور واپس لیٹ گیا۔

آنکھیں بند وہ کر نہیں پا رہا تھا۔ جب سے ہوش میں آیا تھا، ایک ہی چہرہ آنکھوں کے پردے پر لہرا رہا تھا، اور وہ جھٹ سے آنکھیں کھول دیتا تھا۔

اس کی باتیں... آہ... وہ تو اسے حفظ ہو چکی تھیں، لفظ بہ لفظ، ردوبدل کے بغیر۔ دماغ میں فلم کی طرح گھومتی جا رہی تھیں۔ وہ ایک بازو سر کے نیچے رکھے، آنکھیں بند کیے تسلی سے اس کی باتیں سوچ رہا

تھا۔ میجر حیدر جو کسی لڑکی سے سیدھے منہ بات نہ کرنے والا، بھوری آنکھوں والا شہزادہ تھا، اس کی باتیں اپنے خیالوں میں یاد کرتے ہوئے جواب بھی دے رہا تھا۔

"(اس کی ہری آنکھیں، کبھی غصے سے بڑی بڑی کر لینا، کبھی ڈر سے میچ لینا)"

"کاش میں اسے نہ ستاتا۔ کیوں بے وجہ غصہ آجاتا ہے مجھے؟"

"(آپ کے زخم ٹھیک ہیں؟)

"کیوں کرتی ہے وہ دوسروں کی اتنی فکر؟"

"آپ کو سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے"

"اب ضرورت پڑنے والی ہے۔" وہ سوچ کر مسکرایا۔

"آج آپ کو اپنی توہین کے لیے معاف کر رہی ہوں، آئندہ نہیں کر پاؤں گی۔"

حیدر نے آنکھیں کرب سے بند کیں۔

"میں نے کیا کیا نہیں کہہ دیا اسے، مگر اس کے منہ سے ایک بھی غلط جملہ تو دور، لفظ تک نہیں نکلا۔ اب وہ مجھے معاف کرے گی؟"

"اس کا گرتے ہوئے مدد کے لیے ہاتھ تھام لینا، پر میں نے جھٹک دیا۔"

"کیا تھا جو اسے سہارا دے دیتا؟ مگر حیدر، میں سے کون سا 'ای' کم ہو جانا تھا؟"

اس نے خود کو کوسا۔

"ایک موقع اور ملا تھا، وہ بھی گنوا دیا۔ چھوڑ دیا اسے اکیلا اور خود باہر آگیا۔"

"کیسا میجر ہے تُو؟ ہمیشہ جانیں بچائی ہیں تُو نے، تو کیسے قاتل بن گیا؟"

"نہیں۔۔۔وہ ٹھیک ہو گی، مگر وہ برداشت نہیں کر پائی ہو گی۔"

آنکھوں کے سامنے وہ نازک سراپا لہرایا۔ پہلے ہی اتنی چوٹیں آئی تھیں۔ وہ نازک تھی اور ایک لڑکی تھی۔ کتنی ضد کر لیتی۔ پہلے ہی اسے نکالنا چاہیے تھا۔

"حیدر! یہ تُونے کیا کیا؟"

"ہاتھ تھام ہی لیا تھا اگر تو مضبوطی سے تھامے تو رکھتا۔۔۔"

"پتہ نہیں کہاں ہے وہ؟ زندہ بھی ہے یا نہیں؟"

حیدر خود سے سوال جواب کرتا اپنی دنیا میں گم تھا۔

زمان، جو حیدر کا کام کرتا تھا، نینا کے کیبن میں آیا۔ اسے چند سوالوں کے جواب چاہیے تھے جو اس کا فیصلہ آسان کر سکتے تھے۔

"میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟ نہ پوچھا تو بے چین رہوں گا۔"

نینا نے نفی میں سر ہلا کر ہلکا سا مسکرا کر اسے اجازت دی۔ دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھے، وہ اس کے سامنے تھی اور اس کی طرف متوجہ تھی۔ اب چہرے پر بے چینی نہیں تھی، کافی مطمئن لگ رہی تھی۔

"آپ نے یہ کیوں کہا کل؟ آپ مجھے اس وقت اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتیں؟" زمان نے وقت پر زور دے کر کہا۔

"یہ تو آپ کو اس وقت پوچھنا چاہیے تھا مجھ سے، کیپٹن زمان۔ جب وقت گزر جائے تو باتوں کی وقعت نہیں رہتی۔"

"میرے لیے آپ سے جڑی سب باتیں، ہر وقت، ہر حال میں وقعت رکھتی ہیں۔" زمان جذب سے گویا ہوا۔

نینا اس کے جواب سے لاجواب ہوئی۔

"بتائیں، میں کچھ پوچھ رہا ہوں، ڈاکٹر نینا۔" آج زمان کے لہجے میں بے چینی تھی، چبھن تھی۔

نینا، جو اس کی پہلی والی باتوں پر حیران تھی، زمان کی بات پر چونکی۔

"وہ وقت کسی کے روم میں آنے کا نہیں تھا، کیپٹن زمان۔ نہ ہی پیشنٹ کو چیک کرنے کا۔ میں کسی کو بھی سوال کرنے کا حق نہیں دیتی۔ اس لیے پہلے ہی اپنے قدم ان چیزوں سے پیچھے کھینچ لیتی ہوں۔ اور آپ میرے ہیں ہی کون؟ جو آپ کو بلا تکلف آنے دوں؟ دو غیر محرم کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے، اور میرے خیال میں وہ کوئی تیسرا نہیں ہوتا، ہمارے اندر ہی ہوتا ہے۔"

زمان کو جس کا ڈر تھا، وہی ہوا۔ مطلب اب تک ناکام ٹھہرا تھا۔ اعتماد تک کا رشتہ بھی نہیں بنا پایا۔

"بعض الفاظ دل کی دنیا جھنجھوڑ دیتے ہیں، ڈاکٹر نینا۔" زمان نے کرب سے کہا۔

اس کے لہجے کی آنچ نینا تک بھی گئی تھی۔ نینا نے اسے دیکھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ نینا کو کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہوا۔ کیا وہ ہرٹ ہوا تھا؟

زمان نے اضطرابی کیفیت میں بال سہلائے اور تھوڑا آگے ہوا۔ ہاتھ دونوں ٹیبل پر رکھے تھے۔

"سنیں"!

"اگر آپ اور میں ایک غار میں بھی بند ہوں، جہاں پر مجھے دیکھنے والا اور آپ کو سننے والا کوئی نہ ہو، اس وقت بھی بغیر اجازت کے آپ کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں، چھونا تو بہت دور کی بات ہے۔ کیونکہ وہاں تیسرا شیطان ہو نہ ہو، میرا اللہ ضرور موجود ہو گا۔"

نینا کے ہاتھ پاؤں اس کی بات سن کر ٹھنڈے پڑ گئے۔ دل میں اتری تھی اس کی بات، اور بات میں چھپا درد بھی، جس کرب سے اس نے اپنی صفائی دی تھی وہ نینا سے مخفی نہ رہی۔

زمان اب اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ نظریں ٹیبل پر گاڑی ہوئی تھیں۔

"میں اتنا تو جانتا تھا کہ محبوب امتحان مانگتے ہیں، مگر اتنے کٹھن ہوتے ہیں، یہ نہیں پتا تھا۔"

نینا پھر سے چونکی۔

"کیا؟ کیا کہا آپ نے؟"

زمان کی آنکھیں نم تھیں۔ آواز گمبھیر تھی۔

"ہمیں یہ بات تو یاد رہتی ہے کہ جب دو غیر محرم اکٹھے ہوتے ہیں تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اور آپ نے کہا وہ کوئی تیسرا نہیں، ہمارے اندر ہی ہوتا ہے۔ مطلب یا تو وہ شیطان میرے اندر ہے یا پھر وہ آپ کے اندر۔ اور آپ کے ساتھ کوئی شیطان ہو، یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ ماننا تو بہت دور کی بات ہے۔ یعنی وہ شیطان میرے اندر ہی ہے۔"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا، کیپٹن۔۔۔"

"ایک منٹ، مجھے بات ختم کرنے دیں۔" زمان نے پہلی بار اسے ٹوکا تھا۔ نینا کو یہ شدت سے کھٹکا۔

"ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جب ہم کوئی غلط کام کرتے ہیں تو اس کا الزام شیطان پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور معصوم بھی بن جاتے ہیں؟ پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ شیطانی کام ہے یا شیطان نے بھڑکایا۔ اللہ نے تو ہمیں اشرف المخلوقات بنایا ہے نا؟ سوچنے سمجھنے کی طاقت دی ہے۔ ہم جانور تو نہیں، جن کے پاس یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔ ہم انسانوں کے پاس یہ ہے۔ تو ہم یہ کیوں نہیں کہتے کہ 'دو لوگوں کے ساتھ شیطان نہیں، اللہ بھی موجود ہوتا ہے'؟ یہ ہماری سوچ طے کرتی ہے کہ ہم اس وقت کیا چاہتے ہیں: شیطان کو یا اللہ کو۔۔ امید ہے آپ کو میری بات سمجھ آگئی ہو گی۔" زمان یہ کہتا ہوا کھڑا ہوا اور جانے لگا۔ وہ مزید نہیں بیٹھ پا رہا تھا۔

"میری بات سن لیں"! نینا کے لہجے میں التجا تھی۔

زمان، جو جانے کے لیے مڑا ہی تھا، اس کی آواز سنتا ہوا کرب سے آنکھیں میچ گیا۔

"اب مجھ میں سننے کی حس نہیں بچی، کیپٹن نینا۔ آپ نے وہ حس چھین لی مجھ سے۔"

نینا بے ساختہ اس کے پیچھے بڑھی، مگر وہ جا چکا تھا۔

نینا کی آنکھیں نم ہوئیں۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کیوں، مگر زمان کی باتیں اس کے دل پر لگی تھیں۔ اسے بہت برا لگ رہا تھا۔ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

"کیپٹن! آپ نہیں جانتے ایک لڑکی کی عزت اس کے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔ وہ مر تو سکتی ہے، پر اپنے کردار پر ایک حرف بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

☆☆☆☆☆☆☆

سکینہ بی حیدر کو سوپ پلا رہی تھیں۔ زمان بھی ان کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم بڑی ماں! کب آئیں آپ؟"

"وعلیکم السلام بیٹا! کچھ دیر پہلے ہی آئی ہوں۔ حیدر بتا رہا تھا کہ ڈسچارج کر دیا ہے۔"

زمان نے حیرت سے حیدر کو دیکھا، جو مزے سے سوپ پی رہا تھا۔

"اتنی جلدی؟"

"ایسے کیوں دیکھ رہا ہے؟ ڈاکٹر سے پوچھ لے۔" حیدر نے سوپ پیتے ہوئے جواب دیا۔

"تو نے کوئی دھمکی دی ہو گی؟ آرمی میں ہوں، گولی مار دوں گا یا بم سے اڑا دوں گا۔"

سکینہ بی اس کی بات پر مسکرائیں۔

"جی نہیں، اتنے چھوٹے کاموں کے لیے اتنی بڑی باتوں کی ضرورت نہیں۔ آواز ہی کافی ہے۔"

"اچھا جی؟"

"میں نے کہا، مینج کر لوں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ بس ہو گئی بات ختم۔"

"چلو کوئی نہیں۔ مینج تو اس دفعہ میں کروا ہی لوں گا۔"

"چلو تم دونوں چپ کرو۔ زمان بیٹا! میں اسے لے کر جا رہی ہوں۔ تم ڈسچارج فارم لے کر آ جانا۔"

"ٹھیک ہے، بڑی ماں۔ میں لے آؤں گا۔"

"آپ کو پتا ہے، بڑی ماں! زمان کو اس ہسپتال سے بہت محبت ہے۔ اور یہاں کے۔۔۔"

"حیدر۔۔۔" زمان نے اسے تنبیہ کی۔

"آنکھیں دکھا رہا ہے، دیکھیں بڑی ماں!" حیدر اسے چھیڑنے کے موڈ میں تھا۔

"زمان! یہ کیا ہے بیٹا؟"

"کچھ نہیں بڑی ماں! اس کے دماغ پر چوٹ آئی ہے، اس لیے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ آپ لوگ جائیں، میں آتا ہوں۔" زمان ریسپشن کی طرف بڑھ گیا۔

ریسپشن کے پاس نینا کھڑی نظر آئی۔ زمان ناک کی سیدھ میں چلتا ہوا آیا اور ریسپشن سے حیدر کے ڈسچارج پیپر مانگے۔

نینا نے اس کی بات سنی اور پوچھا۔

"کیا میجر کو ڈسچارج کر دیا گیا ہے؟ وہ کیسے ہیں؟"

زمان نے اس کی بات ان سنی کی۔

"جی، ڈاکٹر نے انہیں ڈسچارج کر دیا ہے۔ اب وہ سٹیبل ہیں اور گھر جا سکتے ہیں۔" سامنے کھڑی نرس نے جواب دیا۔

نینا کو زمان سے جواب کی توقع تھی، مگر وہ فارم لیتے ہوئے بغیر مڑے، بغیر بات کیے، اور بغیر دیکھے باہر نکل گیا۔

نینا کی آنکھیں پھر سے بھر آئیں۔

"کیوں میں اتنی ایفیکٹ ہو رہی ہوں؟ نہ بات کرے، نہ دیکھے۔"

نینا ماننا نہیں چاہتی تھی، مگر وہ کسی کے لیے کچھ الگ محسوس کر رہی تھی۔ اپنے خیالات کو جھٹکتی ہوئی، وہ حیا کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

نینا اس وقت حیا کے سامنے خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ حیا کا ہاتھ پکڑے، اس کا دماغ زمان پر ہی اٹکا ہوا تھا۔ کوشش کے باوجود، وہ زمان کی باتوں سے اپنا دھیان نہیں ہٹا پا رہی تھی۔

نینا نے ڈاکٹر سے بات کی کہ وہ حیا کو گھر لے جانا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ گھر میں سب انتظام کروا لے گی، کیونکہ حیا کو ہسپتال کا ماحول پسند نہیں تھا۔ وہ گھر میں جلدی ریکور کر جائے گی۔

ڈاکٹر نے بتایا کہ حیا کو ابھی دو دن اور یہاں رکنا ہو گا، اس کے بعد لے جاسکتی ہیں۔ البتہ، وہاں خصوصی احتیاط کرنی ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

زمان ہسپتال سے نکلا اور روڈ کے کنارے گاڑی کھڑی کر کے باہر آیا۔ گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

وہ چیخنا چاہتا تھا، چلانا چاہتا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ نینا کو کھونا نہیں چاہتا تھا، لیکن جس طرح سے نینا اسے ری ایکٹ کر رہی تھی، اس کی دل آزاری ہو رہی تھی۔

"اگر وہ مجھے پسند نہیں کرتی، تو میں اس کے سامنے بھی نہیں جاؤں گا۔" زمان نے فیصلہ کیا۔ "اسے کیوں تکلیف دوں؟ تنگ کروں؟" زمان کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ آنکھیں لال سرخ تھیں۔ وہی جانتا تھا کہ اس نے کس طرح سے خود کو اگنور کیا۔ دل پر پہاڑ گرائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر بڑی ماں کے ساتھ گھر پہنچ گیا تھا۔ آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ گھر میں ان دونوں کے علاوہ نگار فاطمہ بھی آگئی تھیں۔ سب اس وقت حیدر کے کمرے میں موجود تھے اور واقعے کے متعلق استفسار کر رہے تھے۔

حیدر نے لفٹ کا سارا واقعہ بتایا، مگر حیا کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ وہ زمان کا منتظر تھا کہ وہ آئے اور کچھ بتائے۔

تھوڑی ہی دیر میں زمان کمرے میں داخل ہوا۔ نگار فاطمہ کو دیکھ کر چونک گیا۔

"موم! آپ کب آئیں؟"

"کچھ گھنٹے پہلے ہی۔ سکینہ نے بتایا کہ حیدر کو گھر لا رہے ہیں، تو سوچا کہ سب کو سرپرائز دوں۔"

"بہت اچھا کیا مام! چلیں، میں چینج کر لوں۔ بڑی ماں! میرے لیے چائے بھجوا دیں۔ سر میں درد ہے۔"

زمان کی آنکھیں بھی سرخ تھیں۔

حیدر کے ساتھ سب نے اس کی خراب حالت نوٹس کی۔ وہ بے چین تھا اور اکھڑا ہوا سا لگ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نگار فاطمہ چائے لے کر خود زمان کے کمرے میں آئیں۔

زمان حیران ہوا۔ نگار فاطمہ سادہ سے گھر کے کپڑوں میں تھیں۔

"موم! آپ اچھی لگ رہی ہیں۔"

"شکریہ، بیٹا!"

"آپ نے کیوں تکلیف کی؟ کسی ملازم کے ہاتھ بھجوا دیتیں۔"

"بیٹا! کبھی کبھی تو یہ سکون نصیب ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لیے کچھ کریں۔" انہوں نے چائے سینٹرل ٹیبل پر رکھی۔

"موم! آپ جو کر رہی ہیں، وہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ ".We are proud of you زمان نے ان کے ماتھے پر پیار دیا۔

"پھر بھی بچے۔ آرمی افسر کے ساتھ ساتھ ماں بھی ہوں۔۔۔ میرا بھی دل کرتا ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ وقت گزاروں، صبح، شام، رات۔۔۔ مگر فرض آڑے آجاتا ہے۔" نگار فاطمہ کا لہجہ غمگین تھا۔

"کیا ہوا ہے، موم؟ کیوں پریشان ہیں؟"

"مجھے چھوڑیں، اپنی بات بتائیں۔ سر میں کیوں درد ہے؟"

"کچھ نہیں، بس تھکاوٹ ہے، موم۔۔۔" زمان نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تھکاوٹ کا درد نہیں ہے، زمان۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہر وقت نہیں ہوتی، مگر ماں ہوں۔ اپنی اولاد کا اترا ہوا چہرہ اور اس کی تکلیف محسوس کر سکتی ہوں۔ کیا ٹینشن ہے؟ بتاؤ مجھے۔" نگار فاطمہ، جو بیڈ پر بیٹھی تھیں، زمان نے ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"موم! میں آپ کو کیسا لگتا ہوں؟"

"یہ کیسا سوال ہے، زمان؟"

"بتائیں نا، پلیز، موم۔"

"میرا شہزادہ بیٹا ہے، میرا شیر بچہ۔"

"نہیں موم، یہ تو آپ تین سال کے بچے کی تعریف کر رہی ہیں۔"

"تو پھر کیسے بتاؤں؟ مجھے تو میرا بچہ ہمیشہ ایسا ہی لگتا ہے۔"

"نہیں، کچھ ہینڈسم ٹائپ کا بتائیں، جیسے لڑکیاں تعریف کرتی ہیں۔"

نگار فاطمہ اس کی بات پر مسکرادیں۔

"اچھا، جیسے لڑکیاں تعریف کرتی ہیں؟ ویسے۔۔۔ لیکن یہ بتاؤ، کس کے منہ سے تعریف سننا چاہتے ہو؟"

"کسی کے منہ سے نہیں۔ بس ایسے ہی کہہ رہا ہوں، چھوڑیں۔" زمان اٹھ کر بیٹھ گیا۔

نگار فاطمہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں، یہ سوال ایسے ہی نہیں پوچھ لیا۔ بتاؤ، کس نے میرے بیٹے کو ریجیکٹ کر دیا؟"

زمان نے ان کی طرف دیکھا، جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔

"موم۔۔۔ وہ۔۔۔" زمان کی بات اٹک گئی۔

"اچھا، مطلب بات اقرار سے انکار تک پہنچ گئی، اور ماں کو خبر بھی نہیں؟"

"ماں پر اعتماد نہ کر پائی، تو بات بڑھانے کا بھی مطلب نہیں بنتا؟" زمان بلاوجہ الماری میں کپڑے الٹ پلٹ کرنے لگا۔

"بات تو ہم بڑھائیں گے، بیٹا۔ وہ کیسے بڑھا سکتی ہے؟"

"مطلب؟" زمان سمجھ نہ پایا۔

"مطلب یہ کہ رشتہ ہم لے کر جائیں گے۔ اب دیکھتی ہوں، کوئی میرے بیٹے کو کیسے ریجیکٹ کرتا ہے۔"

"نہیں ماما! میں ایسا کچھ نہیں چاہتا۔ وہ عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے۔ وہ ایک خول میں سمٹی لڑکی ہے، جو چاہ کر بھی باہر نہیں آسکتی۔ اور میں اس کا خول توڑنا نہیں چاہتا۔ میں اس کے خول میں سمانا چاہتا ہوں۔"

نگار فاطمہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہاری باتوں سے اس لڑکی سے ملنے کی حسرت ہو رہی ہے۔ اور سنو، ایسے لوگ جو اپنے خول میں سمٹے رہتے ہیں، ان کے دل صاف ہوتے ہیں۔ یہ خول میں سمٹنا نہیں، اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کرنا کہلاتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی اپنے خول سے نکل آتی، تو تم نے اسے اچھے کردار کی نہیں سمجھنا تھا۔"

زمان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"موم! وہ کبھی الفاظوں سے انکار نہیں کرتی، لیکن میرے سامنے خاموش رہتی ہے۔ وہ تو۔۔۔ کچھ کہتی ہی نہیں۔" زمان نے استہزائیہ ہنسی ہنسا، جیسے خود کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"تو میرا بیٹا بزدل ہے؟ اتنی جلدی ہار مان لی؟ جب تک اقرار نہ ہو، کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ تم نے ہی کہا کہ وہ بہت الگ ہے، تو تم بھی الگ طریقہ اپناؤ۔ محبوب کے لیے تو اس کے رنگ میں رنگ کر، خود کو بے رنگ کرنا پڑتا ہے۔ پھر چھڑتا ہے اصل محبت کا رنگ۔ اسے بتاؤ کہ تم اسے اپنا جیون ساتھی بنانا چاہتے ہو۔

قرآن پاک میں حکم ہے کہ اگر نیک اور باپردہ لڑکی پسند آجائے، تو اس سے نکاح کر لو۔"

نگار فاطمہ نے واضح بات کہہ دی۔

"کیا وہ مان جائے گی؟" زمان کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ وہ اسے قبول کرے۔ زمان اسے قیمتی موتی کی طرح سنبھال کر رکھنا چاہتا تھا، بس اس کی ہو جائے۔

"ان شاء اللہ بیٹا! اگر وہ تمہارے نصیب میں ہوئی، تو ضرور تمہارے پاس آئے گی۔ اور اگر انکار ہوا، تو اللہ نے تمہارے لیے کچھ بہتر سوچا ہے۔" نگار فاطمہ نے اس کا ماتھا چوما اور کمرے سے چلی گئیں۔

زمان کے دل سے سارے وسوسے، درد، اور شکوے ہٹ گئے تھے۔ اب اس کا دل اور دماغ ہلکا اور کھلا کھلا محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر کے کمرے میں:

حیدر ٹریک سوٹ میں ملبوس، بیڈ سے ٹیک لگائے، آنکھیں موندھے بیٹھا تھا۔

زمان آہستہ سے کمرے میں داخل ہوا۔ حیدر آہٹ پر چونک گیا۔

"کہاں تھا تو؟ کب سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"تجھ سے بیوی والی وائبز کیوں آ رہی ہیں؟ 'کہاں تھے آپ؟ میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی، جانو'"! زمان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بکواس بند کر۔ جانو کی یہی جان نکال دوں گا۔ مطلب کی بات کر، کام ہوا؟"

"اب آئی اصل بات، خود غرض انسان! میرا نہیں، اپنے کام کا انتظار کر رہا تھا؟" زمان صوفے پر بیٹھ گیا اور موبائل پر بے مقصد اسکرولنگ کرنے لگا۔

"کچھ خاص نہیں پتا چلا۔ مال کے عملے سے لڑکی کے بارے میں پوچھا، مگر وہ کچھ نہیں جانتے۔ جیسے تجھے نام نہیں معلوم، ویسے انہیں بھی نہیں پتا۔ اب وہ اپنی مال کی بدنامی بچانے کے لیے بات ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ میں نے بہت پوچھ گچھ کی، مگر فائدہ نہیں ہوا۔"

"ہسپتال کے اسٹاف سے کچھ پوچھا؟" حیدر نے ایک اور سوال داغ دیا۔

پوچھا تھا ایک نرس سے معلومات لی ہے وہ کہہ رہی تھی۔ اس دن بہت ہڑبڑی مچ گئی تھی ایمرجنسی میں، کیسز بہت زیادہ تھے، اور جب تجھے وہاں لایا گیا تیرے ساتھ تین لوگ اور بھی اتفاق سے اسی ٹائم ایمرجنسی میں لائے گئے تھے۔ ان کے بھی ایکسیڈنٹ ہی ہوئے تھے۔

"ہاں تو ان میں سے کوئی ہو گی نا syبھی وہاں لایا ہو گا جب مجھے وہاں لائے تھے..

نہیں مجھے نہیں لگتا ادھر ہو سکتا ہے تم دونوں کو اکٹھے لانے سے معاملہ خراب ہو۔۔ کیا پتہ انہوں نے ایمبولنس دوسرے ہاسپٹل بھیجی ہو تاکہ بات نہ بگڑے تم دونوں رابطہ نہ کر سکو ان پر کیس نہ کر سکو۔۔۔ زمان نے اسے ٹالنے کی مکمل کوشش کی۔

نہیں مجھے نہیں لگتا۔ جو، جو میرے ساتھ ایمرجنسی پہنچے تھے ان میں سے کسی کا پتہ کیا۔۔ حیدر پریشانی سے ماتھا مل رہا تھا۔

زمان اسی سوال سے بچنا چاہ رہا تھا۔ اضطرابی کیفیت میں بالوں پر ہاتھ چلایا اور اٹھ کر حیدر کے پاس گیا۔

"سن دو لڑکے تھے ایک تو اور ایک دوسرا تم دونوں بچ گئے۔۔ اور دو ہی لڑکیاں بھی تھیں ایک کوما میں ہے دیکھ اور بول نہیں سکتی صرف محسوس کر سکتی ہے" دوسری جو دنیا میں نہیں ہے. تو کسے چنے گا؟؟

حیدر کے سر میں درد کی ٹیس اٹھی "نہیں ان میں سے کوئی نہیں."

حیدر کو اپنی کہی گئی بات یاد آئی وہ برداشت نہیں کر پائی ہو گی۔۔ حیدر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا نہیں میں قاتل نہیں ہو سکتا زمان۔۔۔

زمان اس کی طرف بڑھا انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو گی وہ وہاں نہیں آئی ہو گی۔۔ اگر آئی ہے تو میں ڈھونڈ لوں گا اور صحیح سلامت تیرے سامنے لا کر کھڑا کروں گا میرا وعدہ ہے۔

تو سچ کہہ رہا ہے۔۔ حیدر بے یقین ہوا۔

آج تک تو نے جو کہا ہے۔ کیا ہے نا؟؟ تو اب بھی بھروسہ رکھ اور ان سب کو دماغ سے نکال دیے۔ آرام کر۔۔ مشن پڑے ہیں ابھی بہت ہمارے پاس۔ تو یہ ڈاکٹر ڈاکٹر کھیلنا بند کر۔ حیدر نا چاہتے ہوئے بھی اس کے بات پر مسکرا دیا۔

شاباش خوش رہ۔۔۔ سب اچھا ہو گا حیدر نے اسے گلے لگا لیا۔

☆☆☆☆☆

حیا کو تیسرے دن ہاسپٹل سے گھر شفٹ کر دیا گیا تھا۔ پہلے سے کچھ بہتر تھی پاؤں کی پٹی اتر چکی تھی ماتھے پر کٹ کا نشان تھا سر پر سفید پٹی پوری لپیٹی ہوئی تھی۔ گھر واپس آ کر اس کے چہرے پر ایک اطمینان تھا۔

سلطان سکندر اور نینا سائے کی طرح اس کے ساتھ تھے ہر وقت۔۔۔ نینا ایمرجنسی کی صورت میں ہاسپٹل جاتی تھی ورنہ اس نے چھٹیاں لی ہوئی تھی۔۔ کئی بار دماغ زمان پر جا کر اٹک جاتا مگر وہ ذہن جھٹکا لیتی تھی۔

دوسری طرف اس سے بھی برا حال زمان کا تھا۔ اس کا دھیان بھٹکتا ہی نہیں تھا نگار فاطمہ واپس جا چکی تھی۔ اس سے زیادہ چھٹیاں ان کا فرض ان کو کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ کئی بار زمان نگار فاطمہ

کو کہہ چکا تھا کہ وہ کسی مشن میں ڈال کر اس کو واپس بلا لیں مگر وہ ہمیشہ حیدر کے ساتھ رکنے کا کہتی ٹال دیتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

نینا کو ہاسپٹل بلایا گیا تھا کچھ ایمر جنسی کیس ہینڈل کرنے تھے۔۔ زمان اور حیدر بھی ہاسپٹل میں ہی موجود تھے۔حیدر کے ٹانکے کھلنے تھے۔10 دنوں کے بعد وہ دونوں گھر سے باہر نکلے تھے،ورنہ سکینہ بی نے سختی سے حیدر کو ہلنے جلنے سے بھی باز رکھا تھا۔سکینہ بی اور زمان نے اسکی صحت کے لئے کافی احتیاط برتی تھی۔

حیدر کو بالکل بھی گھر سے باہر نہ جانے دیا اور اس چکر میں زمان بھی آج گھر سے باہر نکلا تھا وہ تو ویسے ہی اس شہر سے اکتایا ہوا تھا، یہاں سے دور جانا چاہتا تھا۔

نینا اپریشن تھیٹر سے باہر نکلی اپنے سامنے حیدر اور زمان کو کھڑا پایا جو سٹچ اوپن کروا کر واپس جارہے تھے۔وہ ان کی طرف بڑھی۔

السلام علیکم !!

وعلیکم السلام !!حیدر نے جواب دیا کیسے ہیں آپ میجر۔۔۔طبیعت کیسی ہے اب آپ کی؟؟

بالکل ٹھیک ہوں۔

نینانے چور نظروں سے زمان کی طرف دیکھا، جو اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر دائیں بائیں دیکھ رہا تھا خود کو اسے دیکھنے سے باز رکھ رہا تھا.

اس نے یہ پورا ہفتہ کیسے گزارا تھا کیسے اپنے دل پر باندھ باندھ کر بیٹھا تھا وہی جانتا تھا۔ اور اب نینا کی آواز۔۔۔ نہیں اب بہت مشکل ہو جائے گا، دل بھی آج سہی سے دھڑکا تھا اس میں پھر سے جان پڑ گئی ہو، حیدر نے زمان کی طرف دیکھا جو بالکل خاموشی سے اسے ایک قدم پیچھے کھڑا تھا

نینا کے سوال پر حیدر نے مختصر جواب دیا، "بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیپٹن، آپ کا سر درد ٹھیک ہے؟"

نینا کی آواز نے زمان کو چونکا دیا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے نینا کی طرف دیکھا، مگر وہ نظر بھی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ نینا سرجیکل یونیفارم میں، سر پر حجاب کیے، بالکل ویسی ہی تھی جیسے ہمیشہ دل کے قریب محسوس ہوتی تھی۔ زمان نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

نینا اسے ہی دیکھ رہی تھی، مگر اس کے دل میں بے شمار سوالات اٹھ رہے تھے۔

"یہ زمان کو کیا ہوا؟ وہ اتنا خاموش کیوں ہے؟"

حیدر نے دونوں کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے موقع کی نزاکت کو سمجھا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لمحہ ان دونوں کے لیے اہم ہے۔

نینا نے ایک بار پھر زمان کی طرف دیکھا۔

"کچھ کہیں گے آپ؟"

نینا کی آواز دھیمی اور شائستہ تھی، مگر اس میں سوال چھپا ہوا تھا۔ وہ شاید یہ سننا چاہتی تھی کہ زمان کیسے ہیں، یا وہ ان دنوں میں کیسا محسوس کر رہا تھا۔

زمان نے ایک لمحہ توقف کے بعد صرف سر ہلا دیا۔ وہ کہنا تو بہت کچھ چاہتا تھا، مگر الفاظ زبان تک نہ آ سکے۔

نینا نے ہلکی سی مسکراہٹ دی اور بولی، "آپ ویسے نہیں لگ رہے، سب ٹھیک ہے؟"

زمان نے نینا کی طرف دیکھا، دل چاہا کہ سب کچھ کہہ دے۔ مگر وہ خاموش رہا، صرف اتنا بولا:

"سب ٹھیک ہے۔"

نینا کو اس کے جواب سے کوئی اطمینان نہیں ہوا، مگر اس نے مزید کچھ نہ پوچھا۔ وہ جانتی تھی کہ کبھی کبھی وقت کو موقع دینا بہتر ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"یہ دونوں کب بات کریں گے؟" وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

زمان اور نینا اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے، ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھنے کی کوشش میں، مگر الفاظ کی دیوار کے پیچھے چھپے ہوئے۔

نینا نے دل میں عہد کیا کہ وہ جلد یا بدیر زمان سے بات کرے گی۔

اور زمان نے خود سے وعدہ کیا کہ وہ نینا کے سامنے اپنے دل کی بات رکھے گا، چاہے جتنی بھی مشکل کیوں نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

یہ لمحے شاید محبت کی کہانی کے وہ ابواب تھے جو وقت کے ساتھ مکمل ہونے والے تھے۔

"آپ کی بہن کیسی ہیں؟"

زمان کو یہی سوال ٹھیک لگا۔

"ٹھیک ہے، اللہ کا شکر ہے۔"

زمان اسے دیکھے بغیر آگے بڑھنے لگا۔

"کیپٹن زمان، کیا آپ مجھے اگنور کر رہے ہیں؟"

نینا یہ اسے کیوں کہہ رہی تھی، وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ شاید یہ اس کے دل کا سوال تھا جو زبان تک آ گیا۔ زمان کا یہ رویہ عجیب لگ رہا تھا، وہ ہرٹ ہو رہی تھی مگر مانتی نہیں تھی۔

زمان کا دوسرا بڑھتا قدم تھم گیا۔ اسے نینا سے ایسے سوال کی امید نہیں تھی۔ وہ اس کی اگنورنس کو محسوس کر رہی تھی۔ کیا وہ سمجھتی تھی کہ وہ ناراض ہے؟ زمان نے ہنس کر سر جھٹکا۔ دل پھر سے امیدیں باندھنے لگا تھا۔

"نہیں۔"

"میں ہوں ہی کون آپ کا، جو آپ کو اگنور کروں۔ میں نہیں چاہتا، میری وجہ سے آپ پر سوال اٹھیں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں بولنے اور دیکھنے کی حس کھو دوں۔"

نینا کو اس کے جواب سے دکھ ہوا۔ دماغ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی، اس کے ضمیر نے اسے آئینہ دکھایا۔ اسے اپنی کہی گئی بات یاد آئی:

"آپ میرے ہیں ہی کون، جو یوں آپ کو ملنے کی اجازت دے دوں؟"

اس نے خود یہ بات کہی تھی تو اسے اب اتنا برا کیوں لگ رہا تھا؟

"جیسا ہم کرتے ہیں، خود بھول جاتے ہیں کہ وہی جب ہم پر بیتتے تو ہم کیا برداشت کر پائیں گے؟"

وہی نینا کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ اب زمان کا اس طرح سے بات کرنا کیوں برداشت نہیں کر پا رہی تھی؟ وہ چاہتی تھی وہ اس سے پہلے کی طرح باتیں کرے، اسے باتیں بتائے۔ کبھی کبھی ہم دوسروں کا دل یوں ہی دکھا دیتے ہیں، بغیر انہیں سمجھے، بغیر جانے۔

زمان واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ حیدر کا میسج موصول ہوا تھا کہ وہ اس کا گاڑی میں انتظار کر رہا ہے۔

"کیپٹن، رکیں"!

نینا سوچوں کے بھنور سے نکلی۔ زمان کو دیکھا جو اس کی پہنچ سے دور جا رہا تھا۔ نینا اس کے پیچھے لپکی۔ وہ اس سے آج جواب چاہتی تھی۔ اس نے اتنی بڑی بات کیوں کہہ دی؟ وہ آج دنیا کی پروا کیے بغیر اس کے پیچھے جا رہی تھی۔ اسے روکنے کیوں؟ وہ یہ سوال سننا نہیں چاہتی تھی۔ صرف اس کے دل نے کہا، "نینا، آج روک لینا"، اور وہ چل دی۔

"کیپٹن شیر زمان، آپ کو میری بات سننی پڑے گی"!

نینا نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اسے پکارا۔ منہ سے دھواں نکل رہا تھا۔ باہر ماحول سرد تھا، اندر کی نسبت۔ ناک اس کی سرخ ہو چکی تھی اور گال بھی۔ پہلی دفعہ نینا نے اسے اس طرح پکارا تھا۔

زمان کے قدم کیسے نہ رکتے۔ نینا جو آج کسی کی پروا کیے بغیر آپریشن تھیٹر سے پارکنگ کے گیٹ تک آ چکی تھی، زمان کو آج حیران در حیران کرتی جا رہی تھی۔

بہت تیزی سے نینا اس کے سامنے آئی۔ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکی، سانسیں بحال کر رہی تھی۔

"کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہیں؟"

"آپ نے کیوں کہا ایسے؟ اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتے ہیں آپ؟ یوں مجھے شرمندہ نہیں کر سکتے آپ"!

نینا اس کی بات پر دھیان نہ دیتی، سیدھی ہوئی۔

"میرے ملاقات کرنے سے آپ پر سوالیہ نشان بنتا ہے؟ میرے بات کرنے سے آپ شرمندہ ہوتے ہیں؟ تو کیوں روک رہے ہیں مجھے؟ کیوں بات کرنا چاہتی ہیں مجھ سے؟ پہلے خود سے پوچھیں کہ آپ کیا چاہتی ہیں، پھر مجھ سے سوال کریں۔"

نینا اس کی باتوں پر لاجواب ہوئی۔

زمان جو تھوڑا آگے ہوا۔

نینا کو لگا وہ جانے لگا ہے۔

"پلیز، میری بات سن کر جایئے گا۔"

اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا، پھر بھی اسے روک رہی تھی۔

زمان اس کی طرف مڑا۔

"کہیں نہیں جا رہا، یہیں پر ہوں۔ آپ آئیں یہاں بینچ پر بیٹھیں۔"

زمان نے آگے دو تین قدموں کے فاصلے پر بینچ کی طرف اشارہ کیا۔ نینا چلتی ہوئی بینچ پر جا کر بیٹھی اور زمان فاصلے پر اسی بینچ پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"جب آپ جائیں گی واپس، اس کے بعد ہی جاؤں گا۔ آرام سے سانس برابر کریں اور بتائیں کیا بات کرنا چاہتی ہیں۔"

زمان نے بات مکمل ہی کی تھی کہ اس کا فون بجا۔ زمان فون پر نمبر دیکھ کر کھڑا ہوا:

"السلام علیکم سر۔"

اس کے بعد کی ٹون ایسی تھی، رعب دار، دشمن پر دھاک بٹھانے والی۔ نینا کو محسوس ہوا کہ اس کا کوئی سینئر افسر ہے۔ زمان بالکل سیدھا کھڑا تھا، جیسے وہ افسر اس کے سامنے موجود ہو۔ نینا اس کو دیکھ کر مسکرائی۔ بات کرتے ہوئے وہ بہت معصوم لگ رہا تھا۔ نینا نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ زمان اس کی حرکت نوٹ کر گیا تھا۔

"جی، میں نے ہی کینسل کروائی ہیں۔ واپس آنا چاہتا ہوں۔

نہیں، مجھے مزید چھٹیاں نہیں چاہیے۔ کسی طرح کا بھی ہوا، میں مینج کر لوں گا۔ جی، ان شاء اللہ کل صبح آپ کو رپورٹ کروں گا۔

خدا حافظ۔"

زمان نے کال ختم کی اور واپس بینچ پر بیٹھ گیا۔ نینا اسی کی طرف متوجہ تھی۔

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟ واپس مشن پر؟ اور آپ نے تو بتایا تھا کہ آپ کی چھٹیاں ہیں ابھی؟ اب چھٹیوں کا جواز نہیں ہے؟"

"تو جواز کیسے بنتا ہے جب انسان پر سکون ہوتا ہے، دل و دماغ مطمئن ہوتا ہے۔ اس وقت۔ ابھی میرا دماغ کچھ اور کہتا ہے اور دل کچھ اور۔ اس لیے میں اپنا فوکس صرف ایک ہی چیز پر رکھنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے جب میں وہاں جاؤں گا تو میں یہ سب چیزیں بھول جاؤں گا۔"

"کیا بھول جانا آسان ہوتا ہے، کیپٹن؟"

زمان نے نینا کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظروں کا تصادم ہوا۔ آج وہ دونوں عجیب لہجے میں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے، جیسے روز اسی طرح بات کرتے ہوں۔

اب موبائل پر حیدر کی کال آرہی تھی۔ زمان نے کال کاٹ دی۔

"میں جا رہا ہوں۔ مجھے کل صبح رپورٹ کرنا ہے، حیدر میرا انتظار کر رہا ہے۔"

"پر میں۔۔۔" نینا ابھی کچھ کہتی کہ زمان کھڑا ہو گیا۔

نینا بھی اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"ابھی آپ کو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ پہلے آپ خود سمجھ لیں، پھر مجھے بتائیے گا۔ اس طرح مجھے بھی سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ خود کو مت الجھائیں، جو دل کہتا ہے وہ مانیں۔"

"میں کل صبح جانے سے پہلے آؤں گا۔ اس وقت بتائیے گا آپ کیا کہنا چاہتی ہیں، تب تک سوچ لیں۔ چلیں، جائیں اب آپ واپس، ٹھنڈ بڑھ رہی ہے۔"

زمان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو گال اور ناک لال ہو چکے تھے، ہاتھوں کی انگلیاں تک سرخ پڑ رہی تھیں۔

نینا نے اس کی بات پر صرف سر ہلایا اور واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔ زمان نے بھی واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔ دونوں اب مخالف سمت میں ایک دوسرے سے دور جاتے جا رہے تھے۔ نینا نے مڑ کر زمان کو دیکھا، اور اسی وقت زمان بھی مڑا۔ دونوں کچھ دیر کھڑے رہے، پھر اپنے اپنے راستوں کی طرف چل دیے۔

نینا لیٹ واپس لوٹی تھی۔ اس نے اطلاع دے دی تھی کہ آج کام زیادہ ہے۔ اسے سانس لینے کا موقع بھی ٹھیک سے نہیں ملا تھا۔ رات کو جب کمرے میں آئی تو اپنے بابا کو صوفے پر سوتے دیکھا۔ نینا نے آرام سے انہیں پکارا:

"بابا، اٹھیں۔ روم میں جا کر آرام کر لیں۔"

سلطان سکندر، جن کی کچھ دیر پہلے ہی آنکھ لگی تھی، نینا کی آواز پر چونکے۔

"آ گئی بیٹا؟ آج بہت لیٹ ہو گئی۔"

سلطان سکندر نے گھڑی پر وقت دیکھا، جو رات کے 8 بجا رہی تھی۔

"جی بابا، آج آپریشن ڈے تھا، اس لیے بہت رش تھا۔ آپ آرام کریں، تھک گئے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا، کھانا کھا کر سونا۔ گڈ نائٹ۔"

"گڈ نائٹ، بابا۔"

نینا بیڈ پر آئی، حیا کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دیکھ حیا کو رہی تھی، مگر سوچوں کا محور وہی انسان تھا۔

"حیا، جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔ آج تمہاری آپی کو تمہاری بہت ضرورت ہے۔"

نینا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ زمان نے صبح بات کرنے کے لیے کہا تھا، مگر وہ کیا بات کرے گی، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ کوئی مشورہ دینے والا بھی نہیں تھا۔ دماغ اس بات پر آ کر جیسے کام کرنا چھوڑ دیتا تھا۔

نینا نے آنکھیں بند کیں اور زمان کے الفاظ گونجے:

"دل کی سنیے گا، فیصلہ آسان ہو گا۔"

نینا نے دل پر ہاتھ رکھا۔ زمان کا ہنستا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا۔ نینا نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ نینا کو اپنی کیفیت پہلی دفعہ عجیب لگی۔ نینا کی آنکھ سے آنسو حیا کے ہاتھ پر گرا۔ اسی وقت حیا کے ہاتھ میں حرکت ہوئی۔

نینا نے وہ حرکت بخوبی نوٹ کی تھی۔ اس کا ہاتھ نینا کے ہاتھ میں تھا۔

"گڑیا، تمہارا ہاتھ ہلا۔ میں نے محسوس کیا ہے۔ میری گڑیا مجھے جواب دے رہی ہے نا؟ وہ ٹھیک ہے اور مجھے سن رہی ہے۔"

نینا کی آنکھوں سے اب آنسو لگاتار جاری تھے۔ نینا نے حیا کو پیار دیا اور اس کے پیٹ پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"حیا، کیپٹن زمان مجھے پسند کرتے ہیں۔ مجھے کئی بار محسوس ہوا، مگر میں کیسے کچھ کہہ سکتی ہوں؟ میں کیسے اعتبار کر لوں؟ کسی غیر کو اپنی زندگی میں وہ مقام کیسے دے دوں؟"

نینا اسے دل کا حال سنا رہی تھی، اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جو اس کے دل کا حال سن رہا تھا: خاموشی۔

"میں نے بہت دفعہ غصے سے بات کی، ٹالا بھی، مگر وہ نہیں مانے۔ ہر دفعہ ایک نئی بات کی جو پچھلی باتوں پر اپنا وزن ڈالتی گئی۔ میں خود کو بہت اونچا سمجھنے لگی، مگر نہیں، میری سوچ نے مجھے چھوٹا بنا دیا۔ کیا میں ضروری ہوں کیپٹن کے لیے یا عادت بن گئی ہوں؟ اس طرح کے خیالات آنے لگے۔ مگر وہ جواب بھی مجھے آج مل گیا۔ وہ شخص لوگوں کو معتبر کرنے کا ہنر رکھتا ہے۔ میرے بغیر کہے میری بات سمجھ جانا، میری تکلیف کو محسوس کر کے اس کے حل تلاش کرنا، مجھے خوش کرنے کے لیے کوششیں کرنا۔۔۔"

"کیا میں ان کی ہمسفر بننے کے قابل ہوں؟ ایک خاموش طبیعت کی بے رنگ لڑکی، جسے باتوں کا شوق نہیں، مگر وہ شوقین ہیں۔ مجھے رنگوں کا شوق نہیں، وہ رنگوں سے کھیلنے والے۔ میں خاموش، وہ باتونی۔"

نینا اس بات پر مسکرائی۔

"میں ضدی، اور وہ بچے۔ میں سرد جذبات کی لڑکی، اور وہ وفادار۔۔۔ کیا ساتھ نبھایا جا سکتا ہے، حیا؟"

"بالکل، میری بیٹی! تم میں کس چیز کی کمی ہے؟"

سلطان سکندر اندر داخل ہوئے، جن کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔ انہوں نے کھانا گرم کیا تھا اور کمرے میں لے آئے تھے، مگر نینا کی باتیں سنتے رک گئے۔

نینا انہیں دیکھ کر حیران اور پریشان دونوں ہوئی۔ وہ کالے رنگ کی ڈھیلی ڈھالی شلوار قمیص میں تھی۔ پاس رکھا دوپٹہ اٹھایا اور جلدی سے بیڈ سے اتری۔

"بابا، آپ۔۔۔؟"

" آ جاؤ۔ کھانا لایا ہوں۔ بھوک لگی ہو گی میری بیٹی کو۔ سارا دن مریضوں کے پیچھے گھوم گھوم کے خود مریض نہ بن جانا۔"

" کھانا کھالو، بچے۔۔۔"

نینا خاموشی سے سلطان سکندر کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اسے ہوش دلایا۔

نینا روم میں موجود گول ٹیبل کے پاس صوفے پر جا کر بیٹھ گئی اور اپنی انگلیاں دوبارہ سے مسلنے لگی۔

سلطان سکندر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

" کیوں بے چارے ہاتھوں پر ظلم کرتی ہو؟ حیا بیٹا، میں زندہ ہوں ابھی۔ مجھ سے دل کی باتیں کیا کرو، بچے۔ میں کوشش کروں گا تمہیں سمجھنے کی۔ اور تمہارے بابا تو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو کیوں خود کو ہلکان کیے ہو؟"

نینا کو لگا جیسے یہ سب زمان کہہ رہا ہو۔

" کیا اتنی باتیں مترادف ہو سکتی ہیں؟"

نینا ان کے گلے لگ گئی۔

" سوری، بابا۔۔۔"

" کس بات کی سوری، بچے؟"

" مجھے نہ بتانے کے لیے۔ اگر یہ ہے تو ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمہارا فیصلہ ہے۔ اس میں کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ مجھے آنکھ بند کر کے تم دونوں پر اعتبار ہے۔

میری بچیاں کسی کا دل نہیں دکھا سکتیں، نہ ہی کچھ غلط کر سکتی ہیں۔ ان میں غداری کا مادہ نہیں ہے۔ وہ مر تو سکتی ہیں، مگر دھوکہ نہیں دے سکتیں۔"

نینا کی آنکھوں سے جھلمل آنسو پھر بہنے لگے تھے۔ سلطان سکندر نے اسے خود سے الگ کیا اور چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر کھانا کھلانے لگے۔

نینا نے تھوڑا بہت کھا کر بس کر دیا۔

اب وہ دونوں حیا کے پاس موجود تھے، جس کی آنکھ سے آنسو گر رہے تھے۔

سلطان سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کیے۔

"میرا بچہ بہت جلدی ٹھیک ہو جائے گا، مجھے پوری امید ہے۔"

کافی دنوں سے وہ دونوں کبھی کبھی حیا کے ہاتھ اور پاؤں میں ہلکی ہلکی حرکت محسوس کرتے تھے۔ نینا اب خاموش تھی۔

"اب بتاؤ، کیا بات ہے؟"

نینا نے شروع سے لے کر اب تک کی ساری بات میجر کے چیک اپ سے لے کر حیا کے ایکسیڈنٹ تک سنا دی۔

"ہوں۔۔۔"

سلطان سکندر نے بس یہی کہا۔ نینا کا سانس اٹک گیا تھا۔ بے شک وہ اس پر پورا بھروسہ رکھتے تھے، پھر بھی نینا کو ڈر سا تھا۔

"بابا، آپ نے کچھ کہا نہیں؟"

نینا نے ہمت کرتے ہوئے پوچھا۔

حیا کی ہارٹ بیٹ بھی بڑھنے لگی۔ مشین سے "ٹی ٹی ٹی" کی آواز ابھرنے لگی۔

"حیا بیٹا، سوچنے کا موقع تو دو۔ بچے، اپنی پیاری بیٹی کو کیسے خود سے جدا کروں گا؟"

نینا نے حیرانگی سے سلطان سکندر کی طرف دیکھا، جن کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔ حیا کی ہارٹ بیٹ بھی آہستہ آہستہ برابر ہو رہی تھی۔

سلطان سکندر نے نینا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"بچے، اس نے تمہارا اس وقت ساتھ دیا، جب تمہارے پاس تمہارا اپنا کوئی نہیں تھا۔ بغیر رشتے کے۔ اگر تم سے اس کا رشتہ جڑ جائے تو وہ تم پر آنچ بھی نہیں آنے دے گا۔ اور میرے بعد کوئی ہو گا جو تم دونوں کا خیال رکھے گا۔"

"بابا، آپ تو ملے بھی نہیں اور اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ آپ کے علاوہ ہمیں کسی کی ضرورت نہیں۔"

سلطان سکندر اس کی بات پر مسکرا دیے۔

"کبھی کبھی ہم ایک انسان کو اس کے ایک جملے سے پرکھ لیتے ہیں، مگر کبھی کسی کی مشکل سے مشکل دلیلیں بھی ہمیں مطمئن نہیں کر پاتیں۔ زمان تمہارے لیے بہترین انتخاب ہو گا، بیٹا۔ میرا دل کہتا ہے۔"

حیا کی ٹانگ پھر سے ہلی۔

"کل ڈاکٹر کو بلاتا ہوں، سیدھا کرواتا ہوں تمہیں۔ بہت خوشی ہے بہن کی شادی کی۔۔۔"

سلطان سکندر خوش اور مطمئن تھے۔ نینا بھی مسکرا دی۔

"بابا، نہ کریں! میری بہن کو تنگ نہ کریں۔"

سلطان سکندر بھی ہنس پڑے۔

) کبھی کبھی اپنی پریشانیاں ماں باپ سے بانٹ لینی چاہییں۔ ہم جتنے بھی بڑے ہو جائیں اور جتنے بھی سمجھدار، ماں باپ سے زیادہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ ان سے بات کرنے سے جو سکون اندر اترتا ہے، وہ انمول ہوتا ہے۔

سلطان سکندر اٹھے اور کمرے سے جانے لگے۔

"نام کیا ہے، برخودار کا؟"

نینا نے سر جھکا کر جواب دیا، "کیپٹن شیر زمان۔۔۔"

"ماشاءاللہ، انہیں کہنا اپنے ماں باپ کو لے آئیں۔ میں اپنی شیرنی دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"بابا۔۔۔" نینا نے شرما کر چہرے پر ہاتھ رکھ لیا۔

سلطان سکندر مسکرا کر باہر نکل گئے۔

☆☆☆☆☆☆

نینا صبح وقت پر ہسپتال پہنچ چکی تھی۔ اب اسے زمان کا انتظار تھا۔ نینا نے گھڑی میں وقت دیکھا، ابھی 7:30 ہوئے تھے۔ اسے 8 بجے راؤنڈ پر جانا تھا۔

وہ اپنے کیبن میں موجود تھی جب اسے کال موصول ہوئی، جس میں سینئر ڈاکٹر نے سرجری کا بتایا، جو ایمرجنسی میں پلان کی گئی تھی اور نینا کو اسے لیڈ کرنا تھا۔

نینا نے فون رکھا اور راؤنڈ پر چلی گئی تا کہ سرجری پر جانے سے پہلے فارغ ہو سکے۔

☆☆☆☆☆☆

زمان آرمی یونیفارم میں اپنی جیپ سے اترا۔ MH میں داخل ہوا اور ریسپشن سے ڈاکٹر نینا کے متعلق پوچھا۔

"ڈاکٹر نینا کہاں موجود ہوں گی اس وقت؟"

"سر، وہ آپریشن تھیٹر میں ہیں۔ انہیں وقت لگے گا، ایک میجر سرجری چل رہی ہے۔"

"اوکے، تھینک یو!" زمان کہتا ہوا او ٹی کی جانب بڑھ گیا۔ زمان وہیں او ٹی کے باہر ویٹنگ ایریا میں نینا کا انتظار کرنے لگا۔

اس نے 12 بجے رپورٹ کرنا تھا، اب صبح کے 9:30 ہو رہے تھے۔

نرس نے زمان کو بیٹھے دیکھا تو اس کی طرف بڑھی۔

"کیپٹن زمان، سر!" نرس نے اسے پکارا۔

وہ نرس کی طرف متوجہ ہوا۔

"Yes..."

"یہ ڈاکٹر نینا نے آپ کو دینے کے لیے کہا تھا، اور ایک میسیج بھی کہ آپ کی رپورٹ ٹھیک ہیں، ٹینشن کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ آرام سے کام پر جا سکتے ہیں اور جب لوٹیں تو پھر ریویو ہو گا آپ کا۔ ان کی سرجری لمبی چلے گی تو آپ ویٹ نہ کریں۔"

نینا نے سرجری کی وجہ سے اپنا دل کا فیصلہ اس لفافے میں مہر بند کر دیا تھا اور اس طرح سے دیا تا کہ یہی سمجھے کہ یہ رپورٹ ہے۔ نرس، جو نینا کے ساتھ کافی عرصے سے کام کر رہی تھی، نینا نے اس پر بھروسہ کیا۔

زمان کے تو سر سے گزر گئی تھی ساری بات، کچھ بھی تو سمجھ نہیں آیا اسے کہ نینا نے ایسا کیوں کہا۔ وہ مڑا اور جانے لگا۔ ایک ایک قدم بھاری ثابت ہو رہا تھا، جیسے من وزن کسی نے اس کی ٹانگوں کے ساتھ باندھ دیا ہو اور وہ زبردستی جسم کو گھسیٹ رہا تھا جو یوں جانے کو تیار نہیں تھا۔ اسے آج جواب چاہیے تھا جو اس کے ہاتھ میں موجود نہیں تھا۔ بہت امیدیں لے کر آیا تھا آج، مگر پھر سے خالی ہاتھ ہی لوٹا تھا۔

ہسپتال سے باہر نکلا اور ایک امید کے تحت پھر سے مڑا۔ کاش، اسے وہ کہیں نظر آ جائے، مگر بے سود۔ واقعی ہی یک طرفہ محبت بہت تکلیف دیتی ہے، آج شدت سے محسوس ہو رہا تھا۔ "یہ شہر اور اس شہر کے لوگ بہت بے رحم ہیں۔" زمان دل ہی دل میں گویا ہوا۔

نم آنکھ صاف کرتا ہوا گاڑی میں سوار ہو گیا۔ دل اچاٹ ہو گیا تھا ہر چیز سے۔ لفافہ کھولنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسے مطابق وہ اس کا جواب جانتا تھا۔ لفافے کے باہر کسی قسم کی سطر درج نہیں تھی۔ خاکی رنگ کے لفافے کو زمان نے احتیاط سے اپنی شرٹ کی اندرونی پاکٹ میں رکھ لیا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا، جہاں سے اب اس کی واپسی کا جلد از جلد کوئی ارادہ نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

زمان کو گئے کئی دن گزر چکے تھے۔ حیدر کو بھی نیا ٹاسک ملا تھا، وہ بھی اس کی تیاری کر رہا تھا۔ حیدر تیار ہو کر باہر نکلا۔ اس کی منزل اسلام آباد کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھی۔

یونیورسٹی کے سامنے پہنچ کر اس نے گاڑی پارک کی اور اندر بڑھ گیا۔ شاہانہ چال چلتا ہوا وہ یونیورسٹی کے اندر داخل ہوا۔ آتے جاتے لڑکیاں اور لڑکے تک اسے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ کئی چہ مگوئیاں کی آواز بھی اس کے کانوں سے ٹکرائی:

"کتنا سمارٹ ہے یار"!

"یہ کوئی نیا اسٹوڈنٹ آیا ہے کیا؟"

"کون ہے یہ؟ پہلے تو نہیں دیکھا۔ ڈریسنگ سینس تو بہت اچھی ہے"!

حیدر ایسے ہی گزر رہا تھا، اس کو اپنی ہی دی ہوئی وضاحت سنائی دی۔ یونیورسٹی کا منظر ہی الگ تھا۔ کافی عرصے بعد اس نے یہ منظر پھر سے دیکھا تھا۔ وہ کوریڈور سے گزرتا ہوا ایڈمنسٹریشن آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے ایڈمنسٹریشن آفس جانا تھا۔

حیدر آفس کے باہر پہنچتا نوک کرتا اندر داخل ہوا۔

السلام علیکم

وعلیکم السلام

پرنسپل نے اس کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلیوٹ کیا اس کی ضرورت نہیں ہے بیٹھ جائیں پلیز

یہاں پر میں میجر کی حیثیت سے نہیں آیا۔ آپ اچھے طریقے سے جانتے ہیں اور دوبارہ آپ اس طرح کی کوئی حرکت بھی نہیں کریں گے جس پر لوگوں کو شک وشبہ ہو۔۔ حیدر بہت ہی آہستہ سے ان سے مخاطب تھا۔

پرنسپل کافی عرصے سے یہاں پر ایجنسی کے ایجنٹ کی ڈیوٹی دے رہا تھا مگر اس سے حالات کنٹرول نہیں ہو رہے تھے یونیورسٹی میں غیر اخلاقی اور غیر قانونی حرکات بڑھتی جا رہی تھیں۔ جس کا نوٹس لیا گیا تھا اور آرمی کو بیچ میں آنا پڑا اس لیے انہوں نے اپنے بہترین جوان یونیورسٹی میں بھیجے تھے۔ زمان بھی اسی مشن کے لیے ہی دوسرے شہر گیا ہوا تھا اسے نہیں پتہ تھا کہ حیدر بھی اس مشن میں شامل ہے۔

حیدر ان سے اپنی فارمیلٹی کے فارم فل کرتا آفس سے باہر نکل آیا اسے کل سے جوائن کرنا تھا اس مشن میں اس کا ٹاسک یونیورسٹی کے لیکچرار کا تھا۔ وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆

حیا کی طبعیت میں بہت سدھار آ رہا تھا ڈاکٹر خلیل گھر آ کر دو دن بعد حیا کو چیک کر لیتے تھے، حیا کی ہینڈ مومنٹ اور فٹ موومنٹ بھی سٹارٹ ہو گئی تھی۔ جسم اس کا واپس حرکت میں آگیا تھا۔ آواز لڑکھڑاتی تھی ابھی اور دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ کچھ عرصے تک یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا ۔ نینا اور سلطان سکندر کی دعاؤں سے یہ معجزہ ہوا تھا اتنے تھوڑے عرصے میں اتنا ریکور کر گئی تھی، انشاء اللہ وہ کچھ عرصے میں مکمل صحت یاب ہو جائے گی۔

نینا اور سلطان سکندر بہت خوش تھے نینا اسے اکثر دن کے ٹائم وہیل چیئر پر باہر لے کر جاتی تھی۔ تازہ ہوا میں گھماتی تھی۔ دھوپ میں چکر لگواتی تھی۔ نینا پہلے سے کافی زیادہ فریش لگ رہی تھی ۔۔ زمان کو مشن پر گئے ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔

اس دوران نینا اور زمان کا کوئی بھی رابطہ نہیں ہوا تھا نینا روز دعا پڑھ کر اس کے لیے خیریت کی دعا مانگتی تھی۔

☆☆☆☆☆

زمان اس وقت کشمیر میں موجود تھا سرحد کے پاس اس مشن کے دوران اس کا رابطہ کسی سے نہیں ہوا تھا، نگار فاطمہ سکینہ بی اور حیدر تک سے اس نے بات نہیں کی تھی، یہ پہلا مشن تھا جس پر وہ اکیلا گیا تھا اپنے الفا سکواڈ کو چھوڑ کر۔

نینا کے خط کو اس نے کسی قیمتی اثاثہ کی طرح دل۔ کے قریب جیکٹ کی جیب میں ہی رکھا تھا۔ وہ کئی بار اس خط کو ہاتھوں میں لیتا اسے نہارتا اور ایسے ہی واپس رکھ دیتا، کھولنے کی ہمت نہیں کر پایا تھا، وہ اپنے احساس محبت میں ہی زندہ اور خوش تھا، انکاری الفاظ سہہ نا پاتا، اسکی بے رخی سے، دل شہر سے اچاٹ ہو چکا تھا، خط کے بعد دنیا سے دل اچاٹ نہیں چاہتا تھا، اس لئے خیالی دنیا میں زندہ تھا اور تنہا خوش تھا ۔زمان اپنے خیالوں میں مگن تھا جب میجر شہیر کی آواز سنائی دی، جو اسکے سر پر کھڑا تھا۔

مجنوں ہوش کر کہاں گم ہے، سب باہر یاد کر رہے ہیں تجھے، کل واپس جا رہا ہے، تھوڑا وقت یہاں کے یاروں کو بھی دے دے، نکل اپنی دنیا سے باہر۔

زمان اسکی بات پر مسکرا کر اٹھا اور قدم باہر کی جانب بڑھائے، کشمیر میں سردی اپنی پیک پر تھی۔ پہاڑوں پر سفیدی چھائی تھی اور بانس کے بڑے بڑے درخت برف سے ڈھکے چھپے تھے، ہوا میں سخت خنکی کا راج تھا، اسمان پر چاند پورا تھا ساتھ باریک باریک ستارے ٹمٹما رہے تھے ان کے بیچ آرمی کے بہادر فوجی اپنی دنیا آباد کئے ہوئے مگن تھے۔

کئی فوجی جو یہاں کئی مہینوں سے ڈیوٹی دے رہے تھے، اور کب تک فرض ادا کرنا تھا، کوئی پتا نہیں تھا۔ کئی فوجی مہینوں بعد کل گھر جا رہے تھے، جن میں زمان بھی شامل تھا، جس کا یہاں کا مشن پورا ہو چکا تھا اور اسے اس شہر واپس جانا تھا جسے وہ خیر آباد کہہ آیا تھا۔

بیرکس کے کوریڈور سے ہوتے ہوئے دونوں کھلے میدان میں نکلے، جہاں آگ کے ارد گرد بیٹھے فوجی فسوں خیز منظر پیش کر رہے تھے۔ زمان اور شہیر کے کانوں میں گانے کے بول سنائی دیے جو سب یک زبان ہو کر گا رہے تھے اور اس میں کھو چکے تھے:

"کسی دل والی نے، کسی متوالی نے

ہمیں خط لکھا ہے، یہ ہم سے پوچھا ہے

کسی کی سانسوں نے، کسی کی دھڑکن نے

کسی کی چوڑی نے، کسی کے کنگن نے

کسی کے کجرے نے،

مہکتی صبحوں نے، مچلتی شاموں نے

اکیلی راتوں میں، ادھوری باتوں نے

ترستی بانہوں نے اور پوچھا ہے ترسی نگاہوں نے

کہ گھر کب آؤ گے؟ لکھو کب آؤ گے؟

کہ تم بن یہ گھر سونا سونا ہے۔

سندیسے آتے ہیں، ہمیں تڑپاتے ہیں،

کہ گھر کب آؤ گے؟ کہ گھر کب آؤ گے؟"

زمان اور شہیر کے ساتھ سب فوجیوں کی آنکھیں نم تھیں۔ کئی مہینوں سے اپنے ماں، باپ، بیوی بچوں سے دور، وطن کی خاطر سرحد پر پہرا دے رہے تھے۔ سب نے پھر سے ایک ساتھ گایا۔ زمان اور شہیر بھی ان کی طرف بڑھے، زبان پر گانے کے بول تھے:

"اے گزرنے والی ہوا بتا

میرے اتنا کام کرے گی کیا؟

میرے گاؤں جا، میرے دوستوں کو سلام دے۔

میرے گاؤں میں ہے جو وہ گلی

جہاں رہتی ہے میری دلربا،

اسے میرے پیار کا پیام دے۔

وہیں تھوڑی دور ہے گھر میرا،

میرے گھر میں ہے میری بوڑھی ماں،

میرے ماں کے پیروں کو چھو کے تو

اسے اس کے بیٹے کا نام دے۔

اے گزرنے والی ہوا ذرا

میرے دوستوں، میری دلربا، میری ماں کو میرا پیام دے۔

انہیں جا کے تو یہ پیام دے،

کہ میں واپس آؤں گا پھر اپنے گاؤں میں،

اسی کی چھاؤں میں۔

کہ ماں کے آنچل سے، گاؤں کی پیپل سے، کسی کے کاجل سے

کیا جو وعدہ تھا، وہ نبھاؤں گا۔

میں ایک دن آؤں گا،

میں ایک دن آؤں گا۔"

گانا اپنے اختتام کو پہنچا۔ سب ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے جو یہاں سینئر تھے۔

"میجر شہیر، کیپٹن زمان! آپ دونوں بھی کچھ سنا دیں، پلیز"!

"میرے پاس وہ دل نہیں، تو تاثر نہیں آئے گا۔"

"کیپٹن زمان ہمیں سنائیں گے اپنی سریلی آواز میں۔ سر، پلیز! کل آپ نے چلے جانا ہے۔" سب اکٹھے بولے۔

زمان کی آواز نے سب کو چپ کروایا۔ بھاری، دکھی، گہری آواز... سب رکنے پر مجبور اور کان مست ہوئے:

"Dard-e-dil Ke Bina Mehfil Hi Kya

Dard-e-dil Ke Bina Mehfil Hi Kya

Jo Na Toota Kabhi Woh Dil Hi Kya

Jo Na Toota Kabhi Woh Dil Hi Kya

Hai Mera Haal Bura Aur Bura Kar De

Aa Mere Zakhmon Ko Zara

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Oo..."

زونیاشاہ، میجر شہیر کی منگیتر، آرمی میں پائلٹ تھی اور کچھ عرصے پہلے ہی اڑان بھرنے کے دوران پلین میں خرابی کے باعث شہید ہو گئی۔ دونوں بچپن سے منگنی شدہ تھے۔ اس کے بعد شہیر نے صرف ڈیوٹی، ڈیوٹی، اور ڈیوٹی ہی انجام دی۔ سفید اور سرخ رنگت کا مالک، فولادی جسم، نیلی آنکھوں والا شہزادہ معلوم ہوتا تھا اور پرسنالٹی میں کسی کو بھی مات دے سکتا تھا، مگر اب وہ کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھتا تک نہیں تھا۔

ایک انسان تھا جسے اس نے چاہا اور اس کی سانسوں نے بیچ سفر میں دھوکہ دے دیا۔ زمان اور شہیر دونوں ایک دوسرے کے رازوں سے واقف تھے۔ اس لیے شہیر نے کہا کہ اس کے پاس وہ دل نہیں۔

Hum Mein Jo Tha Woh Raha Kyon Nahin

Dil Mein Tha Kuchh To Kaha Kyon Nahin

Dil Mein Tha Kuchh To Kaha Kyon Nahin

Tha Kabhi Pyaar To Insaaf Mera Kar De

Aa Ya Kabhi Tha Hi Nahi Saaf Mana Kar De

Yaar Bedardeya،Aa O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

Kaisa Banjar Seena Hoga

Isme Jab Tu Hi Na Hoga

Tujh Bin Jee To Lunga Lekin

Jeena Kya Woh Jeena Hoga

Yaar Bedardeya،O Bedardeya

O...

گانے کے بول ایسے تھے کہ شہیر کو بھی ان کا ساتھ دینا پڑا۔ ان کے ساتھ باقی سب فوجی بھی مجبور ہوئے۔

سب لٹے تھے۔ کبھی کبھی اس گوشت کے لوتھڑے کی وجہ سے۔ سب کے ہی دلوں پر وار ہوا تھا، کبھی نہ کبھی۔

شہیر کے کانوں میں زونیا کے آخری الفاظ گونجے:

"شہیر، مجھے معاف کر دینا۔ میرے وطن کی مٹی مجھے بلا رہی ہے۔ میں تم سے وفا نہیں کر پائی۔ زونیا مر کر بھی، شہیر، میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔"

یہ زونیا کے آخری الفاظ تھے جو شہیر کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ وہاں سے اٹھا اور چلا گیا۔ گھٹن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ زمان بھی ایک دم سے اٹھا اور اس کے پیچھے گیا۔

شہیر ایک طرف آ گیا تھا سب سے الگ۔ ریلنگ پر ہاتھ رکھے، سر آسمان کی طرف اٹھائے، اپنے آنسوؤں کو گرنے سے روک رہا تھا۔

ریلنگ کے سامنے بہت پانی تھا۔ ارد گرد اونچے لمبے درخت تھے۔ آسمان میں چاند کی روشنی ندی میں گرتی ہوئی دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔

زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ شہیر نے بائیں ہاتھ سے اپنا آنسو صاف کیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"یار، میں نے سوچا میری زندگی کتنی پرفیکٹ ہے۔ میرا پیار میرے ساتھ رہے گا ہمیشہ۔ ماں باپ کے بعد اسی نے سنبھالا، موٹیویٹ کیا، اور آج میں یہاں کھڑا ہوں۔

مجھے لگتا تھا، میں ہوں، مگر وہ دیکھنے کے لیے، مجھے شاباش دینے کے لیے نہیں ہے۔ انسان کتنا ڈھیٹ ہوتا ہے۔"

زمان کے پاس آج اس کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے بس اسے سنتا جا رہا تھا۔ آج اسے پتہ چلا کہ شہیر شاہ اپنے اندر اتنا درد لیے زندہ ہے۔

زمان کو ایک دم حیدر کا خیال آیا۔ دو ہی دوست اس کے اتنے اچھے بنے تھے، اور وہ دونوں ہی زندگی کی آزمائشوں سے بھرے تھے۔

اگر صبر نہ آئے تو انسان کے لیے ایک ایک سانس جینا مشکل ہو جائے۔ اس لیے اللہ کی ذات میں صبر رکھا گیا تاکہ ہمارے لیے جینا مشکل نہ ہو، اور جو ہمارے باقی رشتے بچے ہیں، ان کے امن کے حق میں انصاف کر سکیں۔

☆☆☆☆☆

حیا خود اپنے پیروں پر واک کرتی کھڑکی کے پاس آئی۔

حیا کو اپنی آنکھوں میں روشنی محسوس ہوئی۔ پردے پیچھے کیا اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اور شکر کے آنسو اس کی آنکھ سے نکلے۔ کافی دنوں کے بعد وہ آج کچھ کچھ دیکھ پا رہی تھی۔ نینا کے آنے کا وقت تھا، اب وہ اپنے کمرے میں ہی موجود تھی۔ سلطان سکندر میٹنگ کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہوئے تھے۔ حیا نے گاڑی کی آواز سنی اور سرپرائز دینے کے لیے وہیں بیٹھ گئی۔

نینا کو یہ بتانا چاہتی تھی، اس انتظار نہیں ہو رہا تھا کہ کب سے اس دن کا نینا اور سلطان سکندر نے بے صبری سے انتظار کیا تھا۔

نینا کمرے میں آئی۔

السلام علیکم !!

وعلیکم السلام آپی، کیسی ہے میری گڑیا؟ طبیعت ٹھیک ہے؟

جی آپ ہی ٹھیک ہوں؟ ٹیبل پر اپنا بیگ رکھتی، الماری سے کپڑے نکال رہی تھی اور ایک سوٹ نکال کر مڑی۔

میں کپڑے چینج کر لوں، گڑیا۔ فٹافٹ! مجھے پتہ ہے آپ نے انتظار کر رہے ہوں گے، پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ آپ یہ پرپل کلر اچھا نہیں لگے گا، کچھ اور پہنے۔

کیوں گڑیا؟ اتنا پیارا کلر تو ہے۔ نینا اپنی بات پر حیران ہوئی۔

تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ پرپل کلر کا ڈریس میں نے نکالا ہے؟

مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ ٹیبل پر آپ کا بلیک کلر کا پرس پڑا ہے۔ وہ بھی کافی پیارا ہے، نیا لیا ہے آپ نے؟

آپی، میں... کے کوں پلیز۔۔۔

نینا ایک دم سے آکر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

کیا سچ کہہ رہی میری گڑیا؟ کیا مجھے یقین نہیں آ رہا؟ یا اللہ، شکر ہے تیرا۔۔۔

اپنے ذہن پر ضرور مت ڈالنا، گڑیا، اور آنکھوں پر بھی۔ ہم ابھی ڈاکٹر کے پاس جائیں گے، میں چینج کر آتی ہوں۔

نہیں آپی، ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے؟

نہیں، نہیں! ہم ڈاکٹر کے پاس جائیں گے اور بابا کو بھی تو خوشخبری سنانی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

زمان سب سے ملتا، بیگ کندھے پر لٹکائے، شہیر کے ہمراہ ہیلی کاپٹر کی طرح بڑھا۔ یہاں کا مشن اس کا مکمل ہو چکا تھا اور نئے مشن کے متعلق بھی اسے ڈیٹیل دی جا چکی تھی۔ حیدر پر سخت غصہ تھا۔ اگر حیدر سامنے ہوتا تو ہو سکتا اس کا سر پھاڑ دیتا۔

زمان شہیر سے ملتا، آگے بڑھنے لگا تو شہیر کی آواز پر رکا۔

جب میری ضرورت ہو، میں حاضر ہوں۔ اپنے اس دوست کو بھول مت جانا۔

زمان کے یہاں رکنے سے وہ کچھ دنوں کے لئے دکھ درد بھول گیا تھا، مگر آج پھر سے خود کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔

اور زمان یہ بات اچھے سے جانتا تھا۔

"میں تجھے بھول ہی نہیں سکتا، فکر نہ کر، جلد تجھے اپنے پاس بلاؤں گا۔"

شہیر اس کی بات کا مطلب سمجھ نہیں پایا۔

ٹھیک ہے، مجھے اس وقت کا انتظار رہے گا۔

زمان دوبارہ سے شہیر کے گلے لگا اور ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا، جہاں سے دو زخمی فوجیوں کو ایم ایچ لے جایا جا رہا تھا۔

نینا حیا کے چیک اپ کے لئے ہسپتال موجود تھی۔ ڈاکٹر نے اچھے کی امید دلائی تھی۔ وہ کچھ ہی دنوں میں صحیح سے دیکھنے لگے گی۔ مگر وہ حادثہ بھول چکی تھی۔ حیا کی ریکوری بہت جلد ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر کو ڈر تھا کہ کہیں کچھ اور نقصان نہ ہوا ہو، مگر وہی ہوا، حیا کو شارٹ ٹرم میموری لاس ہو گیا تھا۔

جب ڈاکٹر نے اس سے پوچھا کہ یہ سب کیسے ہوا تھا اس کے ساتھ؟ تو حیا نے کہا" وہ یونی کی پارٹی میں تھی اور واپسی کے لیے نکلی جب اس کی گاڑی سے ٹکر ہوئی۔"

مگر وہ یہ بھول چکی تھی کہ اس وقت اس کے ساتھ سلطان سکندر موجود تھے اور وہ روڈ کراس کرتے ہوئے معمولی سی چوٹ آئی تھی نہ کہ حادثہ ہوا تھا۔

ڈاکٹر نے حیا کو باہر ویٹ کرنے کا کہا اور نینا کو سب بات بتائی۔ نینا بھی سن کر پریشان ہوئی۔ حیا کے ساتھ یہ واقعہ چھ مہینے پہلے پیش آیا تھا، یونی کی پارٹی کے بعد سلطان سکندر حیا کو لے کر مال کی طرف بڑھے تو روڈ کراسنگ کے دوران تیز آتی گاڑی سے ٹکراتے بچے تھے دونوں۔

نینا نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔

"کوئی ایشو نہیں ہے، وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس بیماری کا بھی مقابلہ کر لے گی۔"

"آپ نے انہیں کچھ بھی یاد دلانے کی کوشش نہیں کرنی ہے، ورنہ انہیں پینک اٹیک آ سکتا ہے اور سوفٹ وینز کے ڈیمج ہونے کا خطرہ ہے۔ سر درد رہ سکتا ہے، اس کے لیے میڈیسن ریگولر دیتے رہیں۔"

نینا کو حیا پچھلے کئی دنوں سے سر درد کی شکایت کر رہی تھی، نینا کو یہی لگا بلڈ کلوٹ کی وجہ سے ہے۔

نینا رپورٹس لیتی باہر آئی۔ وہ مطمئن تھی کیونکہ ان چھ مہینوں میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا جو حیا کو یاد ہونا ضروری تھا۔ نینا کے مطابق بہتر ہوا جو وہ اتنا بڑا حادثہ بھول گئی۔

مگر کوئی اور تھا جس کے لئے یہ ٹھیک نہیں ہوا تھا۔ جس کو اس کے ملنے کی آس تھی، مگر اب وہ بھی نہ باقی رہا۔ حیا کی اب نئی زندگی کے مطابق ابھی تک کوئی حیدر نہیں آیا تھا، نہ وہ ایسے کسی شخص کو جانتی تھی۔

حیدر کو یونیورسٹی کے لیے کچھ اپنے پرانے پیپرز کی ضرورت تھی۔ حیدر سٹور روم کی طرف بڑھا، وہاں سے اپنے مطلب کا سامان لیتا باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک باکس تھا جس میں اس کے سارے ضروری کاغذات سنبھال کر رکھے تھے۔

حیدر باکس لے کر کمرے کی طرف بڑھا، بیڈ پر آ کر اس باکس کو کھولا۔ اس کے اندر بہت سے کاغذ اور پرانی تصویریں تھیں، اس کے گھر کی، اس کے گھر والوں کی۔ حیدر کے زخم پھر سے تازہ ہوئے۔ اس نے ان سب تصویروں کو ایک ایک کر کے باہر نکالا اور پاس پڑے ٹشو باکس میں سے ٹشو پیپر اٹھا کر پکچرز کو اچھی طرح صاف کیا۔ وہ انہیں اب رکھنا چاہتا تھا۔

ان سب تصویروں کے درمیان اسے ایک اور تصویر ملی، جسے دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"یہ کون ہے؟ شاید میں انہیں جانتا ہوں، مجھے پہلے خیال کیوں نہیں آیا؟ یہ تو بابا کے فرینڈ ہیں، بچپن میں نے دیکھا تھا۔"

حیدر نے تصویر کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ تصویر کے پیچھے ایک نمبر دیا تھا۔ حیدر نے جلدی سے وہ نمبر ڈائل کیا اور ملایا، رابطہ منقطع ہو رہا تھا بار بار۔ شاید سیم بند ہو چکی تھی۔ ظاہری سی بات ہے، اتنا عرصہ گزر گیا، آپ کون سی سیم استعمال کر رہے ہوں گے؟ کیا پتا۔

جب حیدر نے خود ہی جواب دیا،

اس نے اس باکس کو سب چیزیں باہر نکال کر دیکھی، شاید کچھ اور مل جائے۔ بک کے اینڈ پر کچھ بینک سلپس پڑی تھیں اور کچھ۔

حیدر کو خیال آیا کہ اس کے بابا تو ایک ڈائری لکھتے تھے۔ تو وہ ڈائری کہاں گئی؟ ان سب چیزوں میں ڈائری کیوں نہیں ہے؟

حیدر نے فوراً سکینہ کے پاس پہنچا، "بڑی ماں! بڑی ماں کہاں ہیں؟"

سامنے سے سکینہ بی آتی دکھائی۔

"کیا ہو گیا، ادھر بیٹا، سب خیریت تو ہے؟"

"بڑی ماں، مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"بڑے ماں ہمارے گھر سے، میرا مطلب میرے پہلے والے گھر سے سارا سامان یہاں لائے تھے۔ بابا کی چیزیں، میری چیزیں تو سب کہاں رکھی تھیں؟"

"سٹور روم میں بیٹا، ایک باکس تھا، اس میں ہی سب سامان پڑا تھا۔ وہ تو ایک باکس تھا، اس کے علاوہ کہیں کوئی اور سامان نہیں پڑا ہے کیا؟"

"نہیں بیٹا، کچھ بھی نہیں تھا، باقی سب تو..." سکینہ بی نے آہستہ سے جواب دیا، وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی، جو تھا وہ سب ایک ڈبے میں ڈال کر رکھ دیا تھا اور کچھ نہیں اس کے علاوہ...

"اچھا ٹھیک ہے۔" حیدر واپس مڑنے لگا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا بیٹا؟ کیوں چاہئے وہ سامان؟"

"جی بالکل ٹھیک ہوں، ویسے ہی پوچھ رہا تھا..." حیدر صاحب نے کمرے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

اس نے وہ بینک سلپ سے اٹھائی اور بینک کا نام دیکھا۔ اب وہ بینک سے معلومات چاہتا تھا، شاید وہ اس کی کوئی معلومات کر لے دے۔

حیدر نے گاڑی کی چابی لی اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اب بینک جا کر معلومات لینی تھی، اسے مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا کیونکہ کچھ ہی وقت بعد اس کا مشن شروع ہو جانا تھا اور وہ اس میں بالکل بھی وقت نہیں نکال پاتا۔ اب جتنا وقت اس کے پاس بچا تھا، وہ اس میں معلومات اکٹھی کرنا چاہتا تھا۔

حیدر بینک کے اندر پہنچا اور بینک مینجر کے پاس گیا سیدھا۔

"السلام علیکم"!

"وعلیکم السلام میجر حیدر"...

"جی سر؟" مینیجر احترام میں کھڑا ہوا۔

"بیٹھیں... مجھے اس اکاؤنٹ کے متعلق ڈیٹیل چاہیے۔" حیدر نے بنا بات کو لمبا کھینچے، وہ سلپ نکال کر ان کے سامنے رکھی۔

مینیجر نے فوراً سے وہ سلپ اٹھائی اور پی اے کو بلایا، اسے یہ سلپ تھی اور انفارمیشن لانے کے لیے کہا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ایک فائل لے کر اس کے سامنے موجود تھا۔

مینیجر نے وہ فائل دیکھی، یہ اکاؤنٹ تو بہت سالوں پہلے بند کروایا جا چکا ہے، تقریباً کردار سا ہوا، یہی کوئی تقریباً چھ سے آٹھ سال پہلے۔

حیدر حیران ہوا، "اب تک کس کے پاس اس اکاؤنٹ کا ایکسیس تھا اور اب بند کیوں کروایا؟ مجھے اونر کا نام اور پتہ دیں؟"

"اکاؤنٹ کی ساری انفارمیشن ہمیں دینا الاؤ نہیں ہے، سر؟"

مینیجر سر جھکا کر گویا ہوا۔

"میں پوچھ رہا ہوں، کس نے بند کروایا یہ اکاؤنٹ؟" حیدر کا لہجہ سرد ہوا۔

مینیجر جانتا تھا کہ سامنے بیٹھی ہستی کوئی عام انسان نہیں ہے...

"سر، بینک کے رولز ہیں اور یہ قانونی طور پر جرم ہے... تو میں یہ نہیں کر سکتا، میری نوکری جا سکتی ہے"...

"ٹھیک ہے۔" حیدر اُٹھا، مینیجر بھی کھڑا ہوا۔

"اکاؤنٹ بند کروانے والے کا نام دے دیں... مجھے کوئی انفارمیشن نہیں چاہیے۔"

"سر، میں صرف آپ کو اتنا بتا سکتا ہوں کہ یہ پہلے جوائنٹ اکاؤنٹ تھا، پھر اس کو سنگل اکاؤنٹ میں کنورٹ کروایا گیا اور پھر بعد میں سنگل اکاؤنٹ بھی بند کروا دیا گیا۔"

"ٹھیک ہے، میری بات کروائیں اپنے ہیڈ سے۔ دیکھتا ہوں کیسے معلومات مجھے نہیں دیتے آپ"...

مینیجر اپنی سیٹ سے کھڑا ہوا، اور ایک کاغذ پر اسے بینک اکاؤنٹ کے اونر کا نمبر لکھ کر دیا،

"یہ لیں سر، میں نے آپ کو اس بینک اکاؤنٹ کے اونر کا نمبر لکھ دیا ہے، آپ ان سے رابطہ کر لیں یا مل لیں، میں اس سے زیادہ مدد نہیں کر پاؤں گا، پلیز سر۔"

حیدر نے نمبر اس سے لیا اور خاموشی سے اُٹھ کر باہر آ گیا۔ اسے نمبر مل گیا تھا، اتنا ہی کافی تھا، نام تو وہ جان ہی لے گا۔

☆☆☆☆☆☆

نینا حیا کو لیے باہر کی طرف بڑھی، جب ڈاکٹر کرن کی کال موصول ہوئی۔ آگے کیبن میں موجود نیو کیس کی فائل انہیں چاہیے تھی۔ نینا حیا کو ویٹنگ ایریا میں بیٹھنے کا کہتی اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ جیسے ہی وہ

فائل لے کر باہر کی طرف بڑھی، اسے افراتفری محسوس ہوئی۔ نینا نے نرس کو آواز دی اور اس سے معاجرے کا پوچھا۔ نرس نے بتایا کہ ہیلی کاپٹر میں فوجیوں کو لایا جارہا ہے، اس لیے اسٹریچر کے اوپر لے جارہے ہیں۔ نینا کے دماغ میں ایک دم سے زمان کا خیال آیا، پہلے بھی اسی طرح میجر کو لایا گیا تھا، اب زمان اکیلا گیا تھا، کچھ ہوا تو؟ مزید سوچ نہیں پائی، دل اس کا بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ بے ساختہ قدم اوپر چھت کی طرف بڑھائے، فائل اس نے نرس کے حوالے کی ڈاکٹر کرن تک پہنچانے کے لیے، اور خود ایم ایچ کی چھت پر جہاں پر مریضوں کو لایا جارہا تھا وہاں پہنچی۔ نینا گھر کے کپڑوں میں موجود تھی۔

ہیلی کاپٹر لینڈ ہوتا دکھائی دیا، ہر چیز ہوا میں اڑ رہی تھی، نینا دروازے سے ایک طرف کھڑی تھی۔

دو قدم آگے کی طرف بڑھی مگر اس کی ہمت نہ بنی۔ نینا کے پاس سے ایک سٹریچر گزرا، اس میں کوئی اور آدمی تھا آرمی یونیفارم میں موجود۔ نینا کی سانس میں سانس آئی، اس کے بعد دوسرے مریض کو سٹریچر پر ڈالا گیا، وہ بھی زمان نہیں تھا۔ نینا نے مڑنے کے لیے قدم اٹھایا، اسے ہیلی کاپٹر کے دوسری طرف زمان اُترتا ہوا نظر آیا۔

ایک دم جیسے پورے ماحول میں خاموشی چھا گئی ہو، نینا ٹک ٹکی باندھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ زمان کا دھیان کہیں اور تھا، وہ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکائے ہیلیکاپٹر کے پائلٹ سے کچھ بات کر رہا تھا۔

ساتھ ساتھ بالوں میں ہاتھ چلا رہا تھا۔

نینا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ "ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے، جب بات شروع ہوئی نہیں، ہاتھ بالوں میں پھیرنا ضروری ہے..." نینا آہستہ سے بول کر مسکرائی، زمان کی یہ عادت اس نے بہت بار نوٹ کی تھی، جب بھی بات شروع کرتا بالوں کو پہلے انگلیوں سے سیٹ کرتا، اس کی عادت بن گئی تھی۔ کئی دنوں کے بعد اسے دیکھ رہی تھی، دل نے گواہی دی تھی کہ اس نے اسے بہت یاد کیا تھا، اس کی باتیں، اس کا تنگ کرنا اور اس کا ناراض بھی ہو جانا۔ نینا کے دل میں اس کے لیے ایک الگ سا احساس پیدا ہونے لگ گیا تھا۔

زمان پہلے سے کمزور لگا، شیو بھی بڑھی ہوئی تھی، مگر وہ اچھا دکھ رہا تھا۔

نینا نے اپنے سر جھٹکا اور اپنے خط کے بارے میں سوچا کہ وہ پڑھنے کے بعد اب زمان کا کیا ری ایکشن ہو گا؟ وہ کس طرح سے اس سے بات کرے گا؟ آپ کیا کہے گا اسے؟ نینا خود کو اس کے سوالات کے جواب کے لیے تیار کرنے لگی، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھی قائم تھی۔

نظریں اٹھا کر جب سامنے دیکھا تو زمان نہیں تھا۔ نینا، جو دروازے کے ایک طرف پر کھڑی تھی، اس کے پاس سٹریچر تھا، جبکہ دوسری طرف سے زمان بھی گزر کر باہر جا رہا تھا۔

نینا کا دل ایک پل میں ٹوٹا۔ کیا وہ اسے دیکھ نہیں پایا یا وہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ نینا کے چہرے پر جو مسکان کھیلی تھی وہ ایک پل میں غائب ہوئی۔ کئی وسوسے دماغ میں آنے لگے۔ آنکھ سے آنسو بے مول ہوئے، نینا جھٹ سے صاف کر گئی۔ الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، دماغ دل پر فوراً حاوی ہوا تھا۔

نینا ہکا بکا کھڑی رہی مگر زمان جا چکا تھا۔ پاس گزرتی نرس نے نینا کو متوجہ کیا، "میم سب چلے گئے ہیں، آپ بھی آجائیں۔" نینا کا ذہن کہیں اور تھا، محض "ہاں" کہہ کر نینا اپنے قدم بہت تھکے ہوئے محسوس کرتے ہوئے واپس مڑ گئی۔

حیدر جو گاڑی میں بیٹھا تھا، زمان کا انتظار کر رہا تھا، اب اٹھ کر ایم ایچ کی طرف بڑھا۔

پارکنگ میں بیٹھنے سے بہتر ہے اندر جا کر ہی اس کا انتظار کر لیتا ہوں۔

آج کافی رش تھا۔ بہت سے لوگ آرہے تھے۔ زمان جیسے ویٹنگ ایریا میں داخل ہوا، اسے اپنے پاس سے سفید عبایا میں گزرتی لڑکی نظر آئی۔ حیدر کی آنکھیں ایک سیکنڈ کے لیے اٹھی اور پھر دماغ میں دھماکہ ہوا۔ حیدر جلدی سے مڑا مگر رش میں کوئی نظر نہ آیا۔ وہی آنکھیں اور سفید حجاب، کیسے بھول سکتا تھا؟ حیدر باہر کی طرف بڑھا مگر کوئی نہیں تھا۔

اسے سامنے سے زمان آدھا دکھائی دیا۔ حیدر کا دل کہہ رہا تھا، کاش اسے پھر سے نظر آجائے۔ زمان نے حیدر کو بیچ میں کھڑا دیکھا۔ جلدی سے اس تک آیا، "پاگلوں کی طرح کیوں کھڑا ہے؟ کس کو ڈھونڈ رہا ہے؟"

"وہ... وہ جو لفٹ میں تھی... میرے ساتھ"...

حیدر کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، وہ یہاں کیسے ہو سکتی ہے؟ تیرا وہم ہو گا۔" زمان اپنی ناراضگی بھولتا حیدر کے چہرے پر اداسی دیکھ کر پریشان ہوا۔

"نہیں، وہی آنکھیں، ویسا حجاب..." حیدر کے لہجے میں پختگی تھی۔

زمان بھی دائیں بائیں دیکھنے پر مجبور ہوا۔

"تونے بات کی اس سے؟"

"نہیں..."حیدر اضطرابی کیفیت میں چکر کاٹنے لگا۔

"تو، تو کیسے یقین سے کہہ سکتا ہے؟ وہی تھی۔"

"میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں، میری نظروں نے دیکھا اسے اور میرے دل نے گواہی دی"...زمان اس کی بات پر حیرت سے اس کی طرف مڑا۔

"تجھے محبت ہوگئی ہے اس سے؟"

حیدر کا ایک دم سر اٹھا۔ حیدر کے ہونٹ ہل رہے تھے مگر زمان کو کچھ سمجھ نہ آیا۔

"چل، کوئی اور ہوگی، تجھے وہم ہوا ہوگا، ہاسپٹل آیا ہے کافی وقت بعد، تو یہی سب سوچ رہا ہوگا، تیرے دماغ کا فتور ہے۔"زمان نے اسے واپسی کی طرف موڑا اور دونوں باہر کی طرف نکل آئے۔ حیدر نے کچھ نہ کہا، وہ تو لفظ محبت بھری اٹکا تھا۔

نینا جو جلدی سے حیا کو لیتی گاڑی میں آئی تھی، مشکل میں اس سے خود پر بند باندھ رہی تھی۔ ہاتھ کانپ رہے تھے، گاڑی میں چابی لگائی مگر دونوں دفعہ نیچے گر گئی۔ حیا نے پریشانی سے اس کو دیکھا۔

"کیا ہوا آپی؟ آپ ٹھیک ہیں نا؟"

نینا جلدی سے باہر نکل گئی، اسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی، خود پر قابو پاتی ہوئی سانس تازہ ہوا میں انڈیلی، وہ کیا بتاتی، اسے تو کچھ یاد بھی نہیں ہوگا...زمان کے بارے میں۔۔۔

پارکنگ کی دوسری طرف اسے زمان کھڑا نظر آیا، جو حیدر سے ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ نینا کا بس نہیں چلا، ابھی جا کر پوچھتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا اس کے ساتھ۔

حیا گاڑی سے باہر نکل آئی، "آپی، کیا ہوا ہے؟" نینا کی نظروں کا ارتکاز زمان پر تھا۔

"آپی، کیا وہ زمان بھائی ہیں؟"

نینا نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا، "آپ کو کیسے پتا؟"

"آپ نے ہی تو بتایا تھا..." حیا پرجوش ہوئی۔

"آپی، ہم مل لیتے ہیں"...

"ہم کیوں ملیں گے؟ پاگل ہو گئی ہو؟ وہ کیا لگتے ہیں؟ ہمارے کوئی نہیں ہے وہ"...

"کیا کہہ رہی ہیں آپی؟ آپ"؟

"حیا خاموش رہو اور چلو۔" نینا اسے ساتھ لے کر گاڑی میں بیٹھ گئی، تیزی سے گاڑی نکال کر لے گئی۔

☆☆☆☆☆

زمان گھر پہنچ کر سکینہ بی سے ملا۔ حیدر جو سیڑھیوں سے نیچے آ رہا تھا، اس کو دیکھ کر مڑ گیا۔

زمان نے اسے واپس مڑتے دیکھ لیا۔

"رک ذرا، تو بتاتا ہوں میں تجھے؟"

"کیا ہوا، زمان بیٹا؟" سکینہ بی پریشان ہوئی۔

"بتاتا ہوں، بڑی ماں"...

زمان بھی حیدر کے پیچھے اوپر کی طرف بڑھ گیا۔ زمان نے کمرے میں جاتے ہی گملہ اٹھایا۔

"ارے، پاگل ہو گیا ہے؟ واپس رکھ، کیا کر رہا ہے؟"

"تیری جان آج میں اپنے ہاتھوں سے نکالوں گا"...

"بڑی ماں، آپ کا لاڈلا پاگل ہو گیا ہے، بچائیں مجھے..." حیدر زور سے چلایا اور چھلانگ لگا کر بیڈ کے دوسری طرف ہوا۔

سکینہ بھی آواز سنتے ہوئے جلدی سے اس کے کمرے میں آئی۔

سامنے زمان کو دیکھ کر چونکی۔۔۔

"زمان، یہ کیوں اٹھایا ہوا ہے آپ نے"؟

"کیا کر رہے ہو؟ پاگل ہو گئے ہو آپ دونوں؟"زمان اسے مارنے کے لیے آگے بڑھا۔

سکینہ بی نے اسے پکڑا، اب ان دونوں کے درمیان موجود تھی۔

"زمان بیٹا، مجھے بتاؤ، کیا بات ہے؟ ہوا کیا ہے؟"وہ دونوں کے درمیان کھڑی تھی، کبھی حیدر کو دیکھ رہی تھی، کبھی زمان کو۔ زمان ان کو سخت چھڑا ہوا الگ رہا تھا، جب کہ حیدر مسکرا رہا تھا۔

"مجھے سے نہیں، ذرا اس سے پوچھو، کیا ہے؟ اس نے؟"

سکینہ بی نے حیدر کی طرف دیکھا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا"...

"بڑی ماں... سچ"...

"میں ابھی تک آپ کے ساتھ ہی تھا نا، آپ کے سامنے... میری اس سے ملاقات کب ہوئی ہے؟"

حیدر نے معصومیت کا ریکارڈ توڑا۔

زمان اور تپ گیا۔

مجھے بتاؤ تم دونوں کو ہوا کیا ہے ؟ کیوں لڑ رہے ہو اس طرح ؟ اتنے بڑے ہو گئے ہو، کوئی کہہ سکتا ہے تم دونوں آرمی میں ہو۔ تم لوگوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے، تم لوگوں کی بیویاں آئی ہیں اور سنبھالیں۔

حیدر اور زمان دونوں ایک دم خاموش ہو گئے، ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ زمان سکینہ بی کو پریشان دیکھتا واپس مڑ گیا اور گملے کو زور سے ڈریسنگ پر پٹخا۔ سکینہ بی نے مڑ کر زمان کو دیکھا جو جا چکا تھا اور اب حیدر کی طرف متوجہ تھی۔

"یہ تو سچ میں ناراض ہو گیا یار"!

"کیوں کرتے ہو اسے پریشان، حیدر؟"

حیدر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر مسکرا رہا تھا، سکینہ بھی اس پاس گری ہوئی چیزیں اٹھا رہی تھی۔

"میں دیکھتا ہوں، آپ فکر نہ کریں،" حیدر کہہ کر زمان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زمان واش روم میں تھا، حیدر اسے نہ پا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ زمان باہر نکلا اور اسے فول اگنور مارتا۔ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر بال سیدھے کرنے لگا۔

"بچے کی جان لے گا کیا؟ اب کچھ تو بول، تو ہی مشن، مشن لگا کر رکھا ہوا تھا پچھلے مہینے سے، اب کہاں تکلیف ہے؟"

"تو جانتا ہے مجھے کہاں تکلیف ہے؟"

"نہیں، میں نہیں جانتا۔ بتا مجھے؟"

"یہ مشن تجھے پتہ تھا نا اس بارے میں؟"

"ہاں، مجھے پتہ تھا"!

حیدر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"تو سننے کے موڈ میں تھا، تو نے صبح بتایا مجھے جانے سے پہلے، عین وقت پر۔ اس وقت تجھے کیا بتاتا؟ تو پریشان تھا، ڈیٹیل تو مجھے تیرے جانے کے بعد پتہ چلی۔ تجھے فون آیا تھا مشن پر جانے سے پہلے، تو نے کیا کہا؟"

"سر سے... میں مینیج کر لوں گا، تو پھر کر مینیج"!

"نہیں، یار وہ اس مشن کی بات تھوڑی تھی"...

"زمان نے ما تھا، مسلا"...

"وہ اسی مشن کی بات کر رہی تھی، پر تو پوری بات سنتا کہاں ہے؟ مجھے بھی پوری بات نہیں بتائی، بعد میں پتہ چلا اور میں حیران ہوا جب سر نے بتایا کہ تو نے ہاں کر دی ہے۔"

"چل، کوئی نہیں... کر لیں گے مینیج، ٹینشن نہ لے..." حیدر نے ہنس کر کہا۔

"وہ بات نہیں ہے یار، تو تو پروفیسر بن گیا اور میں ٹیم لیڈر ہو کر بھی سٹوڈنٹ؟ کوئی طریقہ ہے یار؟" حیدر نے اپنی ہنسی دبائی۔

"ہاں یار، یہ تو صحیح کہہ رہا ہے، تو غلط کیا ان لوگوں نے تیرے ساتھ"...

"کیسے فیس کروں گا؟ ویسے، تو نے سوچا ہے؟ سب مذاق بنائیں گے، اتنا بڑا ہو کر سٹوڈنٹ؟"

"کوئی بات نہیں، تونے لڑکی پٹالی ہے... اب تجھے کیا ٹینشن ہے؟ تو کون سی لڑکی پھنسانے کے لیے جا رہا ہے؟ ہم اپنی ڈیوٹی میں پوری کرنے کی جا رہے ہیں، جو سوچتا ہے، سونے دے"...

"یار، مجھے لگتا ہے، انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی تجھے رکھا ہے، پاگل تھوڑی ہیں"...

"نہیں، اس دفعہ تو مجھے کوئی فرق لگ رہا ہے..." دونوں تالی مسر ہنس دئے۔

"ٹیم کون سی ہے اس دفعہ؟"

زمان نے حیدر سے پوچھا۔

"وہی ٹیم ہماری الفا"!!

"کیا؟ زمان حیران ہوا، احتشام اور زویا؟"

زمان اس کی ٹیم پر چونکا تھا۔

"اس میں حیرانگی والی کون سی بات ہے؟ ہماری بیسٹ ٹیم ہے۔"

"میں وہ بات نہیں ہے، مگر ان کی شادی ہوئی ہے نا پچھلے ہفتے؟"

"اچھا، مجھے تو نہیں پتا... جب تو ڈاکٹر ڈاکٹر کھیل رہا تھا نا، اس وقت کی بات ہے، فون بھی آیا تھا، مگر تیری طبیعت کی خرابی کی وجہ سے جا نہیں سکا یار، یہ تو بہت غلط ہوا، وہ ناراض ہو گا۔"

"نہیں... موم سے کہہ دیا، انہوں نے اٹینڈ کر لیا تھا، ان دنوں وہی تھی"...

"چلو، یہ صحیح ہو گیا، کل شام تک پہنچ جائیں گے وہ دونوں، تب تک ہم پلان تیار کر لیتے ہیں"...

"ہاں، یہ بالکل صحیح رہے گا..." دونوں بات کرتے کرتے نیچے کی طرف بڑھے۔ سکینہ بی دونوں کو ساتھ دیکھ کر مطمئن ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆

حیا اور نینا گھر پہنچے۔ حیا اس سے کئی بار پوچھ چکی تھی، مگر نینا نے سر درد کا بہانہ بنایا۔ وہ گھر پہنچے تو انہیں ملازم نے بتایا کہ سلطان سکندر واپس آ چکے ہیں اور اپنے روم میں ہیں۔ نینا اور حیا سلطان سکندر سے ملنے کے لیے ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

دروازے پر ناک کیا، سلطان سکندر شاید ڈریسنگ روم میں تھے۔

نینا اور حیا اندر بڑھیں اور سلطان سکندر واش روم سے نکلتے دکھائی دیے۔ دونوں ان کے گلے لگ گئیں۔ وہ چونک گئے۔

"بدمعاش، ڈرا دیا مجھے"!

سلطان سکندر آج 4 دن بعد گھر لوٹے تھے۔

نینا وقتاً فوقتاً انہیں ساری باتیں بتاتی رہی تھی۔ سلطان سکندر حیا سے ملے، اس کے سر پر پیار دیا، "میری اور نینا کی دعائیں رنگ لے آئیں، آج میرا بچہ میرے سامنے صحیح سلامت کھڑا ہے۔ اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔"

نینا گم سم تھی، سلطان سکندر نے نوٹ کیا۔

"کیا ہوا ہے نینا، بچے؟" سلطان سکندر نے فکرمندی سے پوچھا۔

"بابا، وہ..." حیا کو کچھ یاد آیا مگر خاموش رہی۔ نینا اور سلطان سکندر حیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ نینا سمجھ گئی کہ وہ بات بھول گئی ہے۔

"حیا! جاؤ گڑیا چینج کر لو، پھر کھانا کھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے آپی"! حیا کمرے سے چلی گئی۔

"کیا ہوا ہے نینا، بچے؟ کیوں پریشان ہو؟"

نینا نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی، سلطان سکندر کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی زمان کے متعلق بتا کر۔

ابھی تو خود بھی انجان تھی جب تک زمان سے بات نہ ہو جائے، کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھی۔

"ڈاکٹر نے کہا ہے مجھے، حیا کو مڈ شارٹ ٹرم میموری لاس ہوا ہے"...

"کیا؟" سلطان سکندر حیران ہو گئے۔

"بابا، اس لیے وہ چیزیں بھول رہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے آگے بھی بھولتی رہے، اس لیے ہمیں کچھ اسے یاد نہیں دلانا۔ انکل نے سختی سے منع کیا ہے۔"

"بچے! یہ تو اس کے لیے بہتر ہی ہوا۔ جس تکلیف سے میری بچی گزری ہے، اچھا ہوا اسے کچھ یاد نہیں۔ اس میں بھی کوئی میرے رب کی مصلحت ہو گی۔"

"جی بابا! میں بھی یہی سوچ کر مطمئن ہوں۔ وہ اپنے حادثے کے بارے میں سوچتی اور پریشان ہوتی ہے، اس لیے بہتر ہوا اسے کچھ یاد نہیں۔ بابا جان! مجھ سے آج اس نے زمان کے بارے پوچھا؟"

"میرا مطلب کہ زمان کیسے یاد ہے؟ ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے حادثے کے بعد کی باتیں یاد ہوں اور اس سے پہلے کی باتیں وہ بھول چکی ہو۔۔ ڈاکٹر کو بھی اس نے اپنے ایکسڈنٹ کا پرانا واقعہ بتایا، چھ مہینے پہلے ہوا تھا، پتا نہیں یہ تو اب خدا ہی بہتر جانے۔ میرے خیال سے تو حیا کو بتا دینا چاہیے اس کے ساتھ جو

یہ سب سچ چل رہا ہے تا کہ وہ سوچ سمجھ کر کرے جو اسے کرنا ہے۔ کچھ دنوں میں اس کی یونیورسٹی بھی دوبارہ سے شروع ہو گی، اس کی پڑھائی کا بھی تو بہت حرج ہوا ہے۔" نینا بھی سوچ میں پڑی۔۔ سلطان سکندر پریشانی سے چکر کاٹ رہے تھے۔۔

" بیٹا! اسے اپنی کمزوریوں کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے تا کہ وہ کسی کو بات کرنے کا موقع نہ دے سکے۔۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا، آپ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔ میں موقع دیکھ کر حیا سے بات کر لوں گی، آپ پریشان نہ ہوں۔" نینا کو دروازے میں کوئی سایہ نظر آیا، سلطان سکندر نے اس کی نظروں کے ارتکاز میں دیکھا۔

" کیا ہوا بیٹا؟؟"

" ایک منٹ بابا۔۔" نینا اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا، جہاں سے حیا گزر کر گئی تھی۔ نینا نے دروازہ پورا کھول دیا مگر باہر کوئی بھی نہیں تھا۔۔ دروازہ بند کرتی واپس آئی۔

" کیا ہوا تھا بچے؟؟ "

"مجھے لگا کوئی کھڑا تھا وہاں۔۔"

" کوئی ملازم گزرا ہو گا۔۔۔"

" ٹھیک ہے بابا، آپ آرام کریں، میں چلتی ہوں۔ "

"میری بات تو وہیں کی وہیں رہ گئی۔"

نینا نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے بابا؟؟"

" میں جانتا ہوں میری بیٹی بہت بڑی ہو گئی ہے اور سمجھدار بھی مگر اپنے بابا کو انڈر ایسٹیمیٹ کر جاتی ہے۔"

" کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا؟ آپ میں ایسا کیوں کروں گی؟" نینا آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام گئی۔

" پھر مجھے باتوں میں الجھا کر یہاں سے کیوں بھاگ رہی تھی؟" نینا کا سر جھک گیا۔

" بعض اوقات بابا انسان وہ اذیت کسی کو نہیں بتا پاتا جو وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اپنی بیٹی پر یقین رکھیں اور وقت دیں۔ مجھے تھوڑا سا وقت دیں، پھر آپ کو بھی سمجھا دوں گی۔ "

" ٹھیک ہے بیٹا، مجھے خود سے زیادہ آپ پر اعتبار ہے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ جاؤ آرام کرو، جا کر۔۔ پھر کھانا اکٹھا کھائیں گے۔۔"

" بابا مجھے بھوک نہیں ہے، آپ پلیز حیا کے ساتھ ڈنر کر لیجیے گا، میں اپنے کمرے میں ہوں۔"

" ٹھیک ہے بچے، جاؤ آرام کرو۔۔ مگر سونے سے پہلے لازمی کچھ کھا کر سونا، خالی پیٹ مت سو جانا۔۔ "

"ٹھیک ہے بابا"

☆☆☆☆☆☆☆

زمان یکدم سے اٹھا، دور کہیں اذانوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ زمان کا ہاتھ دل کے مقام پر تھا، دونوں بات کرتے کرتے رات کو صوفے پر ہی سو چکے تھے۔ حیدر بھی اسی وقت جگہ، زمان کے ماتھے پر پسینہ تھا۔

" اتنا پسینہ کیوں آ رہا ہے، اتنی سردی میں۔۔" حیدر اسے دیکھ کر پریشان ہوا۔

" پتہ نہیں، ایک دم سے دل پر بہت وزن محسوس ہوا۔ تھوڑی دیر باہر جا رہا ہوں، زمان کو اپنی کیفیت سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ حیدر بھی اس کی فکر میں اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔

" مجھے تو لگتا ہے کوئی تیری اللہ سے برائیاں کر رہا ہے، تبھی تو تیری حالت خراب ہے۔" زمان کے دماغ میں فوراً سے نینا کا خیال آیا۔

" ایک بات نہیں بتائی تجھے۔"

" ابھی بھی کچھ بات رہنا باقی ہے؟" حیدر نے آتے ہوئے کہا۔ دونوں نائٹ سوٹ میں ہی ملبوس، پاکٹس میں ہاتھ ڈالے لان کا چکر لگا رہے تھے۔

"ڈاکٹر نے مجھے لیٹر دیا تھا، مشن پر جانے سے پہلے." حیدر اس کی طرف مڑا۔۔

" لو لیٹر ؟؟ آہاں، چھپا رستم۔۔" حیدر نے اسے چھیڑا۔

"نہیں یار، لو لیٹر نہیں تھا؟؟" زمان ایک دم آگے بڑھا۔۔

"تو کیا؟ اپوائنٹمنٹ لیٹر تھا۔۔" حیدر نے مذاق کیا۔

"ہاں، شاید۔۔۔" حیدر اس کی بات پر حیران ہوا۔

" کیا کہہ رہا ہے؟ صحیح طرح بتا۔۔۔" زمان نے اسے ساری بات بتادی۔

"تو اس میں کیا ہے؟ وہ بزی ہو گی، تو اس نے لیٹر نرس کو دیا ہو گا ڈائریکٹ۔ یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ لیٹر زمان کو دے، اور کسی بہانے سے تیرے تک پہنچایا ہو گا اس نے۔ تاکہ تجھ پر اور اس پر کوئی بات نہ

آئے۔وہ یہی سمجھی ہو گی کہ کیپٹن زمان سمجھ جائے گا، مگر کیپٹن زمان تو۔۔"زمان اس کے گلے لگا اور جھٹ سے اندر کی طرف بھاگ گیا، حیدر اسے دیکھ کر مسکرایا اور بالوں میں ہاتھ پھیلا، اور اس کے پیچھے اندر بڑھ گیا۔۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر اور زمان دونوں ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔زمان نے منہ بنایا ہوا تھا، حیدر اسے دیکھ کر حیران ہوا۔

" کیا ہوا؟ مجھے لگا تو نینا کا لیٹر پڑھنے کے بعد ساتویں آسمان پر ہو گا، پر تو نے سڑے ہوئے چڑھے ہوئے کریلے جیسے منہ کیوں بنایا ہوا ہے۔۔۔"

" لیٹر کھو گیا مجھ سے۔"

"Whattt

حیدر حیران ہوا۔۔

" حد ہے یار زمان؟؟ کوئی نہیں، کمرے میں ادھر غور سے آگے پیچھے رکھ دیا ہو گا، کہیں مل جائے گا، پر ابھی چل دیر ہو رہی ہے، زویا اور احتشام بھی پہنچنے والے ہوں گے، اور اس مشن کا ذکر کسی سے نہیں کرنا، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا، بڑی ماں سے بھی نہیں۔"

"کیوں۔۔۔؟"زمان چونکا۔۔

" بعد میں بتاؤں گا۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر، زمان، زویا اور احتشام چاروں اس وقت سیف ہاؤس میں موجود تھے۔

سیف ہاؤس آبادی سے دور جنگل میں بنایا گیا تھا۔ ایک طرف پہاڑ تھے اور اس کے سامنے دریا تھا، جو زیادہ بڑا نہ تھا۔ دور دور کہیں فارم یا وسز بنائے گئے تھے، یہاں لوگ زیادہ تر چھٹیوں میں ہی آکر رکتے تھے۔ حیدر اور زمان نے یہاں فارم ہاؤس کی بجائے ٹری ہاؤس تیار کروایا تھا۔ اور اب مشن کے لئے سیف یاوس کے طور پر ان کو بہترین آپشن لگا۔ اس کے بارے میں زمان اور حیدر کے علاوہ اب احتشام اور زویا جانتے تھے۔ نگار فاطمہ اور سکینہ بی کو بھی معلوم نہیں تھا۔

زمان اور حیدر پہلے پہنچے اور کچھ ہی دیر کے بعد زویا اور احتشام بھی پہنچ چکے تھے۔ زویا احتشام کی منگنی بچپن میں ہو چکی تھی لیکن احتشام اور زویا کے آرمی مشن کی وجہ سے ان کی شادی ڈیلے ہوتی جا رہی تھی۔ اب حیدر کو گولی لگنے کی وجہ سے وہ مہینے سے دونوں چھٹیوں پر تھے اور گھر والوں نے اس کا فائدہ اٹھا کر دونوں کو ازدواجی زندگی میں باندھ دیا۔ شادی کو ابھی ایک مہینہ پورا نہیں ہوا تھا، جب دونوں پھر سے ملک اور قوم کی خدمت میں ہنستے مسکراتے حاضر تھے۔

زویا کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ نئی نویلی دلہن ہے۔ وہ سازو سنگار اپنے کمرے کی ڈریسنگ پر ہی چھوڑ آئی تھی۔ اب اس وقت وہ صرف زویا تھی۔ نازک مزاج کشمیری خوبصورت لڑکی، جس کی عمر محض 24 سال تھی۔ سمپل، ٹراؤزر شرٹ، گلے میں مفلر ڈالے، اوپر موٹا اونی کوٹ پہنے، پاؤں میں جوگرز، پونی ٹیل بنائے، وہ تینوں کے سامنے کھڑی تھی۔ زویا تینوں کے دل کی بہت قریب تھی۔ احتشام کی تو وہ بچپن کی منگ سے اب بیوی بن چکی تھی، اس کے برعکس حیدر اور زمان اسے چھوٹی بہنوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے، بھائیوں کی طرح اسے تنگ بھی بہت کرتے تھے۔ جبکہ احتشام، حیدر اور زمان

سے 4 سے 5 سال چھوٹا تھا۔ حیدر اور زمان کے لئے وہ بچہ تھا ابھی، مگر دماغ بچوں والا نہیں تھا۔ خوبصورتی میں زویا اور احتشام بھی کسی سے کم نہیں تھے، دونوں کشمیری تھے۔ احتشام کی رنگت گلابی تھی، دیکھنے میں پر کشش لگتا تھا۔

کچھ دیر بعد تینوں ایک کمرے کی طرف بڑھے۔ کمرے میں فرنیچر کے نام پر ایک ٹیبل اور ساتھ چھ کرسیاں تھیں۔ اس کے سامنے ایل ای ڈی تھی، جس پر ایک ویڈیو چل رہی تھی۔ جبکہ ٹیبل پر میپ کھلا تھا۔ کھڑکیاں سیکیورٹی کے پیش نظر بند کی گئی تھیں۔ چاروں ٹیبل کے ارد گرد کھڑے تھے۔

زمان نے روم کی لائٹ آف کی اور ایل ای ڈی پر ویڈیو کو پلے کیا۔ سکرین کئی حصوں میں تقسیم ہوئی۔ خودکشی کرتی لڑکیاں، لڑکے، لاشیں، سر جسم کے حصے جدا جدا، کسی کا بازو نہیں، کسی کا پاؤں نہیں، کسی کی تو پہچان بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

"سر، یہ کیا ہے؟ بہت گند الگ رہا ہے۔"

احتشام نے زویا کا ہاتھ پکڑا، لڑکی تھی، اس طرح یہ سب دیکھ کر گھبرا گئی۔

زمان نے ویڈیو کو روکا اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"پاکستان کی کئی یونیورسٹیز میں سرچ آپریشن اور خفیہ ایجنسیز کے آپریشن جاری ہیں۔ نوجوان نسل کو اس شکنجے سے بچانے کے لئے حکمت عملی کی جا رہی ہے۔ اس میں سب سے بڑا ہاتھ ملک میں بڑھتے سائبر کرائمز ہیں اور ریڈ ویب سائٹس ہیں۔ جوان خون جو خود کو بہت سمجھدار سمجھ کرنا سمجھی کر جاتے ہیں، کچھ پلوں کی لذت کے لئے ایسے دھنس رہے ہیں جن سے ابھر نہیں پاتے اور آخری حل حرام

موت اپنانا ہی رہ جاتا ہے۔ موبائل پر گپ شپ کرنا، فرینڈز بنانا اور پھر دھوکہ کھانا، اس کے لئے پورا گروہ ہے، یہ کسی ایک بندے کا کام نہیں۔ کم عمر لڑکے اور لڑکیوں دونوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔"

تینوں غور سے ان کی بات سن رہے تھے۔ زویا کو بھی جواب مل چکا تھا، خون خرابہ تو دیکھا تھا اس نے مگر اس طرح کی دردناک موتیں نہیں۔

"یہ شروع کیسے ہوا؟" احتشام نے سوال کیا۔

زمان نے اب ریموٹ حیدر کو تھما دیا۔ یہ حیدر اور زمان کی محنت تھی، دونوں نے رات میں بیٹھ کر یونیورسٹی میں ہونے والے واقعات تک پہنچنے کے لئے کچھ کڑیاں اکٹھی کی تھیں۔ حیدر نے اب اپنی مطلوبہ ویڈیو پلے کی۔ اس میں پرانی جنگ کے کچھ سین چل رہے تھے، دوسری طرف ایک سے دوسرے موس کوڈ میسیج ہو رہے تھے۔ روم میں ٹک ٹک کی آواز گونج رہی تھی۔ حیدر نے ویڈیو روک دی۔ زویا اور احتشام سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"یہ سب 60 s سے شروع ہوا جب امریکہ اور روس کی کولڈ وار جاری تھی۔ اس وقت اس ویب کو بنایا گیا، جو آرمی مشن کے دوران ایک دوسرے سے کوڈ ورڈ باتیں ہوتی تھیں، وہ اس کے تھرو ہی ہوتی تھیں۔ اکثر فلموں میں بھی دکھایا گیا ہے، انگلیوں سے بجا کر ٹک ٹک کی آواز نکالنا، وہ عام انسان کو آواز لگ سکتی ہے مگر جس کو میسیج دینا ہو، وہ جان لیتا ہے، کیا کیا جا رہا ہے۔ اسے مورس کوڈ کہتے ہیں۔"

"جی، میں نے دیکھا تھا اس۔۔۔ وہ کیا نام تھا؟" زویا ایکسائیٹڈ ہو کر بولی۔

"زویا بیگم، ہم یہاں دم شراز نہیں کھیل رہے ہیں، نام نہ بھی آئے تو چلے گا۔"

حیدر اور زمان نے مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ احتشام کے طرزِ تخاطب اور اس کی بات پر حیدر اور زمان نے مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ زویا نے احتشام کے ہنسنے پر اس کے پاؤں پر اپنا پاؤں مارا۔ احتشام کی ہنسی کو فوراً بریک لگی۔۔ زمان دوبارہ گویا ہوا۔

"جو اس طرح آہستہ آہستہ ڈارک ویب کی شکل اختیار کر گیا۔"

"تو ہم انہیں پکڑ نہیں سکتے؟؟" زمان زویا کی بات پر ہنسا۔

"اگر ہم سیر ہیں تو وہ سوا سیر ہیں، ایسے ہی نہیں چل رہا یہ سب اتنے سالوں سے، دشمن کو بھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ پورا ایک نیٹ ورک ہے ان کے پاس اور نئی ٹیکنالوجی الگ سے، اگر کسی ایک کو ہم پکڑ بھی لیں تو بھی پیچھے سینکڑوں ہیں۔ ہم ان کے سسٹم ہیک نہیں کر سکتے، اور نہ ہی ان کے آئی پی ایڈریس ٹریس کر سکتے۔"

"تو ہم کیسے ان تک پہنچیں گے؟" احتشام نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"اس دفعہ ہم نہیں، وہ ہم تک پہنچیں گے، ہمیں ان کے بل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں، وہ خود بل سے باہر آئے گا، جو بھی یہ سب کر رہا ہے۔" چاروں کے چہرے پر مسکراہٹ کھلی تھی۔ اس بار زویا بھی مطمئن نظر آئی۔ "اب ضروری باتیں جان لو سب۔" زمان نے تینوں کو متوجہ کیا۔ "یہ یونیورسٹی کا مین انٹرنس ہے، جہاں سے سٹوڈنٹس اور ٹیچر انٹر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے انٹرنس بیک سائیڈ پر ہے جس کو مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے، اس کو بند کیے ہوئے تقریباً پانچ سال گزر چکے ہیں اور ان پانچ سالوں میں وارداتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔" بیک سائیڈ کا گیٹ یونیورسٹی سے کافی دور ہے، یونیورسٹی میں ڈیپارٹمنٹس ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر بنائے گئے ہیں، جو بیک سائیڈ کا گیٹ ہے، اس کو اب

استعمال بھی نہیں لایا گیا، جس کی وجہ سے اس کے ارد گرد بہت گھاس اور درخت ہیں، وہاں پر سٹوڈنٹس نظر نہیں آتے۔ اس گیٹ سے باہر کی بات کی جائے تو بیابان جنگل ہے اور وہاں سے مین روڈ صرف 5-10 منٹ کے راستے پر ہے۔ آبادی نہیں ہے، اس طرف بالکل بھی دور ایک دو فیکٹریاں موجود ہیں۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنا کارروائی وہیں سے کرتے ہوں گے۔"

" وہاں نہیں روڈ ساتھ ہے گاڑی میں، جسے بھی ڈال کر لے جائیں گے، مین روڈ پر تو اس گاڑی کو کوئی پہچان بھی نہ سکے گا۔ اس لئے یہ گیٹ بند رکھا گیا ہو گا۔" احتشام نے اپنی رائے دی۔

" یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جنگلوں میں لے جاتے ہوں،" زویا نے اپنا دماغ چلایا۔

" نہیں، مجھے نہیں لگتا کہ ایسا ہو گا، کیونکہ جب کوئی لڑکی یا لڑکا غائب ہو گا تو سب سے پہلے شک جنگل میں ہی جائے گا، وہی سرچ کیا جائے گا۔" حیدر نے ہنکار بھرا۔

" میرے خیال سے ہمیں پہلے یونیورسٹی کو اچھے طریقے سے سرچ کرنا چاہیے، کوئی جگہ، کوئی ڈیپارٹمنٹ، ہر چیز ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے یونیورسٹی میں ہی کوئی ایسی جگہ موجود ہے، جہاں پر ابھی تک کسی کا دھیان نہیں گیا۔ کوئی ڈیپارٹمنٹ جو خالی ہو، جہاں کوئی گیا نہ ہو، یونیورسٹی تو شام چھ بجے تک کھلی رہتی ہے اور اس کے بعد لائبریری رات آٹھ بجے تک، ہوسٹل بھی یونیورسٹی کے پاس ہے، تو لڑکیاں آتی جاتی رہتی ہیں، لائبریری اور ہوسٹل کی ٹائمنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لیے یہ کام آسان ہے۔"

" بالکل صحیح جا رہے ہو، "Good!" زمان نے اس کے کام کو سراہا۔

"Most welcome sir."

حیدر جھک کر داد وصول کی۔

"اب ہمیں یونیورسٹی بھی جا کر یہ پتہ چلانا ہے، کہ کون سی جگہ ہے جہاں پر وہ اور کس طرح لڑکیوں کو لے جا کر قید کرتے ہیں۔ ہماری طرح وہ لوگ بھی گروہ کی صورت میں یونیورسٹی پر پھیلے ہوئے ہیں، ایک قدم بھی ہنک کر رکھنا ہے، اس بار غلطی ہوئی تو ڈائریکٹ جنت جا ٹکٹ کٹے گا۔"

"سر! موت سے تو بزدل ڈرتے ہیں، شہادت کا رتبہ پانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔" احتشام کی گہری بات پر تینوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ احتشام کی بات سن کر زویا کے دل کو دھچکا لگا۔ اس نے آرمی جوائن کی تھی، تو جانتی تھی شہادت کا رتبہ زندگی میں کبھی بھی نصیب ہو سکتا ہے، کسی بھی وقت، ان کا کام ہی ایسا ہے۔ مگر اب احتشام کے بارے میں وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ جبکہ احتشام نے تو کھلے دل سے اقرار کر دیا تھا۔ زویا وہاں کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"میں کافی بنا کر لاتی ہوں" کہہ کر باہر چلی گئی۔

"اسے کیا ہوا اچانک؟ چائے پینے والی کافی بنانے گئی؟" حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اس کی باتوں سے پریشان ہو گئی ہو گی اور ویسے بھی یہ اس طرح کا پہلا مشن ہے۔"

"مجھے لگتا ہے زویا کو اس میں شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔" زمان فکرمندی سے گویا ہوا۔

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے، میری بیگم بہت بہادر ہے اور بہترین ہیکر، میں بات کرتا ہوں۔"

"دھیان سے، تیرا اسسٹم ہی ناہیک کر دے!" سنبھل کر زمان کی بات پر احتشام ہنسا، جبکہ حیدر نے اس کی کمر پر مکا دیا۔

"کیا بولتا رہتا ہے؟"

"کیوں، تجھے سمجھ نہیں آئی؟ اردو ہی بول رہا تھا، بکواس مت کر۔" حیدر نے اسے چپ کروا دیا۔

☆☆☆☆☆

"زویا بیگم کو کیا ہوا ہے، زویا جو کچن میں کھڑی کافی پھینٹ رہی تھی۔

احتشام زویا کے پاس کچن میں پہنچا۔

پہلے تو مجھے یہ زویا بیگم کہنا بند کرو ورنہ۔۔۔

ورنہ کیا۔۔۔ میرا اسسٹم ہیک کر دو گی۔ احتشام نے زمان کی بات دہرائی چہرے پر مسکراہٹ تھی احتشام نے اسے جان بوجھ کر تنگ کیا وہ اسے آنسو صاف کرتے دیکھ چکا تھا۔

"جاؤ یہاں سے مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔۔" احتشام نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا ۔۔زویا کی پلکیں جھکی ہوئی تھی۔

یہاں دیکھو۔۔۔ احتشام کا لہجہ نرم تھا

زویا نے نفی میں سر ہلایا

زویا بیگم۔۔۔۔ احتشام آگے کچھ کہتا۔ زویا نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا پلکیں اٹھی اور آنسو گرے۔

یار زویا اس میں رونے والی کون سی بات ہے میری زویا اتنی کمزور تو نہیں ہے اور میں کون سا۔۔۔

زویا نے احتشام کے منہ پر ہاتھ رکھا

"بہت بہادر تھی جب تک تم سے جڑی نہیں تھی، جبکہ تمہاری زویا بیگم بنی ہوں دل بزدل ہو گیا ہے۔ بہت۔۔۔ تمہیں کھونا افورڈ نہیں کر سکتی۔" احتشام نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

" ایسا کبھی نہیں ہو گا، میں ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گا۔ چلو، رونا بند کرو، شاباش۔"

" اہہہم... اہہہم!" حیدر اور زمان نے انہیں متوجہ کرنے کے لیے مصنوعی کھانسی کی۔ احتشام اور زویا فوراً پیچھے ہوئے۔ حیدر اور زمان زویا کی طرف بڑھے، احتشام ایک طرف ہو گیا۔

" بہت تنگ کرتا ہے نا میری بہن کو یہ کشمیری شوہر؟؟؟" زمان کی بات احتشام اور حیدر نے صدمے کی کیفیت میں سنی۔

"کشمیری شوہر... نام دہرایا۔ واقعی، تو کچھ بھی بول سکتا ہے۔" حیدر نے زویا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

" فکر کی ضرورت نہیں، جب تک تمہارے دونوں بھائی زندہ ہیں، تمہاری خوشیوں کو محفوظ رکھیں گے۔" زویا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ زمان کافی بنانے لگا۔

"میں کافی بناتا ہوں اپنی زویا بے..." زویا، حیدر اور زمان نے ایک ساتھ احتشام کی طرف دیکھا۔ تینوں کے دونوں ہاتھ کمر پر تھے۔ "نہیں... میرا مطلب ہے، E.4 کے لیے چائے بنا دوں۔" چاروں کے قہقہے گونجے، اور ٹری ہاؤس کی رونق کو چار چاند لگا رہے تھے۔

کل کس نے دیکھا ہے، جو آج ہے، بس وہی ہے۔ اسے جیو، کل کی فکر چھوڑو، کل کے لیے وہ ہستی ہے نا، اس پر توکل کرو جو ہمارے لیے بہتر سے بہترین سوچنے کا ہنر رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

زویا اور احتشام جا چکے تھے۔ ان کا کام دو دن بعد شروع ہونا تھا، جبکہ حیدر اور زمان کمرے میں موجود تھے۔ زمان کو سکینہ بی کا فون آیا، جو ان سے ان کی خیریت پوچھ رہی تھی۔

" کہاں ہو بیٹا؟ بتایا بھی نہیں کب چلے گئے اور واپس بھی نہیں آئے ابھی تک، شام ہونے کو آئی ہے۔ جانتے بھی ہو، تم دونوں میں گھبرا جاتی ہوں، مجھے بتا کر جایا کرو، کہاں جا رہے ہو؟"

"سوری بڑی ماں، بس جلدی جلدی میں نکل آیا، اس لیے بتا نہیں پائے۔" حیدر نے اسے کچھ نہ بتانے کا اشارہ کیا۔ زمان ایک دم سے گڑبڑا گیا۔

"وہ... بڑی ماں... ہاں... "حیدر کا کیمپنگ کا دل تھا، تو ہم... " زمان نے کھڑکی سے باہر دیکھا..

"پہاڑوں میں آئے ہیں۔" حیدر نے اس کے جواب پر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

" سچ کہہ رہے ہو زمان؟"

" جی جی... بالکل سچ۔ دیکھیں سانس بھی اسی لیے اوپر نیچے ہے۔" زمان کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ کبھی بھی سکینہ بی سے وہ جھوٹ نہیں کہتا تھا۔

" ٹھیک ہے بیٹا! جلدی آنا، میں انتظار کروں گی۔" حیدر نے کاپی پر کچھ لکھ کر اس کے سامنے کیا۔

"بڑی ماں، آپ آرام کریں، ہم کچھ دن رکیں گے یہاں، ہماری فکر نہ کریں۔"

" بس اتنا ہی بولنا ہے۔" حیدر نے آخری الفاظ اس کے لیے لکھے تھے کہ بس اتنا ہی بولنا ہے۔ حیدر نے پاس پڑا، کشن اٹھا کر زمان کے منہ پر مارا۔ زمان جو بیڈ کے کونے پر بیٹھا تھا، اچانک حملے سے نیچے جا گرا۔

" آہ!" زمان کی کراہ بے ساختہ تھی، اس افتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔ حیدر منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی دبانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ فون میں آواز نہ جائے۔

"کیا ہوا بیٹا، آپ ٹھیک ہو؟"

"جی، جی، بڑی ماں... پہاڑ سے گر گیا۔" حیدر کو اس کی بات پر اور ہنسی آئی۔

"کیا کرتے ہو بیٹا، دیکھ کر چلو"!

" آپ فکر نہ کریں، پہاڑ زیادہ اونچا نہیں تھا، بچ گیا۔" حیدر نے اسے ہاتھ دیا۔ زمان کھڑا ہوا، ہاتھ کمر پر تھا۔

" مزا آرہا ہے بہت، کافی دنوں بعد آئے ہیں نا۔"

" چلو ٹھیک ہے، تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں، موبائل پاس ہی رکھنا، فون کرتی رہوں گی۔" زمان نے فون بند کیا۔ حیدر اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میرا کیا قصور ہے؟ تم عین وقت پر سب کہہ دیتے ہو، بندہ آرام سے بیٹھ کر پہلے سمجھاتا ہے، تو گن پوائنٹ پر مجھ سے کام کرواتا ہے۔ ہڑبڑاؤں نہ تو کیا کروں؟ اور نازک کمر بھی توڑ دی میری۔"

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا، مجھے سمجھ نہیں آتی، تم آرمی میں کیسے ہو؟ صحیح ہے جو تم کیپٹن ہو، اتنی ہی نازکیاں ہیں تیرے میں، تو ٹھمکے مارلے جاکر! دماغ کی تو ویسے بہت کمی ہے تیرے میں، جیسے تم نے بات کی، کسی کو بھی شک ہو سکتا ہے، ایک عام انسان کو بھی"!

"اووووہ... زیادہ فری ہو رہا ہے اب تو میجر... کیپٹن تک تو ٹھیک تھا، مگر آگے زیادہ ہو گیا..."

" حد ہے زمان..." حیدر اس سے ہار مانتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"پوری بات بتا کے جا، ایسے نہیں جانے دوں گا تجھے، کیوں مجھے منع کیا بڑی ماں کو بتانے سے؟ ان کا کوئی نہیں ہے ہمارے سوا، انہوں نے آج تک کبھی کسی کو ہمارے بارے میں کوئی بات بتائی ہے؟ جو تو اس

طرح چھپا رہا ہے اور مجھ سے بھی جھوٹ کہلوایا، تو جانتا ہے میں نے کبھی ان سے جھوٹ نہیں بولا۔" زمان اس کے مقابل کھڑا ہوا، آج سارے جواب چاہتا تھا۔

"تو بولنا سیکھ لے!" حیدر نے چار لفظوں میں جواب دیا، پھر آگ کی بنی کی انگیٹھی کی طرف بڑھا۔ اس میں لکڑیاں ڈالنے لگا، شام آہستہ آہستہ کالی رات میں بدل رہی تھی، سردی کی شدت میں بھی اضافہ ہوا تھا، اور جنگل میں دور سے آتی جانوروں کی آوازیں خوفناک تھیں۔

"نہیں، میں ایسا کچھ الٹا سیدھا نہیں کہوں گا، تو مجھے لاجک دے، مجھے صحیح لگا تو ٹھیک ورنہ میں سچ ہی بولوں گا۔"

"تو نقصان بھی اٹھائے گا پھر ہم کبھی کبھی سچ سے بھی ہم دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس سچ سے کسی کا برا ہو، اس سے جھوٹ ہی سہی۔"

"مطلب؟" زمان نے تعجب سے پوچھا۔

"سن!" حیدر صوفے پر بیٹھا، زمان اس کے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آگ کی تپش سے گھر کا ماحول بہتر ہونے لگا تھا۔ "تجھے ہمارا لاسٹ مشن یاد ہے؟"

"شیخ سوری والا؟"

"ہاں یاد ہے۔"

"ہم نے کوئی احتیاط نہیں کی، بس اپنا کام کیا، دائیں بائیں کوئی دھیان نہیں دیا، پر عین موقع پر جب ہم اس کے سامنے تھے، اس کو ہمارا نام اور ہمارے پہنچنے کا وقت سب پتہ تھا۔ کیسے؟ کبھی سوچا ہے؟"

"ہاں، یار یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا!" حیدر کی بات پر زمان سوچ میں پڑ گیا۔ "کوئی تو ہے؟ ہو سکتا ہے ہمارے گھر میں ہی موجود ہو؟"

"شک کرنا ہمارا کام ہے، تو صحیح کہہ رہا ہے، بڑی ماں کے ساتھ ہم بچپن سے ہیں، ان کے متعلق ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ رشتے ناتے ہمارے کام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے، قربان کرنا پڑتا ہے سب اپنے فرض کے لیے، اپنے کیے گئے عہد کے لیے، اپنی ڈیوٹی کے لیے۔"

"مجھ سے بڑی مثال کوئی اور مل سکتی ہے تجھے؟؟"

زمان اس کی باتوں کی نزاکت اور باریک بینی کو اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ یہ سب عام نہیں تھا، کوئی دشمنوں کا مخبر تھا جو ان میں سے ہی ہو کر ان کے پر کاٹ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ انہیں پتا چلے بغیر،

زمان اٹھ کر ماتھا مسلتا پریشانی سے ٹہلنے لگا۔

"گھر میں بڑی ماں کے علاوہ اور بھی کئی لوگ ہیں، جن کے سامنے ہم باتیں کرتے رہے ہیں، ڈسکشن ہوتی رہی ہیں، مالی، ڈرائیور، واچ مین، شیف، کلینر، کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب باہر سے آتے ہیں۔ کبھی کوئی ہماری بات سنی ہو، ہم دونوں یا بڑی ماں سے کر رہے ہوں۔ کبھی دھیان نہیں دیا، پچھ بھی اس طرح سے ہوا ہے، وہ سب ہمارے گھر سے ہی باہر نکلا ہے اور دشمنوں تک پہنچا ہے۔ اس لیے صرف محتاط رہنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

"جب واپس جائیں گے تو بڑی ماں کو سب سمجھا دیں گے، ان کی فکر مت کر، وہ ماں ہیں، مجھے یقین ہے سمجھ جائیں گی۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہے، تو میں یہ سب سوچ ہی نہیں سکا۔ میں خیال رکھوں گا۔"

"میرا لیٹر بھی تو ان میں سے کسی کے ہاتھ تو نہیں گیا؟"

حیدر بھی حیران ہوا زمان کی بات پر۔

"شٹ! یہ تو میں نے سوچا نہیں۔"

"کئی اتنی آسانی سے ہمارے گھر تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ ہم دونوں کے متعلق کون اتنی معلومات اکٹھی کیے ہوئے ہے؟ اس کی نظر ہماری ایک ایک حرکت پر ہے۔ کوئی تو ہے جو ہمیں جاننا بہت ضروری ہے، اس سے پہلے کوئی بڑا نقصان ہو۔"

" صحیح کہہ رہا ہے، شکر ہے تیرے موٹے دماغ میں بات تو گھسی۔" حیدر نے جان کر اسے تنگ کیا، نینا کے ذکر سے چہرہ اتر جاتا تھا اس کا، بے بس محسوس کرتا تھا جیسے، اب تو اس کے بارے میں بات بھی نہیں کرتا تھا یا کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔

" تیرا ایک باریک دماغ کافی نہیں؟ ہر وقت جو سڑا ہوا منہ لے کر گھومتا رہتا ہے، میری ہی ہمت ہے جو برداشت کرلیتا ہوں اور جس طرح سے تفصیل دی ہے نا، پہلے دیتا تو کسی کم عقل کو بھی سمجھ آجاتی۔ بڑا آیا 30 مار خان"!

حیدر اس کی بات پر مسکرایا۔

"اچھا چل، چھوڑ لڑائی، بتا کیا کھائے گا؟"

"پیٹ میں کیڑے تو نہیں تیرے؟ ابھی کچھ دیر پہلے ہی کھایا تھا۔"

"کیڑے پڑے دشمنوں کو"!

"تجھ سے سمجھانے کے چکر میں ساری انرجی ویسٹ ہوگئی۔"

"مجھے نہیں بھوک!" زمان نے انکار کیا۔

"تو جانتا ہے، میں اکیلا نہیں کھاتا۔ سینڈوچ بنا کر دیتا ہوں، بھوک لگ جائے گی۔ تو کافی بنا دے۔"

"چل ٹھیک ہے۔"

دونوں کچن میں موجود تھے۔ جب حیدر نے بات شروع کی۔

"زمان! ایک مسئلہ ہے؟"

"کیوں، اب تیرا ابھی کچھ گم گیا؟"

"نہیں، سن، میں یونیورسٹی گیا تھا، کچھ پیپر مانگے، انہوں نے تو واپس آیا، بابا کے پرانا باکس نکالا اسٹور روم سے، ان میں سے مجھے ایک فوٹو ملی اور کچھ بینک سلپس بھی۔"

"بابا کے ساتھ ایک انسان تھا، میں ان کو جانتا ہوں، مطلب بچپن میں آتے تھے، کبھی کبھی گھر، بابا کے بہترین دوست تھے، کچھ دھندلا دھندلا یاد ہے، بابا کے پاس ایک ڈائری ہوتی تھی ہمیشہ جو ان کے پاس ہی رہتی تھی، وہ نہیں ملی ان کی چیزوں سے، فوٹو کلیر نہیں تھی، مگر بابا کے ایک ہی فرینڈ تھے، وہ وہی ہیں۔"

"فوٹو دکھا، مجھے ہو سکتا ہے میں جانتا ہوں۔"

"نہیں، مجھے نہیں لگتا تو جانتا ہو گا۔"

حیدر فوٹو لے کر آیا اور لا کر زمان کو دی۔

"یہ فوٹو تو کلیئر نہیں ہے، انکل تو صحیح نظر آرہے ہیں، پر ساتھ والا آدمی نہیں۔ چل، تو مجھے دے، میں پتہ لگا لوں گا۔"

حیدر نے ہامی بھری۔ "ٹھیک ہے۔"

زمان کے فون پر نوٹیفیکیشن آئی۔

"میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں، کچھ دیر تک لوٹوں گا، تو بنا کر رکھ دیں، میں آ کے کھالوں گا۔"

"سب ٹھیک ہے؟؟" حیدر پریشان ہوا۔

"سب ٹھیک ہے، آ کر بتاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، خیال رکھنا اور آنکھ کان کھلے رکھنا۔"

فکر نہ کر، جلدی واپس آ جاؤں گا۔" زمان کہتا باہر کی طرح بڑھا دروازے کے پاس رکھی الماری میں سے ہیٹ نکال کر سر پر رکھی، چہرے پر ماسک لگایا، چھتری لی اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

زمان ریسٹورنٹ میں داخل ہوا، جہاں اس کا خبری موجود تھا۔ زمان مطلوبہ ٹیبل پر پہنچا، وہ آدمی احترام میں کھڑا ہوا۔ زمان نے اسے بیٹھنے کا کہا اور اس کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔

" اس میں وہ سب چیزیں ہیں جو آپ نے کہی تھیں۔ چیک کر لیں اور آرڈر یہی ہے کہ آپ لوگ اپنے اپنے فون بند کر دیں، کچھ غیر ضروری حرکات محسوس ہوئی ہیں۔"

"اوکے، تھینکس، یہ پکچر دے رہا ہوں۔" زمان نے ایک تصویر اس کی طرف بڑھائی۔ "اس کے متعلق ساری ڈیٹیل چاہیے، ایچ اینڈ ایوری تھنگ۔۔ یہ پرسنل ہے۔ مشن سے جڑا ہوا ہی ہے اس کے متعلق کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے صرف مجھے یا حیدر بھائی کو ہی بتانا۔"

"مگر سر! یہ کام۔۔۔"

زمان نے اسے ٹوکا۔

"یہ کام بہت ضروری ہے اور جلدی ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے سر! میں کوشش کروں گا، پر کچھ وقت لگے گا۔"

"کوئی بات نہیں، ٹیک یور ٹائم، کافی پی کر جانا۔"

زبان کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ زیادہ دیر رکنا اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچا، اسے کوئی جانا پہچانا سا چہرہ نظر آیا۔

زمان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، جبکہ مقابل بھی اسے دیکھ چکا تھا اور ہاتھ ہلایا، زمان مسکراتا چہرے پہ سجائے اس کی طرف بڑھا۔ مقابل کے سامنے بھی کوئی بیٹھا تھا، زمان اسے دیکھ نہیں پایا۔

"What a pleasant surprise!"

"سرپرائز تو نے مکمل کب ہونے دیا۔" شہیر زمان کے گلے لگا۔

"کیا مطلب تو۔۔۔" زمان کے آدھے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے، دوسری کرسی پر موجود ہستی کو دیکھ کر مسکراہٹ غائب ہوئی۔

شہیر اس کے تاثرات جانچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ شہیر نے نینا کا تعارف کروایا۔

"یہ ہیں ڈاکٹر نینا سلطان سکندر، سرجیکل سپیشلسٹ۔"

نینا جو پہلے ہی ہکا بکا بیٹھی تھی، زمان کو سامنے دیکھ کر چونکی، دل میں عجیب سا ڈر محسوس ہوا۔

"آ جا بیٹھ۔" شیر نے اسے مشورہ دیا۔

"تو۔۔۔ یہاں کیا کر رہا ہے؟؟ سرجیکل سپیشلسٹ کے ساتھ؟" زمان نے مشکل سے کانپتی آواز میں لفظ ادا کیے۔ زمان کی دماغ کی نسیں تن چکی تھیں۔

شہیر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید سلامت نہ بیٹھا ہوتا۔

شہیر اس کے تاثرات دیکھ کر پریشان ہو کر واپس کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا ہے زمان؟" شہیر نے اسے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"پہلے تو میری بات کا جواب دے، یہاں کیا ہو رہا ہے؟؟"

نینا اس کے سخت رویے سے ڈر گئی تھی، دل میں ملال آیا کہ وہ یہاں آئی ہی کیوں؟؟

"بہت مشکل سے مانی ہیں یار کافی کے لیے؟؟" شہیر نے زمان کے پاس ہو کر کہا۔

زمان نے کرب سے آنکھیں میچیں، مطلب وہ اسے زور دے رہی تھی بار بار کافی پینے کے لیے۔ غلط فہمیاں پروان چڑھیں۔

زمان دل میں گویا ہوا، نینا ہمہ تن خاموش تھی، صرف زمان کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ رہی تھی۔ دل تو اس کا بھی دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔

"میں نے تو کسی کو کہتے سنا تھا؟ جہاں دو غیر محرم ہوتے ہیں، وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو کونسپٹ ہی الٹا ہے۔" زمان بالوں میں ہاتھ چلاتا استہزائیہ ہنسا۔

نینا کو اپنی کہی گئی بات یاد آئی، آنکھوں میں آئی نمی صاف کی، اور ہمت کرتی گویا ہوئی۔

"میں نے بھی کسی کو کہتے سنا تھا کہ دو غیر محرم کے ساتھ شیطان نہیں، خدا بھی ہو سکتا ہے۔"

زمان نے اسے دیکھا، آنکھیں لال سرخ تھیں اور ایک قدم اس کی طرف بڑھا۔

"نائس آپ تو ڈیفینڈ کرنا بھی جانتی ہیں؟" کیا نہیں تھا اس کی نظروں میں غم، دکھ، جلن، غصہ، بغاوت، اور سب سے تکلیف دہ تھا اس کا بدگمان ہونا۔

"اسے ڈیفینڈ کرنا نہیں، کیپٹن عزتِ نفس کو بچانا کہتے ہیں۔۔۔نائس ٹو میٹ یو میجر شہیر!"

نینا کہتی رکی نہیں، باہر کی طرف نکل گئی۔ یہاں رکنے کا جواز نہیں تھا۔

"زمان کیا تھا یہ سب یار؟؟ کس طرح بات کر رہا تھا؟ تو جانتا ہے ڈاکٹر کو؟؟" شہیر کے دماغ میں کچھ کھٹکا۔ "کیا یہ وہی تو نہیں؟؟" شہیر خود ہی سوال کرتا، خود ہی جواب دے رہا تھا۔

"بالکل صحیح پہچانا، مگر اب مجھے فرق نہیں پڑتا۔ کچھ لوگ محض سبق کے لیے ہماری زندگی آتے ہیں، تاکہ ہمیں بتا سکیں ہم کتنے غلط تھے ان کے معاملے میں۔"

"تو غلط سمجھ رہا ہے یار، میری تو دوسری ملاقات ہے یہ ان سے، میں تو۔۔۔۔"

"مطلب تو پہلے بھی مل چکا ہے؟" زمان نے اس کی بات کاٹی۔

"ہاں، تقریباً سال پہلے کی بات ہے۔"

شہیر نے اس پر ایک اور دھماکہ کیا۔

"سال سے ایک دوسرے کو جانتے ہو؟ کتنا نادان تھا میں، سمجھ ہی نہیں پایا، مجھ سے کترانا، دور بھاگنا، وہ مجھے پسند ہی نہیں کرتی تھی، نہیں کرتی تھی وہ مجھے پسند۔" زمان نے پاس پڑا گلاس اٹھا کر پوری قوت سے فرش پر دے مارا۔

"بات سن، کیا کر رہا ہے؟؟ چل، یہاں سے۔" شہیر معذرت کرتا اسے ریسٹورنٹ سے باہر لے آیا۔

"نہیں کرنی اب کوئی بات اور نہ ہی سننے کی ہمت ہے اب مجھ میں۔ یہی سمجھ لے۔ کہانی ختم ہوئی۔"

زمان کے الفاظوں سے اس کے ٹوٹے دل کی صدا آرہی تھی۔ شہیر کے الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ تو اسے سال سے جانتا ضرور تھا، مگر ملا صرف ایک بار ہی تھا جب M ، H میں زونیا کو زخمی حالت میں لایا گیا تھا۔

"یہ ایڈریس ہے، یہاں چلا جا، اور حیدر سے کہنا زمان کی باتیں بھی اب گہری ہوں گی۔ ٹوٹے دل کے لوگ ایسی باتیں ہی کرتے ہیں نا۔"

"زمان میری بات تو سن۔۔۔"

"نہیں" زمان کی آنکھوں میں سرخی چھائی۔

"جا اب، ورنہ میں بھول جاؤں گا، تو میرا یار ہے۔"

شہیر چاہ کر بھی اس کی بدگمانی دور نہیں کر پایا۔ بدگمانیاں کہاں اتنی آسانی سے پیچھا چھوڑتی ہیں؟ وہ تو دیمک کی طرح انسان کے قیمتی رشتوں کو کھا جاتی ہے۔ اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں بچتا۔

زمان گاڑی میں بیٹھا اور چلا گیا۔ جانا کہاں تھا، وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ دل کام کر رہا تھا، مگر دھڑکن سنائی نہیں دے رہی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں، مگر آنسو نکل نہیں رہے تھے۔ روح کھینچ لی گئی جیسے، مگر جسم میں کیوں جان باقی تھی؟

زمان نے زور زور سے سٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔ آج سے زیادہ وہ کبھی اتنا بے بس نہیں ہوا تھا۔

"کیا، کیا اے دل، کیسے انسان سے دل لگی کی، جس کے لیے تو ایک موقع کا بھی حقدار نہیں؟"

☆☆☆☆☆☆

نینا گھر پہنچی، کسی سے بھی ملے بغیر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نینا کتنی دیر گاڑی میں بیٹھی رو رو کر آئی تھی، گھر آ کر سلطان سکندر اور حیا کو کیا کہتی؟ رو رو کر گلا الگ بیٹھ گیا تھا۔ کپڑے چینج کرنے کے بعد نماز کی نیت باندھتی، جیسے نماز پر کھڑی ہوئی۔ وہاں سے سکون میسر آیا، دنیا میں سکون نہیں۔

نینا دعا مانگ رہی تھی جب حیا اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپی! کہاں گئی تھیں آپ؟ بابا نے بتایا آپ۔۔"

"مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی حیا۔ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" نینا حیا کی بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اس طرح زمان بھائی کو بھول جائیں گی؟"

نینا نے یک دم سر اونچا کئے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔

"بھلایا تو اسے جاتا ہے جو یاد نہ ہو، وہ مجھے یاد نہیں رہتا، میرے حواسوں پر سوار رہتا ہے۔" نینا گم سم اپنے دل، دماغ کا حال بتا رہی تھی۔ سوجی آنکھیں، ناک لال، ہونٹ بھی پھولے ہوئے تھے جیسے کتنی دیر ان پر دانتوں سے ظلم کرتی رہی ہو۔

"تو آپ مت بھلائیں، سوار رہنے دیں۔ باتیں کریں، بولیں، یہ اکیلا پن آپ کو دیمک کی طرح چاٹ جائے گا۔ کیوں خود کو تباہ کر رہی ہیں؟"

نینا حیرانگی سے حیا کو دیکھ رہی تھی، مگر دماغ کہیں اور تھا۔

"آپی! میں کچھ کہہ رہی ہوں۔ کہاں کھوئی ہیں آپ؟"

نینا اس کے گلے لگ گئی۔

"گڑیا! م۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی، میں کیا کروں؟ میں... میں نے بابا سے کہا تھا کہ... میں اسے بھلا دوں گی، مگر وہ مجھے... ہر جگہ محسوس ہوتا ہے، میرے... آس پاس، میری سوچوں میں... میرے دل میں... میرے دماغ کے کسی کونے سے بھی اسے نکال نہیں پاتی۔ وہ میرے سوالوں میں ہے، میرے جوابوں میں ہے۔ وہ مجھے ہر جگہ محسوس ہوتا ہے۔ میں میجر میں بھی اسے ڈھونڈتی رہی... کتنی پاگل ہوں میں؟ حیا میں پاگل ہی تو ہو رہی ہوں نا... میں وہاں اتنی بھیڑ میں بھی اکیلی تھی اور وہ وہاں نہ ہو کر بھی موجود تھا۔"

حیا کو وہ عشق میں دیوانی ہی لگ رہی تھی۔

"آج جب میں وہاں گئی، میں... اتنی بھیڑ میں بھی وہاں اکیلی تھی اور وہ میرے سامنے نہ ہو کر بھی موجود تھا۔ اور... اور کچھ پل گزرے جب میرے دل کی دعا بر آئی غلط موقع پر، غلط جگہ، غلط انسان کے سامنے۔"

حیا اس کی بات پر حیران ہوئی۔

"کیا... کیا وہاں زمان بھائی آئے تھے؟"

"ہاں، میں اسے پکار رہی تھی... پہلے وہ مسکرا رہا تھا، پھر اس کی مسکراہٹ سمٹی، چہرے کا رنگ بدلا، پھر خود ہی خاموش ہو گیا۔ جب بولا تو بہت تکلیف ہوئی، میرا دل غلط نہیں کہہ کر میں نے وہ تکلیف محسوس کی جو اس کے الفاظوں سے ادا ہوئی اور اس کی آنکھوں نے میری آنکھوں سے کہا۔ وہ بدگمان ہو گیا ہے۔

"تو آپ ان کی بدگمانی دور کر دیں۔۔"

نینا نے حیا کی طرف دیکھا جیسے اس نے کوئی انہونی بات کر دی ہو۔

"کیوں آپ نے بابا کو اس رشتے کے لیے ہاں کہا؟ اگر آپ زمان بھائی سے محبت کرتی ہیں تو جھکتی کیوں نہیں ہیں؟ وہ بھی تو کتنی بار آپ کے لیے جھکے ہیں۔ محبت میں اکڑ، انا، غرور اور سٹینڈرڈز سب خاک ہو جاتے ہیں۔ آپ کیوں ان کو اور خود تکلیف دے رہی ہیں؟ آپ اپنے دل کی سنیں اور وہی کریں۔"

"دل کی سنی تھی تبھی تو اس مقام پر کھڑی ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆☆

شہیر حیدر کے سامنے بیٹھا اسے آج کی ساری روداد سنا چکا تھا۔

حیدر زمان کے لیے پریشان ہوتا چکر کاٹنے لگا۔

"حیدر! میری کوئی غلطی نہیں ہے اس میں... مجھے تو پتا بھی نہیں تھا کہ وہ ڈاکٹر زمان کی کیپٹن نینا ہوں گی۔ میں تو انکل کے کہنے پر فارمالیٹی کے طور پر ملنے گیا۔ مگر اسی وقت زمان آگیا۔ وہ ان سے بدگمان ہو چکا ہے۔"

"اب تم ہی کرو گے شادی؟" حیدر کافی دیر بعد بولا۔

شہیر کا منہ کھلا رہ گیا۔

"مطلب؟"

"مطلب بعد میں سمجھاؤں گا۔ سامنے روم ہے آرام کر لو۔"

شہیر کو کچھ سمجھ نہ آیا، حیدر اب کیا کرنے والا تھا؟

زمان تقریباً فجر کے وقت گھر آیا۔

حیدر ٹی وی لاؤنج میں ہی اس کا انتظار کر رہا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سے شہیر بھی اٹھ کر آگیا۔ وہ بھی پریشانی میں پوری رات نہیں سو پایا تھا۔

جیسے ہی زمان ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا، لائٹ آن ہو گئی۔ زمان کی نظریں چندھیا گئیں۔

دوبارہ دیکھا تو حیدر اور شہیر سامنے کھڑے تھے۔

"تم دونوں سوئے نہیں ابھی تک؟"

"نہیں،" حیدر نے برجستہ جواب دیا۔ "کپڑے بدل لے، میں کھانا لگاتا ہوں۔"

"ہاں... میں... میں بھی مدد کروا دیتا ہوں۔" شہیر شرمندہ تھا، اس کی وجہ سے یہ سب ہو گیا۔

زمان کمرے میں گیا اور ڈھیلے ڈھالے کالے رنگ کے ٹریک سوٹ میں باہر نکلا۔

حیدر سینڈوچ گرم کیے ٹیبل پر رکھ رہا تھا، جبکہ شہیر کافی ڈال رہا تھا۔

"کھا اور آرام کر لے۔" حیدر نے سینڈوچ کی پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

زمان اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔

جب وہ ناراض ہوتا تھا، پوری بات کرتا تھا۔

تینوں نے ناشتہ کیا اور اسی خاموشی سے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

زمان حیران تھا، حیدر نے اسے کچھ نہیں کہا۔ یہ کسی طوفان کے آنے سے پہلے والی خاموشی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

نینا اور حیا ہاسپٹل سے زمان کے متعلق معلومات لیتی، اسکے گھر کی طرف بڑھی۔ زمان کا فون بند تھا۔

نینا گاڑی کھڑی کرتی، گیٹ کے پاس واچ مین سے پوچھنے گئی زمان کے متعلق۔ حیا گاڑی میں ہی موجود تھی۔

نینا نے جنگلے والے گیٹ کے پار دیکھا۔۔۔ اسے زمان کی جیپ کھڑی نظر آئی۔

زندگی میں پہلی بار کچھ عادت سے ہٹ کر کر رہی تھی۔

ہتھیلیوں میں پسینہ محسوس ہوا، دھڑکن بڑھی ہوئی تھی۔ تھوک نگلتی، واچ مین سے مخاطب ہوئی۔

"اسلام علیکم انکل۔۔!"

"وعلیکم السلام بیٹا!" واچ مین کھڑا ہو کر گیٹ کے پاس آیا۔

"کیپٹن زمان کو بتا سکتے ہیں ڈاکٹر نینا آئی ہیں۔۔"

واچ مین سوچ میں پڑ گیا۔

"چھوٹے صاحب تو گھر نہیں ہیں، وہ تو پکنک پر گئے ہیں کل۔۔۔ کیا بولتے ہیں۔۔۔ کیمپنگ پر۔۔"

نینا کا چھناک سے دل ٹوٹا۔

جیسے مڑنے لگی، گھر کی بیک سائیڈ پر اسے کالے کپڑوں میں کوئی کھڑا نظر آیا۔

نینا آگے ہوئی، واچ مین نے دروازہ بند کیا۔

"جائیں۔ مجھے گیٹ کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔"

نینا اپنا وہم سمجھتی، تھکے ہوئے قدموں سے گاڑی تک آئی۔ کالے کپڑوں میں موجود دو آنکھوں نے اس کا گاڑی تک پیچھا کیا۔

"کیا ہوا ہے آپی؟؟"

نینا کچھ دیر سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، آنکھیں بند تھیں۔

حیا خاموش رہی۔

"میں نے غلط کیا یہاں آکر۔" حیا نینا آنکھ سے آنسو گرا۔

"کیا ہوا آپی؟ زمان بھائی۔۔"

"میں دوبارہ تمہارے منہ سے اس کا نام نہ سنوں۔" نینا کے لہجے میں سختی در آئی۔

"وہ اپنی فیملی کے ساتھ پکنک پر گیا ہے کل ہی۔ کیمپنگ کے لئے۔"

"دیکھو وہ کتنا تڑپ رہا ہے؟ اس نے مجھے کہا وہ مجھ سے شادی کرے گا۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے؟؟ اور میں بے وقوف خط دے کر آج یہاں بھی آ گئی۔ حیا محبت پاک ہو سکتی ہے، خالص ہو سکتی ہے۔۔۔ مگر بھیک نہیں ہو سکتی۔"

حیا اس کی بات پر خاموش ہوئی کیونکہ اس دفعہ وہ حق بات پر تھی۔

نینا نے گاڑی سٹارٹ کی اور واپس لوٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆

زمان کا فون رنگ ہوا تو اس کی نیند ٹوٹی۔ باہر سے بھی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔

زمان نے فون دیکھا تو نگار فاطمہ کی کال تھی۔

زمان جلدی سے اٹھا۔ آج ان کا یونیورسٹی کا پہلا دن تھا۔

"اسلام و علیکم موم!"

"و علیکم السلام بیٹا! کہاں ہو؟؟"

"بیڈ پر موم؟؟ ابھی اٹھا ہوں؟؟" زمان نے اطمینان سے جواب دیا۔

"میں شام تک واپس آرہی ہوں، مشن ایک ہفتے کے لئے روک دیا گیا ہے۔ ڈیٹیل آکر بتاؤں گی۔"

"مگر موم آج تو یونیورسٹی کا پہلا۔۔"

نگار فاطمہ نے اس کی بات کاٹی۔

"آپ سے بہتر سمجھتی ہوں میں، کیا کرنا ہے آگے۔ فی الحال جتنا کہا جارہا ہے وہ کرو اور شہیر وہیں رکے گا۔" نگار فاطمہ کا لہجہ تلخ تھا۔

"جی موم۔" زمان نے فون بند کیا، وہ سمجھ گیا تھا حیدر نے انہیں ڈیٹیل بتادی ہے۔

زمان اٹھا اور باہر چلا گیا۔

جہاں شہیر، حیدر، احتشام اور زویا بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"کیا ضرورت تھی موم کو بتانے کی؟ تیرے پیٹ میں کوئی بات نہیں رہتی موم کتنی ناراض لگ رہی تھیں، تو جانتا ہے۔" زمان بناء سلام دعا کے سیدھا حیدر پر چڑھائی کی۔

"تو شیر آدمی ہے، تجھے کسی کی ناراضگی سے کیا فرق پڑتا ہے؟" حیدر نے بھی اسے اس کی ٹون میں جواب دیا۔

"مجھے تجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرنی۔" زمان جانے لگا۔ حیدر اس کی حرکت پر استہزائیہ مسکرایا۔

"تیری عادت بدلے گی نہیں۔"

زمان اسے ایک نظر دیکھ کر، بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو ریلیکس کیا۔

زمان سمجھ نہیں پارہا تھا۔ وہ جو خاموش ہے، تو حیدر اسے کیوں اکسا رہا ہے رات سے۔

زویا، احتشام! موم نے فی الحال مشن ڈسمس کر دیا ہے، آپ دونوں لوٹ جاؤ۔ کتنے دن تک کیا ہے؟ نہیں پتا؟ تو یہاں رکنا فضول ہے۔"

دونوں حیران ہوئے۔

"آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا زمان بھائی۔" زویا فکر مندی سے بولی۔

"میں نہیں جانتا۔"

"میں بھی جاتا ہوں پھر؟ بعد میں آجاؤں گا۔" شہیر نے مشورہ دیا۔

"نہیں، موم نے تمہیں رکنے کا کہا ہے۔ رات کو آرہی ہیں۔"

حیدر اور شہیر حیران ہوئے۔

"ہم چلتے ہیں سر۔۔"

زویا، احتشام چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆

"کہاں سے آرہی ہو تم دونوں؟" سلطان سکندر نے سختی سے پوچھا۔

حیا اور نینا دونوں حیران ہوئیں، آج سے پہلے تو انہوں نے ایسے کبھی بات نہیں کی۔

کتنی، کتنی دیر نینا ڈیوٹی سے آتی رہی ہے۔ اب ایسا کیا ہوا؟

"بابا وہ۔۔" نینا جو کچھ بولنے لگی تو سلطان سکندر نے روک دیا۔

"حیا! شام کو لڑکے والے آرہے ہیں۔ نینا کو تیار کر دینا۔ جتنی جلدی ہو سکے، میں یہ ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکا اچھا ہے، انکار کی گنجائش نہیں بنتی۔"

نینا، حیا دونوں ہکا بکا کھڑی تھیں۔

"مگر بابا! اتنی جلدی کیوں؟"

نینا تو سدمد تھی، روکتی بھی تو کس جواز پر، "جس نے ساتھ دینا تھا، وہ کہاں تھا؟" تو خاموشی ہی بہتر تھی۔

حیا بہن کے حق میں ڈٹ کر کھڑی تھی۔

"نینا کو میں نے پورے دل سے موقع دیا، اپنی پسند کے اظہار کا، اور اس کی خواہش کا احترام بھی کیا۔ مگر اب دیا ہوا وقت ختم ہو چکا ہے۔۔ اب میں ہر رشتے کو اس پر فوقیت دے کر نہیں دھتکار سکتا، جو شاید جانتا بھی نہیں کہ کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے۔

ان چیزوں سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔ اور میری تو بیٹی کا معاملہ ہے، میں خدا کو ناراض نہیں کر سکتا۔"

"بابا!! آپ کے ہر فیصلہ پر سر جھکایا ہے، آپ کی بیٹی کبھی آپ کا سر جھکنے نہیں دے گی۔ چاہے خود سولی پر لٹک جائے۔ مگر میری ایک شرط ہے۔" نینا اس پورے سانحے میں اب بولی تھی۔

حیا اور سلطان سکندر نے اس کی طرف حیرانگی سے دیکھا۔

"مجھے جلد سے جلد رخصت کر دیں۔" اس نے کس اذیت سے یہ جملہ ادا کیا تھا، حیا اور سلطان باخوبی جانتے تھے۔

حیا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، جبکہ سلطان سکندر نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

نگار فاطمہ پہنچ چکی تھیں۔ اب شہیر کا تعارف اور مشن میں بھیجنے کی وجہ بتا رہی تھیں۔

"شہیر کو اس مشن میں میں نے شامل کیا ہے کیونکہ اس کے پاس مورس کوڈ کو ڈیٹیکٹ کرنے کی قابلیت ہے، ہو سکتا ہے اس میں غیر ملکی ایجنٹس بھی شامل ہوں۔ ہمارے پاس اگلا لائحہ عمل پری پلانڈ ہونا چاہیے۔

اب دوسری بات، مشن ڈسمِس کیوں ہوا؟

شہیر کے انکل کے ساتھ میں بہت عرصہ پہلے کام کر چکی ہوں۔ انہوں نے ریکویسٹ کی، شہیر کی شادی تک مشن روک کر فریز کیا جائے۔"

زمان اور شہیر نے حیرت سے نگار فاطمہ کو دیکھا۔

"ابھی مشن جو سٹارٹ بھی نہیں ہوا، اسے روکا جا سکتا ہے؟ برعکس اس کے چلتے مشن کو روکنا پڑے، جو ناممکن سی بات ہے۔"

"مگر شہیر تو شادی نہیں کرنا چاہتا؟" زمان نے حیرت سے شہیر کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"یہ ان کا آپس کا معاملہ ہے۔" نگار فاطمہ نے جواب دیا۔

شہیر کا فون رنگ ہوا، وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا، اسے اپنے انکل سے کچھ جواب چاہیے تھے۔

زمان اب نگار فاطمہ کے سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔ کنپٹی مسل رہا تھا۔ حیدر اس کے تاثرات خاموشی سے جانچ رہا تھا۔

"زمان! حیدر نے مجھے بتایا، تم نے شہیر سے کیا کہا؟ میں نے کہا تھا لڑکی کی عزت نازک ہوتی ہے، مگر تم نے خیال نہیں رکھا، دیکھ رہے ہو، اس کی شادی ہونے جا رہی ہے کسی اور سے۔۔۔"

"موم! اس بارے میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، میں اگلا کوئی قدم اس وقت تک نہیں اٹھا سکتا جب تک سامنے سے مثبت رسپانس نہ ملے، اگر میں کچھ اور کر جاتا تم تب بھی مجھے ہی غلط کہتی کہ مرضی کے خلاف کام کیا۔ آپ سب مجھے پاگل کرنے کے در پر ہیں۔" زمان ہارا ہوا لگ رہا تھا، حیدر نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"وہ مجھے پسند نہیں کرتی موم، وہ خود شہیر سے ملنے گئی، اپنی مرضی سے، اور اسے ڈیفینڈ بھی کر رہی تھی، وہ ایک سال سے جانتے ہیں ایک دوسرے کو۔"

"پھر اس نے تمہیں خط کیوں دیا؟؟"

زمان نے حیدر کی طرف دیکھا، یہ بھی بتا دیا اس نے؟؟

"کیونکہ وہ مجھے انکار نہیں کر پائی۔" زمان نے برجستہ سا جواب دیا۔

"تم نے خود پڑھا۔"

"نہیں۔۔"

"کیوں۔۔؟" نگار فاطمہ نے پھر سے سوال کیا۔

"کیونکہ وہ لیٹر کھو گیا اس سے۔" اب کی بار حیدر نے جواب دیا۔

"موم! مجھے بات نہیں کرنی اس بارے میں، شہیر شادی نہیں کرے گا، میں جانتا ہوں۔"

"تم اس امید پر زندہ ہو۔ کیوں کوئی کمی ہے نینا میں؟؟"

زمان کی آنکھوں سے سامنے نینا کا چہرہ لہرایا۔

"نہیں" لہجہ بہت دھیما تھا۔

"تو کوئی کیوں انکار کرے گا؟؟"

زمان نگار فاطمہ کی بات پر پریشان ہوا، پر اسے یقین تھا شہیر ہاں نہیں کرے گا۔

زمان جانے لگا، جب شہیر باہر آیا۔

نگار فاطمہ نے شہیر سے سوال کیا۔

"کیا فیصلہ کیا بیٹا؟ آپ کے انکل نے مجھے اسی کام کے لئے بھیجا ہے۔"

زمان ان کی بات پر پلٹا۔

"آنٹی، میں تیار ہوں اس رشتے کے لئے۔ انکل کو انکار نہیں کر سکا۔"

زمان نے جھٹ سے اس کا گریبان پکڑا۔

"دھوکے باز تو، تو کہہ رہا تھا تیری زندگی میں صرف ایک ہی لڑکی ہے، اور اب اچانک کیسے تیار ہو گیا، آستین کا سانپ ہے تو۔ تو نے سب جان کر کیا۔"

"زمان؟؟" نگار فاطمہ نے اسے روکا۔

حیدر اس کو دیکھ کر مسکراتا دونوں کی طرف بڑھا۔

زمان کو اس کے چہرے پر مسکراہٹ زہر لگ رہی تھی۔

"کیوں تکلیف ہو رہی ہے تجھے؟ تو نے ہی کہا نا، تجھے اب کوئی فرق نہیں پڑتا؟ وہ تجھے پسند نہیں کرتی، تو کسی سے بھی کرے وہ نکاح۔ تجھ جیسے بزدل کے انتظار میں بیٹھی تو نہیں رہے گی نا۔"

"حیدر۔۔۔" زمان غصے سے دھاڑا۔

"یہ مردانگی وہاں دکھاتا، جہاں کمر دکھا کر آیا ہے۔ میں اور موم جائیں گے، شہیر کی شادی میں، تو بیٹھ کر سوگ منا۔۔"

زمان ان تینوں پر ایک نظر ڈالتا باہر نکل گیا۔

"پاگل ہو گیا ہے، یہ لڑکا پتا نہیں کیا چاہتا ہے۔"

"موم ریلیکس رہیں، ابھی آجائے گا واپس۔" حیدر نے نگار فاطمہ کو مطمئن کیا۔

نگار فاطمہ کا فون رنگ ہوا۔ نمبر انجان تھا۔ فون سننے کے بعد انہوں نے حیدر اور شہیر سے کہا۔

"شہیر کے انکل کا فون تھا، شہیر کی خالہ نہیں آسکیں گی، تو میں جاؤں گی ساتھ اور آج ہی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے موم، آپ دونوں جائیں، میں زمان کو گھر لے جاؤں گا۔"

شہیر اور نگار فاطمہ باہر کی طرف بڑھ گئے۔ انہیں سامان بھی خریدنا تھا۔

زمان دو گھنٹے بعد واپس آیا۔

"موم کہاں ہے؟؟"

"شہیر کو لے کر اس کے سسرال گئی ہیں۔" حیدر نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ک.. کس کے سسرال اور کیوں؟؟"

"شہیر کے انکل کا فون آیا تھا، لڑکی دیکھنے گئی ہیں۔" حیدر اٹھا اس پر دھماکہ کرتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

زمان نے ٹیبل کے پاس سے پڑا ہوا گملا اٹھا کر زور سے فرش پر دے مارا۔

حیدر نے کچن کے دروازے سے تھوڑا گردن باہر نکال کر اسے دیکھا۔

"یہاں شور مت کر، اپنے کمرے میں جا کر توڑ پھوڑ کر۔ ویسے ہی سر میں درد ہے بہت۔"

"تجھے سب مذاق لگ رہا ہے نا، تیرے لیے یہ سب کتنا آسان ہے، کافی بنا، کھا پی، انجوائے کر، میں کون سا تیرا سگا بھائی ہوں جو تجھے میری تکلیف سے تکلیف ہو۔ میرے دل پر کیا بیت رہی ہے، کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

حیدر نے کرب سے آنکھیں بند کیں اور انہی قدموں واپس سے پلٹا، اس کے پاس پہنچ کر ایک زوردار مکا اس کے منہ پر دیا۔

زمان تسلسل قائم نہ رکھ پایا اور پیچھے صوفے پر گرا۔

"کیوں بہت تکلیف ہوئی ہے؟ مجھے بھی ایسے ہی ہوتی ہے، تم لوگوں کی ان فضول باتوں سے۔"

ہاتھ منہ پر تھا، ہونٹ سے خون نکلا۔

حیدر ایک ٹانگ ٹیبل پر رکھ کر اس پر جھکا۔

"کیوں تکلیف ہوتی ہے تجھے؟ یہ حالات کس نے پیدا کیے؟ ہم سے پوچھ کر دل لگایا تھا یا ہم سے پوچھ کر اسے چھوڑنے کا فیصلہ کیا؟ ہم سے پوچھا تھا میں ڈاکٹر نینا سے پیار کرلوں؟ کسی ایک کو اس میں شامل کیا جو کوئی تیری مدد کرے؟ کسی ایک فیصلے پر تو قائم رہتا یار، اتنا تیرا تھوڑا اعتبار تھا، کسی کے ساتھ بھی دیکھ لیا تو بزدلوں کی طرح قدم واپس کھینچ لئے، کیوں نہیں گیا ان کے گھر؟ اسی وقت اس کے باپ کے قدموں گر جاتا، بتاتا انہیں تو نہیں جی پائے گا۔ عزت سے کیوں نہیں اس کو اپنی عزت بنا کر لایا؟ کیوں اپنے دل کو اور اس کو آس لگاتا رہا؟ جو ہو رہا ہے، صحیح ہو رہا ہے، تو اسی لائق ہے۔"

زمان کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"یار ایسی باتیں مت کر۔" زمان نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا، اب اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حیدر نے کہا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا، جو دیکھا وہی کیا، اسی خوشی کے لیے اس کو چھوڑ دیا کہ شاید وہ شہیر کے ساتھ خوش ہے۔ میں کیسے زبردستی کروں اس کے ساتھ؟ میں کیسے اسے کہوں کہ وہ مجھ سے شادی کر لے جب وہ مجھے پسند ہی نہیں کرتی؟ چاہے مجھے اپنا آپ ماننا پڑے، اپنے دل کو نوچ کر پھینکنا پڑے، پر میں اس کو دل نہیں دکھا سکتا، اسے زبردستی خود کے ساتھ نہیں باندھ سکتا۔ تو یہ کیوں نہیں سمجھتا؟"

"تو پھر چھوڑ دے اسے اس کی حال پر۔ تو کس چیز کا پچھتاوا کر رہا ہے؟ جب تو نے دل اتنا بڑا کر ہی لیا ہے تو پھر رونا دھونا کس کام کا؟"

زمان ایک دم صوفے سے کھڑا ہو گیا۔

"میں امام سے بات کروں گا، میں ایسے اسے کسی اور کے ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، میں مر جاؤں گا یار، کچھ تو کر۔"

"چل گھر واپس، موم نے بلایا ہے، دیکھتے ہیں کیا نتیجہ نکلا۔"

حیدر اور زمان گاڑی میں گھر کی طرف نکلے، حیدر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا، جبکہ زمان لگاتار باہر روڈ پر غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔

"پریشان نہ ہو، اگر وہ تیرا نصیب ہوئی تو تجھ تک ہی آئے گی۔"

زمان نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"انشاء اللہ! مجھے یقین ہے میرا اللہ مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا۔"

حیدر نے اس کی بات پر سر مارا۔

"ویسے تو یہ جوگی بنے کہاں غائب ہو جاتا ہے، پہاڑ کی اونچائی پر یا روڈ کے بیچ۔۔"

زمان اس کی بات پر مشکل سے ہنسا۔

"تو مجھے واقعی بزدل سمجھتا ہے؟ عشق نے پانچ وقت کا نمازی بنا دیا ہے، مسجد سے اٹھنے کا دل ہی نہیں کرتا، جو تم سب کو نہیں سمجھا پاتا وہ سمجھ جاتا ہے۔"

حیدر اس کی بات پر حیران ہوا۔

کچھ ہی دیر بعد دونوں گھر کے سامنے موجود تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حیا بوجھل دل کے ساتھ نینا کو لے کر آئی تھی، اس کا بس چلتا تو نینا کو کہیں غائب کر دیتی۔

نینا اس پورے وقت میں سر جھکا کر آنسو پیتی بیٹھی رہی تھی، ایک آنسو نہیں گرنے دیا تھا۔ باپ کی عزت پر حرف کیسے آنے دیتی۔ جب انہوں نے شادی کی بات شروع کی، نینا واپس آ گئی۔ حیا وہیں تھی۔

اسے نگار فاطمہ بہت اچھی خاتون لگی تھیں، مگر شہیر کو دیکھ کر چڑ ہوئی۔ اس کے ذہن اور دل نے صرف زمان کو قبول کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نگار فاطمہ صوفے پر کچھ کپڑے بکھیرے بیٹھی تھی۔ زمان اور حیدر اندر آئے۔

"موم! یہ کیا سب؟؟"

زمان کو تو کچھ بھی پوچھنے کی ہمت نہیں تھی۔

"نینا نے ہاں کر دی ہے، اور صرف نکاح کی ڈیمانڈ ہے ان کی۔"

"چلیں، مبارک ہو۔"

زمان دروازے کے ساتھ لگا اور حیدر کی مبارکباد پر اس کی طرف دیکھا۔

"زمان بیٹا...!"

"میں ٹھیک ہوں، موم، وہ خوش رہے بس۔" زمان اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

حیدر ان کے پاس آیا۔

"موم! پریشان نہ ہوں، اسی میں اس کی بھلائی ہے۔"

"شہیر کہاں ہے؟؟"

"کام سے گیا ہے، ابھی آجائے گا۔"

"کل شہیر کو ساتھ لے کر جا کر شیروانی سینڈ کرانا، اور نینا کا لہنگا بھی لانا ہے۔"

"کب ہے نکاح، موم؟"

"پرسوں جمعہ کے بعد۔"

"اتنی جلدی۔۔۔"

"لڑکی والوں کی بھی یہی مرضی تھی اور یہی بہتر بھی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆

صبح کا سورج ہر کسی کی زندگی میں نئی امید کی کرن بن کر روشن ہوا تھا، جبکہ نینا اور زمان دونوں کے لیے گزری رات بہت بھاری تھی۔

نینا اور حیا کی دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی، نینا صبح سے کمرے میں ہی بند تھی۔

حیا اسے کھانے کے لیے بلانے آئی۔

"آپی! آجائیں، بابا انتظار کر رہے ہیں۔ کل تو آپ پر آئی ہو جائیں گی، آج تو ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں، کل سے اس کمرے میں بند ہیں۔"

نینا نے حیا کو دیکھا،

"کیا ہوا آپی؟"

"دیکھ رہی ہوں، میری شادی کے فیصلے سے میری گڑیا اور بابا بہت خوش ہیں۔ کیا آپ دونوں کو میری یاد نہیں آئے گی؟ اتنا تنگ ہیں مجھ سے؟" نینا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

حیا اس کی طرف بڑھی اور گلے لگایا۔

"آپ نے خود فیصلہ لیا ہے نا آپی، ہم سے دور جانے کا۔ بابا تو بات پکی کر رہے تھے، آپ نے رخصتی کی ڈیمانڈ کی۔ کون بھاگنا چاہتا ہے یہاں سے؟"

حیا کی بات پر نینا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"آپی! بھائی بہت اچھے ہیں، بابا نے آج تک آپ کے لیے کوئی غلط فیصلہ لیا ہے؟ یقین رکھیں، آپ کے حق میں بہتر ہو گا سب۔"

نینا کو حیا کے لفظ پسند نہیں آئے جب وہ زمان بھائی کہتی تھی۔ تو اسے بہت اچھا لگتا تھا، مگر اب وہ چڑ رہی تھی۔

"آجائیں، چلیں۔"

نینا اٹھی اور حیا کے ساتھ باہر نکلی۔

پورے گھر کو پھولوں سے سجایا گیا تھا، سفید اور گلاب کے پھولوں کی خوشبو پورے گھر کو مہکا رہی تھی۔ ابھی ڈیکوریشن کا کام ہو رہا تھا۔

نینا سب دیکھ کر حیران ہوئی۔

"حیا! یہ سب کیوں کیا ہے؟ میں نے کہا تھا نا کہ سمپل طریقے سے، تو یہ سب؟"

"شادی والا گھر لگ رہا ہے نا آپی؟ میری پیاری آپی کی شادی جو ہے، اتنا تو ہونا ہی چاہیے۔"

حیا نینا کے گلے لگی۔ نینا کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، نہ خوشی کا نہ غم کا۔

دونوں ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھے، جہاں سلطان سکندر ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"او بچے! کب سے انتظار کر رہا ہوں، ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"بابا! آپی کو بلانے گئی تھی کل سے کمرے میں بند ہیں۔"

"نینا! بچے سب تمہاری خوشی کے لیے ہو رہا ہے، میرا بچہ اپنے بابا سے ناراض نہیں ہونا، میرا تم دونوں کے سوا ہے ہی کون؟" سلطان سکندر کی آواز نم ہوئی۔

"نہیں بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ناراض نہیں ہوں بالکل، میں بھی آپ کی رضا میں راضی ہوں، خلوص دل سے۔"

"مجھے میری بیٹی سے یہی امید ہے۔"

نینا نے سب پریشانیاں اللہ کے سپرد کر دیں اور خود کو حالات کے حوالے کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

زمان کو رات میں سخت سر درد کے باعث حیدر نے پین کلر کے ساتھ نیند کی گولی بھی دے دی۔

جب اٹھا تو سر بہت بھاری ہو رہا تھا۔

وقت دیکھا تو دن کے 2 بج رہے تھے۔

کمرے سے اسی حلیے میں اٹھ کر باہر آیا۔

نیچے گہما گہمی مچی تھی، گھر کو بہت خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ اور کینڈلز تھے، ہر طرف اور کہیں کہیں گلاب کی کلیوں سے ڈیکوریشن کی گئی تھی۔

زمان دیکھ کر حیران ہوتا نیچے آیا۔

سکینہ بی، نگار فاطمہ، حیدر اور شہیر سب موجود تھے۔

"موم! یہ سب کیا ہے؟؟"

سب اس کی آواز پر پلٹے۔

سکینہ بی کھڑی ہوئیں۔

"کیسا ہے سر درد، زمان بیٹا؟ کافی بنا دوں؟"

"ٹھیک ہوں بڑی ماں، بنا دیں کافی، سر دکھ رہا ہے، پتا نہیں کون سی دوا دی تھی رات کو اس نے۔"

زمان نے حیدر کی طرف دیکھا۔

"میرے دل تو تجھے اینستھیشیا دینے کا تھا، موم کا سوچتے رک گیا، تا کہ تو دو دن سویا رہتا، ہمارا کام آسان ہو جاتا۔"

حیدر نے آدھی بات کان کھجاتے کی، مگر شہیر اور نگار فاطمہ نے سن لی، مشکل سے مسکراہٹ دبائی۔

"کیا؟؟ میں تیرا کون سا کام خراب کر رہا ہوں؟؟ بتائے گا؟"

"یہ دیکھ، شروع ہو گیا نا اٹھتے ہی؟ موم، یہ کیا ہے؟ یہ کیوں ہے؟ میں کون ہوں؟؟"

زمان کا منہ کھلا، اس نے یہ سب کب کہا؟

شہیر نے مشکل سے اپنی ہنسی دبائی۔

کل سے حیدر اور زمان کے کرتب دیکھ دیکھ کر پاگل ہو رہا تھا، کہاں وہ سیریس رہنے والا بندہ، بستے گھر میں آکر جینے لگا تھا، اور زمان سے تو کل مار بھی کھانے والا تھا، مگر یار کے لیے یہ بھی سہی۔

"حیدر! بس کرو، زمان یہاں آؤ بیٹا، کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں موم، یہ سب کیا ہے؟" زمان ڈیکوریشن کو دیکھ کر بولا۔ نگار فاطمہ کچھ کہتیں مگر اس سے پہلے حیدر بول پڑا۔

"اوہو، موم! اسے یہ ڈیکوریشن پسند نہیں آئی، تھوڑی ہلکی ہے، اور پھول ایڈ کروائیں۔ اس کے بیسٹ فرینڈ کی شادی ہے، مذاق تھوڑی ہے۔"

"حیدر چپ رہو۔"

"ٹھیک ہے موم۔" حیدر نے معصومیت سے جواب دیا۔

"زمان! کھانا کھالو، پھر شہیر اور حیدر کے ساتھ جا کر کل کے لیے کپڑے لے آؤ۔ شہیر بیٹا! شیروانی بھی پسند کرنی ہے اور بہو کے لیے لہنگا بھی ہم نے ہی بھجوانا ہے۔"

"موم! اگر آپ کی بہو ہوتی تو میں ضرور جاتا، میں نہیں جاؤں گا۔" زمان اٹھ کر واپس جانے لگا۔

"زمان تو، تو مجھے یار کہتا تھا، یہ ہے تیری یاری؟" حیدر اور نگار فاطمہ نے اپنی ہنسی دبائی۔ شہیر کی ایکٹنگ پر۔ "جب میری خوشیوں کی باری آئی ہے تو یوں پیٹھ دکھا کر جا رہا ہے؟"

زمان اس کی ایموشنل باتوں پر پگھلا۔

"شہیر! میں ہوں نا، میں تیرے ساتھ جاؤں گا، اس لیے اسے بزدل کہتا ہوں۔ کل بڑی باتیں کر رہا تھا، جہاں رہے خوش رہے، اور اب جب کرنے کی باری آئی ہے تو بھاگ رہا ہے۔"

حیدر نے بھی ایک تیر چھوڑا، جو سیدھا نشانے پر لگا۔

"موم، میں جاؤں گا، مگر آپ ان دونوں سے کہہ دیں اپنا اپنا منہ بند رکھیں گے۔" زمان کچن کی طرف بڑھ گیا۔

تینوں مسکرائے۔

"تم دونوں میرے معصوم بچے کو بہت ستا رہے ہو۔"

نگار فاطمہ نے دونوں کے کان پکڑے۔

"موم تڑپنے دیں اسے، کیپٹن شیر زمان کو بھی پتا چلے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، کل مزہ آئے گا۔"

شہیر اور حیدر نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی ماری۔ نگار فاطمہ نفی میں سر ہلاتی کمرے کی طرف بڑھ گئیں، انہیں سلطان سکندر کو فون کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ دن:

حیدر نے شہیر کی بات کے بعد سیدھا نگار فاطمہ کو فون کیا، انہیں زمان کے متعلق بتایا۔ بہت پریشان تھا اور غصہ بھی، وہ کیوں کوئی قدم نہیں اٹھا رہا۔

"جب تک انسان خود کچھ نہ کرے اپنے لیے، کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

نگار فاطمہ نے فون بند کیا اور شہیر کے انکل سے رابطہ قائم کیا۔ وہ انہیں ایک دو میٹنگ کے دوران مل چکے تھے، مگر براہ راست بات نہیں ہوئی تھی۔ ان کا رینک نگار فاطمہ کے رینک سے چھوٹا تھا، مگر بیٹے کی خاطر نگار فاطمہ سب بھول گئیں، صرف یاد تھا تو زمان۔

شہیر شادی کے لیے پہلے ہی تیار نہیں تھا، تو وہ مان گئے اور سلطان سکندر سے بات کرنے کا کہا، فون رکھ دیا۔

اس دوران نگار فاطمہ، جو خود مشن کی انچارج تھیں، مشن ڈسمس کر دیا۔

جب نگار فاطمہ واپس پہنچیں تو انہیں خود سلطان سکندر کا فون آیا، جس میں شام کو آنے کی دعوت دی۔

کل کا پورا دن ان سب کا پلاننگ میں گزر گیا۔ نگار فاطمہ نے نینا کو پہلی بار دیکھا، انہیں زمان کی پسند پر فخر ہوا۔

اس دوران نہ نینا نے سر اٹھا کر شہیر کو دیکھا اور نہ ہی شہیر نے نینا کو دیکھا۔ نہ ہی کوئی آپس میں بات ہوئی۔ وہ جانتا تھا یہ سب پلان ہے، سامنے بیٹھی لڑکی اس کی بھابھی اور اس کے یار کی امانت ہے۔

نینا کے جانے کے بعد حیا کو بھی سچ کا پتا چلا۔

وہ بہت خوش اور مطمئن تھی، اب اسے شہیر سے چڑ نہیں ہوئی۔

نگار فاطمہ حیا سے ملیں، ان کو دونوں بہت سلجھی ہوئی اور پیاری لگیں۔

نگار فاطمہ نے ان سے اس طرح رشتہ کرنے کی معذرت کی۔ زمان اور نینا کے بیچ ہوئی غلط فہمی کی سب روداد بتائی۔ ان سب باتوں میں انہوں نے نینا کے خط کا ذکر نہیں کیا تھا، جو انہیں مناسب نہ لگا۔

سب کی خوشی اور مرضی سے دو دن بعد نکاح کا فائنل ہوا، سوائے نینا اور زمان کے جن کا نکاح تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تینوں گاڑی میں بیٹھے مال کی طرف نکلے تھے۔

زمان مجبور ہو کر آ تو گیا تھا، یاری بھی تو نبھانی تھی۔ وہاں انہیں زویا احتشام بھی ملے۔ زمان انہیں دیکھ کر حیران ہوا۔

حیدر نے بالوں میں ہاتھ پھیرا، زویا احتشام گئے ہی نہیں تھے، حیدر کے پلان کے مطابق انہیں سائیڈ کر دیا تھا، زمان کو یقین دلانے کے لیے۔

وہ زمان کا نکاح کیسے چھوڑ سکتے تھے؟

"تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو؟"

زویا اور احتشام نے شہیر اور حیدر کو دیکھا۔

"میں نے انہیں روکا، یہ بھی ہماری ٹیم میں ہیں نا؟" شہیر نے جواب دیا۔

زمان شہیر کی طرف مڑا۔

"مشن پر نہیں جا رہا، جو ٹیم لے کر جائے گا۔ غلطی سے شادی ہو رہی ہے۔" زمان کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

چاروں نے سکون کا سانس لیا۔

"شہیر بھائی! بچا لیا آپ نے تو زمان بھائی سے"

شہیر نے زویا کو دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔

زویا نے کندھے اچکا دیے۔

چاروں اب زمان کے پیچھے تھے۔

زمان ایک شاپ سے گزرتے گزرتے رک گیا۔

سامنے آسمانی رنگ کے شرارہ فراک دیکھ کر مسمرائز ہوا۔ آسمانی اور کریم رنگ کے نفاست سے اسٹون ورک کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہا ہے؟" حیدر نے زمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

زمان نے آنکھ میں آئی نمی صاف کی۔

"کچھ نہیں، ایسے ہی چلو"...

حیدر نے زویا اور احتشام کو اشارہ کیا۔ وہ شاپ کے اندر بڑھ گئے۔

زمان، شہیر اور حیدر اب شیروانی پسند کر رہے تھے۔ شہیر کے لیے سفید رنگ کی شیروانی پسند کی۔

"زمان! یہ کلر بہت اچھا لگ رہا ہے، جو پسند ہے لے لے، پہن لوں گا۔"

حیدر نے شہیر کے بالکل ملتی جلتی ہلکے پھلکے کام والی شیروانی لی تھی، جبکہ زمان کے لیے نینا سے ملتی جلتی۔ مگر وہ یہاں ہو کر بھی یہاں نہیں تھا۔

حیدر اسے صرف نینا کے لہنگے اور گفٹ کے لیے ساتھ لایا تھا۔ ایک کام تو ہو چکا تھا، ایک باقی تھا۔

زویا، شہیر، احتشام، نینا کا شرارہ اور باقی چیزیں لیتے، ان کی طرف بڑھے۔ اب ان کا مشن گفٹ تھا۔

"شہیر بھائی! نینا کو کیا پسند ہے، میرا مطلب کیا دیں گے منہ دکھائی میں؟"

شہیر کا سوال سن کر ہوائی اڑ گئی۔

"اسے کیا پتا، یہ تو کسی نے اسے بتایا ہی نہیں تھا۔"

حیدر اس کی ہوائی اڑتی دیکھ کر مسکرایا۔ "ہم ہیں نا، شہیر کی مدد کریں گے، چل، فکر نہ کر۔"

"زمان بھائی! آپ بھی تو کافی وقت سے جانتے ہیں ڈاکٹر نینا کو، آپ کو اندازہ ہے انہیں کیا پسند ہے؟ شہیر بھائی کی ہیلپ ہو جاتی۔"

زمان کے دماغ میں وہ منظر گھوما جب وہ لائبریری کے سامنے جونیئرز کو کچھ بریفنگ دے رہی تھی۔

"رنگز"! زمان کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

"آہ، ہاں، چھپا رستم... چلو، الفا ٹیم مشن رنگز شروع کرو۔"

حیدر کی بات پر تینوں "Yes Sir" بولے، اپنے ارد گرد دیکھ کر مسکرائے۔

شہیر ایک جیولری کی شاپ کی طرف بڑھا۔

زمان کو حیدر کھینچ کر لے آیا۔

سونے کی ایک بہت خوبصورت رنگ، جس پر ہیرے جڑے تھے، زمان نے اسے اٹھایا۔

رنگ پر باریک باریک پھول بنے تھے، درمیان میں ایک بڑا کھلا گلاب کا پھول تھا، اس کے اندر ایک اور پھول اور بیچ میں ہیرا لگا تھا۔

حیدر نے اس کی پسند پر آبرو اٹھا کر داد دی۔ اور رنگ زمان کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔

زمان اس کی حرکت پر ہکا بکا ہو گیا۔

"شہیر! یہ دیکھ، یار کچھ مناسب لگ رہی ہے۔"

تینوں جو کب سے کچھ مختلف ڈھونڈنے کے چکر میں سر مار رہے تھے، سیدھے ہوئے۔ رنگ دیکھ کر ان کی آنکھیں چمک گئیں۔

"ماشاءاللہ! یہ بہت پیاری ہے۔ حیدر بھائی، بہت خوبصورت ہے۔"

"واقعی ہی بہت پیاری ہے۔" احتشام نے زویا کی تائید کی۔ آخری ٹاسک بھی مکمل ہو چکا تھا، وہ سامان لیتے واپس گھر کی طرف بڑھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

نگار فاطمہ اور سکینہ بی نے سب چیزوں کی تعریف کی۔ سب حیدر کے کمرے میں موجود تھے۔ زمان نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا، وہ آتے ہی کمرے میں بند ہو گیا۔ اس سے زیادہ دل بڑا نہیں کر سکتا تھا۔

نگار فاطمہ نے حیدر کو بلایا۔

"حیدر! یہ سب تو ٹھیک ہو گیا ہے بیٹا، مگر شگن کا سوٹ اور انگوٹھی زمان کے پیسوں سے آنی چاہیے تھی، نہ کہ شہیر کے۔"

"ماما! آپ کو کیا لگتا ہے، میں کوئی کچا کھلاڑی ہوں؟" حیدر نے کالر اکڑا کر کہا۔

"مطلب...؟" نگار فاطمہ کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی۔

"یہ ساری شاپنگ اور اس کے علاوہ ہماری شاپنگ بھی، آپ کے بیٹے کے اکاؤنٹ سے ہوئی ہے۔ یہ دیکھیں۔"

نگار فاطمہ حیدر کے ہاتھ میں زمان کا کارڈ دیکھ کر حیران ہو گئیں۔

"بہت بدمعاش ہو گئے ہو تم حیدر، اب تمہارا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔"

حیدر ان کی بات پر مسکرا دیا۔ کسی کی دھندلی سی تصویر بنی نظروں میں حیدر نے سر جھٹک دیا۔

"یہ تو مشکل کام ہے، موم۔ اچھا چلیں، یہ ذمہ داری آپ کی۔ میں نہیں کروں گا لو میرج، آپ کی طرح کی ہونی چاہیے، یہ شرط ہے۔"

"یہ بھی اچھا بہانہ ہے جان چھڑوانے کا، جانتے ہو ناماں کے پاس اتنا وقت نہیں ہونا۔ مگر اب میں خاص نظر رکھوں گی دائیں بائیں۔"

نگار فاطمہ کی بات پر دونوں ہنس دیے۔

"چلو اب جاؤ، پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے، شہیر کو ساتھ لے جاؤ، وہ جانتا ہے ان لوگوں کو۔"

"ٹھیک ہے، موم..." حیدر نے کہا اور ان کے پاس سے اٹھ گیا۔ اب زمان کے سسرال جانا تھا، شگن کا سامان دینے۔

حیدر اور شہیر دونوں سکندر ولا پہنچے۔

شہیر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ حیدر پیسنجر سیٹ پر تھا۔ وہ اترا اور پچھلی سیٹ سے نینا کا برائیڈل باکس اٹھایا، جو زمان نے پسند کیا تھا۔

شہیر گاڑی میں ویٹ کرنے لگا جب حیدر اندر کی طرف بڑھا۔

مین گیٹ کے پاس نیم پلیٹ دیکھ کر پریشان ہوا۔

"سلطان ولاء"

یہ نام کہاں سنا تھا اس نے؟ دماغ میں کچھ کھٹکا۔ گھر کے اندر بہت گہما گہمی تھی۔ گھر کے سامنے اور دائیں بائیں دونوں دیواروں پر لائٹس جگمگ کر رہی تھیں۔ ملازم کام کر رہے تھے۔ کچھ عورتیں ڈھولک رکھے بیٹھی تھیں۔ کچھ مہندی لگا رہی تھیں۔

ہلکی آواز میں گانے چل رہے تھے۔ لگ رہا تھا، شادی کا گھر ہے۔

ہال کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

ایک ملازمہ حیدر کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

"ڈاکٹر نینا کو بلا دیں، ان کے سسرال سے سامان آیا ہے۔"

حیدر نے دائیں بائیں دیکھا، شاید نینا نظر آجائے، وہ اسے پہچانتی جو تھی۔

"آپ کا تعارف؟" ملازمہ نے حیدر سے اس کے متعلق پوچھا تاکہ نینا کو بتا سکے۔

"میں ان کا دیو... مطلب میں میجر حیدر ہوں، آپ بتا دیں وہ جانتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، آپ اس کمرے میں بیٹھیں، میں بلاتی ہوں۔" ملازمہ اس کو ساتھ بنے کمرے کا دروازہ کھولتی، اس میں بیٹھنے کا کہہ کر چلی گئی۔

حیدر سامان ٹیبل پر رکھ کر بیٹھ گیا، اگر نینا یا سلطان سکندر آجائیں تو سلام کر کے جائے، ایسے جانا نامناسب لگ رہا تھا۔

"تیری آنکھوں کے متوالے کاجل کو میرا سلام،

زلفوں کے کالے کالے بادل کو میرا سلام،"

"کیا بکواس گانے سن رہے ہیں؟ کوئی آئے تو میں جاؤں یار، یہاں سے!" حیدر گھڑی میں وقت دیکھتا کھڑا ہوا۔

"گھائل کر دیے مجھے یار، تیرے پائل کی چھنکار، سونی سونی تیری سونی ہر ادا کو سلام۔"

حیدر کو کوئی کمرے میں آتا دکھائی دیا۔ پاؤں میں پائل، چوری دار پاجاما، ہلدی رنگ کا فراک، بھر بھر کر چوڑیاں، اور ہاتھوں میں مہندی، ایک طرف دوپٹہ گر رہا تھا، سر پر ہلدی رنگ کا حجاب تھا۔

حیدر نے نیچے سے اوپر ایک پل میں اسے دیکھا جو اس تک آ رہی تھی پھر رکی، اس کے رکنے سے سحر ٹوٹا۔

حیا کو لگا کوئی عورت آئی ہو گی، شگن کی چیزیں دینے۔

اپنے سامنے ایک انجان آدمی کو دیکھ کر پیچھے ہوئی، جو جلدی جلدی سے کمرے کی طرف آئی تھی۔

اس کے ہلنے سے پھر خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوا، یہ آواز حیدر کو بہا رہی تھی۔

حیدر اتنے عرصے بعد اسے سامنے دیکھ کر، اور اس طرح سے دیکھ جیسے فریز ہوا۔

دونوں دفعہ حیا جو اس کی آنکھوں سے پہچانتی تھی، مگر آج اس طرح وہ پور پور سجی قیامت ڈھا رہی تھی۔

حیدر بے ساختہ اٹھا اور اس تک آیا۔

"تیری میری نظر جو ملی، پہلی بار ہو گیا، ہو گیا تجھ سے پیار،

دل ہے کیا، دل ہے کیا، جان بھی تجھ پہ نثار"

"میں نے تجھ پر کیا اعتبار"...

حیدر گانے کی لائنز پر مسکرایا۔

"تم ٹھیک ہو؟شکر ہے تم ٹھیک ہو۔ جانتی ہو، میں کتنا ڈر گیا تھا؟"

حیا اس کے عجیب برتاؤ سے ڈر کر پیچھے ہوئی۔

" یہاں رکھ دیں... سامان آپی دیکھ لیں گی... آپ... آپ جا سکتے ہیں۔" حیا نے گھبراہٹ میں مشکل سے بات مکمل کی۔

"تم ٹھیک ہو؟...ڈیمٹ !میری بات کا جواب دو"!

"میں تیرے عشق میں دو جہاں وار دوں،

میرے وعدے پہ کر لے یقین،

کہ رہی ہے زمیں، کہ رہا اسماں،

تیرے جیسا دوجا نہیں"...

حیا نے اس کی طرف دیکھا اور حیران ہوئی۔

"کیا میں آپ کو جانتی ہوں جو آپ یوں بے تکلف ہو رہے ہیں؟" حیا اس سے دو قدم اور دور ہوئی۔

"تم یہ سب جان بوجھ کر کر رہی ہو نا؟ تمہیں بچا نہیں پایا اس لیے"...

حیدر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی، وہ ایسے کیوں برتاؤ کر رہی تھی۔ حیدر نے غصے سے مٹھی بھینچی۔

" دیکھیں، آپ جو بھی ہیں، میں نہیں جانتی آپ کو۔" حیا جانے کے لیے مڑی۔

حیدر اس کے سامنے آ گیا۔

"کیا مطلب نہیں جانتی؟ پاگل ہو گئی ہو تم؟ دماغ پر کوئی چوٹ آئی ہے کیا؟ بار بار مجھ سے ٹکرا کر اب راستے بدل نہیں سکتی؟" حیدر کا لہجہ سرد ہوا۔

"میرے راستے سے ہٹیں، اچھا بہانہ ہے لڑکی سے بات کرنے کا۔ شکل سے تو ٹھیک ٹھاک لگتے ہیں اور حرکتیں"...

"شیٹ اپ!" حیدر اس سے زیادہ تحمل مزاجی نہیں دکھا سکتا تھا۔

اسی وقت شہیر داخل ہوا۔

"کہاں رہ گیا حیدر؟" دونوں کو ہکا بکا دیکھ کر شہیر حیران ہوا۔

"اب یہ مت کہنا کہ تم دونوں بھی ایک دوسرے کو جانتے ہو؟" شہیر نے پہلے حیا پھر حیدر کی طرف دیکھا۔

"نہیں..." حیا نے جلدی سے انکار کیا۔

"ہاں..." جبکہ حیدر نے اطمینان سے اقرار کیا۔

حیا اور حیدر کی نظریں پھر ٹکرائیں۔

"تم جاؤ، انکل سے کہنا آنٹی مصروف تھیں تو ہم سامان دے گئے۔ اور یہ میجر حیدر ہیں، زمان کے چھوٹے بھائی۔"

حیا شہیر کی بات پر حیران ہوئی۔

"زمان بھائی تو بہت اچھے ہیں، اور یہ..." حیا اس کا سرد چہرہ دیکھ کر آگے نہ بول پائی۔ "لوفر..." آہستہ سے نیا لقب دیتی جا چکی تھی۔

"زمان بھائی بہت اچھے ہیں... جیسے بچپن میں زمان کی گود میں ہی کھیلی ہو۔" حیدر غصے میں پتا نہیں کیا بول رہا تھا۔

شہیر کو اس کی بات پر ہنسی آئی۔

"کیسے بھول سکتی ہے مجھے وہ؟" حیدر سے اس طرح اگنور ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"یار چل، چلیں۔ اور حیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ایکسیڈنٹ میں یادداشت کھو دی اپنی۔"

"کیا؟" حیدر کو لگا اس کی دھڑکن رک گئی ہو جیسے...

"اس کا مطلب یہ وہی تھی جو کومے میں"...

"نہیں... نہیں یہ ہوا ہو گا"

"مجھے یقین نہیں، میں خود پتا لگاؤں گا۔"

"حیدر کیا بولتا جا رہا ہے؟ یار چل..." حیدر جو پاگلوں کی طرح یہاں سے وہاں چکر کاٹنے لگا، شہیر نے ہوش دلایا۔

دونوں باہر کی طرف بڑھے۔ اسے حیا کسی سے ہنستے ہوئے بات کرتی نظر آئی۔ قدم وہیں رک گئے۔

"رب سے ہے التجا، معاف کر دے مجھے،

میں تو تیری عبادت کروں،

اے میری سوہنیے، نہ خبر ہے تجھے،

تجھ سے کتنی محبت کروں۔"

حیا نے خود پر نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے سامنے دیکھا۔ حیدر اسے ہی گھور رہا تھا۔

حیا ایک طرف ہوگئی، حیدر اس کی حرکت پر مسکرایا۔ وہ ٹھیک تھی اور اپنوں کے پاس تھی، یہ بھی کم نہیں تھا حیدر کے لیے۔

جیسے دونوں چار بڑھے، سامنے سلطان سکندر آتے دکھائی دیے۔

شہیر کے ساتھ کسی اور کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

"اسلام علیکم انکل!" شہیر ان کی طرف بڑھا جو اندر آرہے تھے۔

"وعلیکم اسلام بیٹا...!" سلطان سکندر کی نظریں حیدر پر اٹکی تھیں جبکہ حیدر کی سلطان سکندر پر۔

یہ آواز، یہ جانی پہچانی سی لگی تھی، اور یہ چہرہ... حیدر کا دماغ ابھی سے ہٹ چکا تھا، سلطان سکندر کو دیکھ کر عجیب بے چینی کا شکار تھا۔ یاد کیوں نہیں آرہا یار، کہاں دیکھا ہے انہیں؟

"یہ حیدر ہے، زمان کا چھوٹا بھائی۔"

شہیر کے تعارف پر وہ ہوش میں آیا۔

"مگر میری معلومات میں تو زمان اکلوتا ہے... میرا مطلب کوئی بہن بھائی"...

"جی انکل! یہ زمان کے ماموں کا بیٹا ہے، میجر حیدر"...

"اہ... سہی..." حیدر نے جو کچھ گڑبڑ محسوس کی۔ سلطان سکندر کے رنگ بھی اڑے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔

"ٹھیک ہے، ہم چلتے ہیں، کل ملاقات ہو گی۔"

"انشاء اللہ بیٹا"...

دونوں باہر کی طرف نکل گئے۔ جبکہ سلطان سکندر کی نظروں نے دور جاتی گاڑی کا پیچھا کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر گھر واپس پہنچا اور سیدھا اپنے کمرے میں آیا، اسے اپنا وہم دور کرنا تھا سب سے پہلے۔

الماری کھولی اور پیپرز نکالے جو بینک لے کر گیا تھا۔

ساتھ ہی وہ کاغذ بھی ملا جس پر مینیجر نے نام اور نمبر لکھ کر دیا تھا۔

حیدر نے دل میں سوچا کہ وہ جو سوچ رہا ہے، ویسا ہرگز نہیں ہو گا۔

مگر قسمت کو یہی منظور تھا۔

"حمید سلطان"

"اونر آف سلطان گروپ آف انڈسٹریز"

"ریٹائرڈ کرنل حمید سلطان سکندر"

03×××××××××

حیدر کے ہاتھ سے وہ کاغذ نیچے گرا۔

حیدر نے فائل سے فوٹو نکالی جو دھندلی تھی۔ مگر اب حیدر کو چہرہ اپنے دماغ میں واضح نظر آرہا تھا۔

حیدر نے اپنے ایجنٹ کو فون کیا اور اس کو سب معلومات لینے کا کہا۔

"کیا یہ سب آپس میں جڑا ہے؟

نینا کا ہماری زندگی میں آنا؟ زمان کا اسے پسند کرنا؟ ان سب کے بعد اب دونوں کی شادی؟ سلطان سکندر کا مشن پہ جانا؟ کیا وہ جان بوجھ کر ہمارے گھر میں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ ہاں، یہی ہوا ہو گا، مگر وہ

اپنی بیٹی کو مہرہ کیوں بنائیں گے؟"حیدر پاگلوں کی طرح اپنے سوالات کا جواب تلاش کر رہا تھا۔
اضطرابی کیفیت میں یہاں سے وہاں چل رہا تھا۔
پہلی دفعہ کچھ ایسا ہوا تھا، جس میں وہ صحیح دماغ نہیں لگا پا رہا تھا۔
کئی رشتے اس کھیل کی آڑ میں آ رہے تھے،ماضی کو ایک بار پھر سے دہرایا جا رہا تھا۔
مگر کیوں؟ کوئی تو ہے جو بہت وقت سے یہ سب ایک پلاننگ کے تحت انجام دے رہا تھا، جس سے وہ انجان تھے۔

"نہیں، اپنی بیٹی کو تو استعمال نہیں کریں گے، مگر جب انسان میں لالچ آ جائے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"کیا یہ وہی شخص ہے جس نے میرے بابا کو قتل کروایا؟ میری زندگی برباد کی، میرے اپنوں کو مجھ سے دور کر دیا، مجھے یتیم کر کے میرے ہنستے بستے گھر کو آگ لگا دی؟"

حیدر نے پاس کا بڑا ٹیبل اٹھا کر زور سے فرش پر دے مارا۔ اور وہیں بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کس پر یقین کرے، جو سامنے سلطان سکندر ہے، جس سے اس کے یار کی خوشیاں جڑی ہیں، یا اس تصویر پر جو اس کے باپ کے قاتل کی ہے۔
اس پر جس نے ایک ہی دفعہ بغیر کسی رشتہ، انا اور ملاقات کے دو پیار کرنے والوں کو ملا دیا۔
یا اس پر جس نے اس کے ہنستے بستے گھر کو تباہ کیا۔
کیا یہ وہی شخص ہے جس نے اس کا بچپن اس سے چھین لیا؟
جس نے اسے یتیم کر دیا، لاوارث بنا دیا؟

حیدر نے مٹھی میں بال جکڑ لیے۔ وہ کوئی حل نہیں نکال پا رہا تھا۔

اس پر دل میں پنپنے والے نئے جذبات، جنہیں اس نے ابھی صحیح سے محسوس تک نہیں کیا تھا۔

حیدر، جبکہ سلطان ولاء سے واپس آیا تھا، کمرے میں ہی بند تھا۔

نیچے فنکشن شروع ہو چکا تھا، جو تھوڑا بہت گھر کے لوگوں نے ہی رونق لگائی تھی، آخر گھر کے بڑے بیٹے کی شادی جو تھی۔

زویا اور احتشام بھی زمان کو لے آئے تھے، جو مال سے آ کر غائب ہوا، اب سامنے آ چکا تھا۔

مگر زمان، حیدر کو نہ پا کر اس کے کمرے تک پہنچا، جہاں حیدر گم سم سر پکڑ کر بیٹھا تھا، اور کمرہ تہس نہس ہو چکا تھا۔

زمان پریشان ہوتا دروازہ بند کرتا اس تک آیا۔

"یہاں کیا کر رہا ہے؟ یہ یہ سب کیا ہے؟ ٹھیک ہے تو؟"

حیدر نے اس کی طرف دیکھا، دماغ کہیں اور تھا۔

زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلایا۔

"کیا ہوا ہے حیدر؟ تو تو مجھ سے بھی بڑا جوگی لگ رہا ہے، کیا پریشانی ہے؟"

حیدر اس کی بات سن کر سیدھا ہوا، بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو نارمل ظاہر کیا۔

حیدر نے اس کے آتے ہی فوٹو اور کاغذ سرہانے کے نیچے دے دیے تھے، وہ زمان کو بالکل بے شک میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس دشمنی میں صرف وہ حقدار تھا، کوئی دوسرا نہیں۔

نینا اور زمان کی زندگی پر اس بات کا فرق نہیں پڑنا چاہیے تھا، اور وہ جو حیا کے لیے محسوس کرنے لگا تھا، اس کے لفٹ میں گرنے کے بعد سے، اس نے بھی اسے دبا لیا تھا۔

وہ ایک غدار کی بیٹی کے ساتھ کبھی بھی محبت نہیں کر سکتا تھا، کبھی نہیں۔ وہ اپنے ماں باپ کے قاتل کی بیٹی کو بھی نہیں اپنا سکتا تھا، اور وہ حیدر تھا، اپنے دل پر بند باندھنا بخوبی جانتا تھا۔

"کچھ نہیں، میں نے حیا کو دیکھا... تو پریشان ہو گیا؟"

زمان حیران ہوا۔

"کون حیا؟"

"وہ جو لفٹ میں تھی، وہ ڈاکٹر نینا کی چھوٹی بہن ہے۔" حیدر نے بات بدل کر بتائی، وہ اس کی خوشیاں تباہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"وہ جو کومہ میں تھی؟" زمان کو دکھ ہوا۔ "چل، شکر ہے تجھے مل گئی، تو ٹھیک تھی؟"

"ہاں، ٹھیک تھی..." حیدر نے کرب سے آنکھیں بند کیں، وہ جانتا تھا، اس تکلیف کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا، جو اس نے سہی ہو گی۔

"چل، چھوڑ، نیچے چلتے ہیں!" زمان نے اس کا دھیان بھٹکایا۔ زمان کو یہی لگا کہ وہ خود کو قصوروار سمجھ کر اس طرح ری ایکٹ کر گیا ہو گا۔

نیچے ہلکی آواز میں گانے چل رہے تھے۔ شہیر، نگار فاطمہ اور سکینہ بی بیٹھے تھے۔ زویا اور احتشام ڈانس کر رہے تھے۔

زویا نے سفید فراک اور پاجامہ پہن رکھا تھا، گھنگھریالے بال کھلے چھوڑ رکھے تھے۔

"آئیں نا! کہاں رہ گئے تھے آپ دونوں؟" زویا جلدی سے ان دونوں کی طرف بڑھی۔

"آجاؤ، بچو!" نگار فاطمہ نے دونوں کو بلایا۔

"آج ہمارا بیٹا ہمیں گانا سنائے گا!" سکینہ بی نے زمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

زمان ان کی بات پر مسکرایا۔

"میں گاؤں گا، آپ سب کو پسند نہیں آئے گا۔"

سب اس کی بات پر حیران ہوئے۔ زمان ان سب کی نظروں میں سوال دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"دکھی دل ہے میرا، گانا بھی دکھی ہوگا، آپ لوگ انجوائے نہیں کریں گے۔"

"بڑا تو... دکھی آتما"!

سب اس کی بات پر مسکرادیئے۔

سب اس کی دل کی حالت جانتے تھے، وہ بہت مضبوط بنا تھا پورے دن میں، مگر ٹوٹا ٹوٹا سا تھا۔

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد شہیر کی آواز سنائی دی، جس سے آسودگی بھرے ماحول میں جان ڈال دی گئی تھی۔ سب اس کی آواز سن کر حیران ہوئے۔

"ہنس لے گا لے یہ دن نہ ملیں گے کل،

تھوڑی خوشیاں ہیں تھوڑے سے ہیں یہ پل"

"ایک بار چلی گئی جو یہ بہاریں، لوٹ کے نہ آئیں گی پھر یہ بہاریں"...

شہیر اور احتشام نے اسے اٹھایا۔

"آتی ہیں بہاریں، جاتی ہیں بہاریں، جانا ہی ہے ان کو، کیوں آتی ہیں بہاریں؟"

اب حیدر نے شہیر اور احتشام کا ساتھ دیا، سارے اکٹھے گنگنائے۔

"میلا دلوں کا آتا ہے، اک بار آ کے چلا جاتا ہے۔"

احتشام زویا کو دیکھ کر بولا۔

"ساجن میرے، ایک تجھ پہ بھروسہ ہے، اس بھیڑ میں، ایک دو ہی تو میرا ہے،

موسم بدلے، بدل زمانے، وعدہ کیا جو، وعدہ نبھانا ہے"!

"میلا وفاؤں کا آتا ہے"!

پانچوں کے ہاتھ اب ایک دوسرے کے ہاتھوں میں تھے۔

"ہاتھوں کی لکیریں بولے یہ ترانہ، مر کے بھی ہم کو یہ رشتہ نبھانا"!

سب نے تالیاں بجائیں، ماحول خوشگوار ہو گیا تھا۔

زویا حیدر کی طرف بڑھی... سانسیں لے کر نان سٹاپ ایکسپریس...

"میرے بھائی کی"...

سب نے اسے دیکھا...

زویا نے سوچا..." صحیح کہا ہے... میں نے... بھائی کی شادی ہے نا"...

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے... مگر مجھے نہیں آتا یہ گانا وانا، گڑیا! آپ لوگ گاؤ میں دیکھوں گا"!

زمان نے اس کو کھینچ کے ماری۔

"گانا دیکھتے نہیں، سنتے ہیں ویسے"!

"بکواس نہ کر، دماغ ویسے ہی خراب ہے"!

"تیرا دماغ کیوں خراب ہو؟"

"پلیز نا! حیدر بھائی۔۔" گار فاطمہ نے بھی آنکھوں سے اشارہ کیا۔

حیدر اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ آسمان پر چاند اب و تاب سے چمک رہا تھا، کہیں کہیں ستارے جگمگا رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا نے حیدر کے چہرے کو چھوا۔ حیدر نے آنکھیں بند کیں اور وہی ہلدی رنگ کے کپڑوں میں موجود ابسرا کا ہنستا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا۔ حیدر نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

"نہیں، میں اسے خود پر حاوی ہونے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس سے کچھ نہیں دے پاؤں گا اب۔ نہ نرمی، نہ رعایت، نہ عزت، اور محبت تو دور کی بات ہے۔"

حیدر تجھے بھولنا ہو گا۔ دل اقرار کر چکا تھا، مگر زبان انکاری ہو رہی تھی۔

حیدر نے گانا شروع کیا۔

"اک دل جو درد کا مارا ہے،

جو پاس تھا وہ سب ہارا ہے،

اس بات کو کوئی جانے نہ،

اک دشمن جان سے پیارا ہے،

خوابوں کا جہاں برباد ہوا"...

زویا، احتشام، شہیر، اور زمان چاروں نے اس کا ساتھ دیا، گانا سب کے دل کو چھو گیا۔

"عشق ہنساوے،

عشق رواوے،

عشق پھراوے،

در در کملا،

عشق نچاوے،

عشق گنواوے،

عشق بناوے جگ وچ جھلا"...

سب گانے کے بول گا رہے تھے۔

گانا زمان اور شہیر کے دل کو چھو چکا تھا۔۔۔

"اب میرے شیر کی باری"...

زمان ایک طرف کھڑا تھا، نگار فاطمہ نے اشارہ کیا۔ انہیں برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ کب سے چاہتی تھیں کہ زمان کو بھی سچ بتا دیا جائے کہ کل اس کا ہی نینا کے ساتھ نکاح ہے، مگر حیدر اسے تنگ کرنے میں لگا تھا۔۔۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" زمان، نگار فاطمہ کی آواز میں دکھ محسوس کرتا، ان کی طرف بڑھا۔

"چلیں، آپ لوگوں کے لیے ایک شعر عرض ہے"...

"ارشاد، ارشاد!" سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کچھ باتیں کہہ کر لگتا ہے، چپ رہتے تو ہی اچھا تھا۔

کچھ باتیں کہہ کر لگتا ہے... چپ رہتے تو ہی اچھا تھا۔

کچھ باتیں سہہ کر لگتا ہے... کچھ کہہ دیتے تو اچھا تھا۔"

زمان کی آواز نم ہوئی۔

شہیر اور حیدر کی نظروں کا تصادم ہوا، انہوں نے سامنے احتشام کو اشارہ کیا۔"لائٹس آف کر دو۔"حیدر کی آواز گونجی۔

"بہت کرلی، تونے بکواس، چپ رہتا تو ہی اچھا تھا"!

حیدر کے شیئر کے ستیاناس کرنے پر سب نے اپنی ہنسی دبائی۔

"چل، اب یہ دیکھ!"حیدر نے اسے متوجہ کیا۔

پروجیکٹر آن ہوا، سامنے ایک تصویر آئی۔

زمان تصویر دیکھ کر حیران ہوا، بے ساختہ اٹھا اور آگے کی طرف بڑھنے لگا، جس میں نینا کی آج کی تصویر تھی، مایوں کے پیلے جوڑے میں سر جھکائے بیٹھی، ہری چوڑیاں، ہاتھوں میں مہندی، کانچ کی گڑیا لگ رہی تھی۔ آسودگی میں ڈوبی تصویر تھی۔ زمان کو اسے دیکھ کر آنکھیں نم ہو گئیں۔

لائٹس آن ہو گئیں۔

گانا بجا،

"ڈھولک میں تال ہے، پائل میں چھن چھن"...

ایک طرف سے زویا ڈانس کرتی ہوئی سامنے آئی،

"گھونگھٹ میں گوری ہے، سہرے میں ساجن"...

احتشام دوسری طرف سے آیا اور پکچر کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا،

"جہاں بھی یہ جائیں، بہاریں ہی چھائیں،

یہ خوشیاں ہی پائیں، میرے دل نے دعا دی ہے۔"

نگار فاطمہ اور سکینہ بی اٹھ کر آئیں، اس کے سر سے پیسے وارے۔

زمان ہکا بکا کھڑا تھا۔

اچانک سے اسے جھٹکے سے اپنی طرف موڑا، شہیر اور حیدر نے،

"میرے یار کی شادی ہے،

میرے یار کی شادی ہے"...

"ہار نہیں، جیت نہیں، جہاں پیار ہے،

جس میں ہار جیت ہے، وہ کہاں پیار ہے"...

اگلا شعر شہیر نے گایا۔

"اس کو گلے لگا کر، بہت ستایا تھا دو دن اس کو"...

"لگ جا گلے یار میرے، میں نے دل سے دعا دی ہے۔"

حیدر اگلا شعر گا کر اس کے گلے لگ گیا، اور اس کے پیچھے احتشام اور زویا بھی۔

"میرے یار کی شادی ہے"...

"میرے یار کی شادی ہے"...

زمان پیچھے گرتے گرتے بچا۔

انجھیں نم تھیں، وہ سب ایک خواب سمجھ رہا تھا۔

حیدر نے پلین چینج کر دیا تھا۔ جب وہ نینا کو کپڑے دینے سے پہلے اسے تنگ کرنے کے لیے زمان کے کمرے کی طرف بڑھا، تو وہ الٹا سو رہا تھا۔ اس طرح وہ کبھی بھی نہیں سوتا تھا۔

حیدر نے جب اس کو اٹھانے کے لیے کندھے پر ہاتھ لگایا، پورا جسم تندور کی مانند دھک رہا تھا، بہت تیز بخار تھا اسے۔

حیدر پریشان ہوا اور الفا ٹیم کو بلا کر مشن رات کو ختم کرنے کا کہا، کہیں دولہا صبح تک شہید ہی نہ ہو جائے۔

☆☆☆☆☆☆

نینا مایوں کی دلہن بنے بہت حسین لگ رہی تھی۔ حیا کتنی دفعہ اس کی نظر اتار چکی تھی۔

نینا مہندی لگوا رہی تھی، حیا کے بار بار کہنے پر اس نے خود کو اور مہندی کو ایک نظر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے کوئی غرض نہیں تھی ان چیزوں سے۔

حیا نے مہندی والی کو پہلے ہی زمان کا نام بتا دیا تھا جو چھپا کر لکھنا تھا۔ حیا نے ڈانس نہیں کیا، بالکل بھی۔ باقی کزنز تھوڑا بہت کرتی رہیں۔

حیا کے کہنے پر نینا نے گانا گایا۔ سلطان سکندر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بار بار بھر رہی تھیں۔

جب وہ دوبارہ ہال میں داخل ہوئے، کسی سے بات کرتے تو نینا کی آواز سن کر رک گئے، جو اٹھ کر ان تک ہی آ رہی تھی۔

**"Mm hm hm hm hm hm hm

In kadmon mein saansein waar de

Rab se zyaada tujhe pyaar de

Rab mainu maaf kare

Rabba khairiya، haai mainu maaf kare

Tum to meri jind meri jaan ve

Meri tu zameen hai aasmaan ve

Tujh bin main kee kara

Rabba khairiya، haai ve main kee kara..."**

ہال میں موجود سب کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ سلطان سکندر نے اسے گلے لگالیا۔ حیا بھی ان کے گلے لگ گئی۔

تینوں نے بہت وقت ساتھ گزارا تھا اور سلطان سکندر باپ سے بڑھ کر دوست بنے تھے پہلے۔

اتنے قیمتی رشتوں کو پرایا کر دینا آسان نہیں۔

"ایک لڑکی کی ہمت اور اس کا صبر ہے جو وہ خاموشی سے سر جھکا کر اپنے قیمتی رشتوں کو قربان کر جاتی ہے، ایک نئی دنیا میں جانے کے لئے۔"

"دولہا اپنے ساتھ لاکھوں باراتی لے آئے، مگر وہ شیرنی اکیلی ہی جاتی ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆

نکاح کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔

دونوں گھروں میں افراتفری کا عالم تھا۔ جمعے کے بعد کا وقت مقرر ہوا تھا۔

نینا نے گھر ہی تیار ہونا تھا، اس نے پارلر جانے سے انکار کر دیا، وہ خود ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ اپنی مرضی سے چلی گئی تھی۔ حیا نے بھی زور نہ دیا، اس ہر ویسے ہی اتنا روپ آیا تھا۔ حیا نے کل اسے مائیوں میں دیکھ کر کتنی بار بلائیں ٹلنے کی دعا کی تھی۔

نکاح کے ڈریس پر اس نے ایک نظر تک نہیں ڈالی تھی۔

گزری رات کافی دیر حیا اور نینا باتیں کرتی رہیں، حیا اسی کے کمرے میں سوئی تھی۔

نینا اب اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی، وہ بار بار زمان کا خیال جھٹک رہی تھی، جس سے نکاح کا پاک بندھن جڑنے جا رہا تھا۔ اس کا تو خیال بھی نہیں آیا اور زمان کا خیال تھا جو جا ہی نہیں رہا تھا۔ آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ روئی ہوئی گیلی آنکھیں، گال رگڑ رگڑ کر گلابی ہو گئے تھے، اور ہاتھ ان کی قسمت الگ تھی، انہیں یاروں میں چاہنے والا کا نام درج تھا، مگر نینا نے جھک کر دیکھ نہیں سکی۔

کسی بات، کسی چیز کا اس کا پر بس نہیں چل رہا تھا۔ اللہ کے حوالے جب اس نے معاملات کر دیئے تھے تو شکوہ کیسے کرتی؟

آنکھیں بند کرتی تو وہ گزرا وقت کسی فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا۔

"ڈاکٹر، مجھے ڈرپ سے الرجی ہے؟

مجھے آپ کو سوری کہنا تھا؟

آپ کی ایج کیا ہے؟

کافی لایا تھا آپ کے لیے؟

آپ کو دیکھنے آیا تھا؟

پلیز ہاتھ کو درد نہ دیں؟

کیا آپ کو میری موجودگی بہت بری لگتی ہے؟

پلیز روئیں نہیں؟

ایسے دیکھیں گی تو خود سے کئے عہد ٹوٹ جائیں گے؟

میں آپ کا کون ہوں جو اگنور کروں؟

خود کو ہلکان نہ کریں، پلیز؟

دل کی سنیں، فیصلہ آسان ہو گا"...

"یا اللہ! میرے دل و دماغ سے یہ خیالات مٹا دے تو تو قدرت رکھتا ہے، تو چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یا اللہ! میری یادداشت چھین لے مجھ سے. میں گناہگار نہیں ہونا چاہتی۔ مجھ پر رحم فرما۔"

نینا میں بے چینیاں بھرتی جارہی تھیں، جیسے جیسے وقت قریب آرہا تھا۔ حیا کمرے میں داخل ہوئی، نینا کو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا دیکھا تو اس کی طرف بڑھی۔

"آپی کیا ہوا ہے؟ ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟"

حیا کی آواز سنتی سیدھی ہوئی، آنکھیں رونے کے باعث سوچی ہوئی تھیں۔

"یا اللہ! میری ہمت ٹوٹ رہی ہے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے مجھے لگ رہا ہے جیسے میری سانسیں کھینچ رہا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے میں ایسی جگہ پر کھڑی ہوں جہاں میرے ارد گرد اندھیرا ہی اندھیرا ہے، کوئی مجھے نہیں سن پا رہا، کوئی مجھے نہیں سمجھ پا رہا۔ میں کیا کروں؟

حیا، جانتی ہو، میں نے سنا تھا کہ

'اللہ نے جب آپ کو کوئی چیز دینی ہوتی ہے تو اس کا خیال آپ کے ذہن سے نہیں نکلتا، مگر میرے ساتھ پھر یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ میں اسے بھول کیوں نہیں پا رہی؟ میں آگے کیوں نہیں بڑھ پا رہی؟""

" آپی! نیچے سب تیار ہو رہے ہیں، فون آیا تھا انٹی کا بابا کو، وہ لوگ بھی کچھ دیر میں نکلیں گے وہاں سے۔ آپ کچھ دیر ہمت اور دکھائیں، آپ کے سارے سوالوں کے جواب آپ کو مل جائیں گے، اپنی بہن پر یقین رکھیں۔"

نینا نے حیا کو دیکھا۔

"بابا کہہ رہے تھے کہ نکاح بہت پاک بندھن ہوتا ہے، دو غیروں کے درمیان بھی ہو تو بھی ان میں لگاؤ اور پیار آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے نکاح کے بعد آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ہو گی۔"

حیا کی بھی اب بس ہوئی تھی، اس کا دل کیا کہ سب سچ نینا کو بتا دے۔ مگر نینا کی غلط فہمی اور پیار کا یقین زمان ہی دلا سکتا تھا، کچھ دیر ہی باقی رہ گئی تھی، مشکل وقت تو گزر ہی چکا تھا، تو خاموش رہی۔ نینا اسے حیرانگی سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ایسا ہوتا ہے؟" گڑیا، نینا بے یقین تھی۔

"بالکل، چلیں اٹھیں، دیکھیں، آنکھوں کا کیا حال کر لیا ہے آپ نے! میں اپنی پیاری آپی کو خود تیار کروں گی۔" حیا کی باتوں سے نینا کو اپنے اندھیری دنیا میں کوئی امید کی کرن نظر آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

زمان تو رات میں سویا بھی پتہ نہیں کیسے تھا، کچھ گھنٹے پہلے ہی تو اس کو معلوم ہوا تھا کہ کل اس کا نکاح ہے، بہت سی اس کی تیاریاں باقی تھیں۔ اس نے گاڑی اپنے سامنے تیار کروائی تھی۔

سب اس کی چہرے پر چمک، خوشی دے کر اس کی نظریں اتار رہے تھے۔

رات میں نگار فاطمہ نے اسے ساری تفصیل بتائی، یہ صرف اسے اس کے پیار کا احساس دلانے کے لیے تھا، یہ سب حیدر نے پلان کیا تھا۔

حیدر نے زمان کو گلے لگایا، اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے۔ کیسے اللہ نے اس کی سن لی تھی اور اس کی خوشی اس کی گود میں تو وہ پہلے ہی ڈال چکے تھے، جس کے ملنے کی دعائیں اس سے نمازوں میں کتنی بار مانگی تھی۔

صحیح کہتے ہیں کہ جب بندہ اللہ سے دل سے لو لگا لے، تو اللہ بن کہیں بن مانگے اس کی ہر خواہش پوری کرتا جاتا ہے۔ عورتیں شکر کے آنسو آنکھوں سے گرنے لگتے ہیں، دل چاہتا ہے کاش وہ ہستی اس کے سامنے ہوتی تو وہ اس کے پاؤں میں گر جاتا، مگر اللہ نے خود سے رابطے کے لیے سجدے کا نظام بنایا۔ خدا سے کی جانے والی ملاقات کو کبھی بھی رائیگاں مت کرو۔

" آزما نے یہ بات بخوبی جانی تھی،"

" مگر اللہ نے اسی لیے خود سے رابطے کے لیے سجدے کا نظام بنایا۔"

" خدا سے کی جانے والی ملاقات کو کبھی بھی رائیگاں مت کرو۔"

" اے ابن آدم، سجدہ تو تیری خوشیوں کی کنجی ہے"!

کوئی بھی سجدہ رائیگاں مت کریں۔

اور زمان نے یہ بات بخوبی جانی تھی...

☆☆☆☆☆

حیدر نے زمان کے تیار ہونے میں مدد کی، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دو دفعہ خاندانی مالا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری۔ مسکرا کر اس نے کہا۔

"دوسروں کو کنفیوز کرنے والا کیپٹن شیر زمان آج خود کنفیوز ہے، حیرت کی بات ہے"!

"چپ کر اور پہنا"!

زمان اس کی بات پر مسکرایا۔

"ویسے بڑی کوئی کوئیک سروس ہے تیری، یہ بات تو ماننی پڑے گی"!

حیدر کی بات پر زمان نے اسے دیکھا۔

"اتنا روپ تو ایک رات میں دلہن کو بھی نہیں آتا جتنا تجھے آیا ہے، کمال لگ رہا ہے"!

حیدر نے دل سے تعریف کی، اور بڑی ماں کا دیا ہوا کالا ٹیکا انگلی پر لگا کر کان کے پیچھے لگا دیا، زمان کا چہرہ لال ہو گیا تھا اس کی بات پر۔

"واہ! تو تو شرما رہا ہے لڑکیوں کی طرح، رک بڑی ماں کو بتاتا ہوں"!

حیدر کی بات سن کر زمان کی ہنسی غائب ہوئی۔۔ اوئے رک شیطان۔۔۔ زمان اس کے پیچھے بھاگا۔

زمان نے سکائے بلیو کلر کی شیروانی پہنی تھی جو حیدر نے اس کے لیے الگ سے خریدی تھی۔ شیروانی لانگ اسٹائل میں نہیں تھی، ڈبل بنی تھی، سائیڈ پر بروچ کا ڈیزائن بنا تھا، بہت ڈیسنٹ ایمبرائڈری کے ساتھ شیروانی کو ڈیزائن کیا گیا تھا۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

حیدر نے بلیک شیروانی پہنی تھی، جبکہ احتشام نے سکین بلو اور شہیر نے سفید رنگ کی۔ زویا نے احتشام کے ساتھ میچنگ کلر کی میکسی پہنی تھی۔ سب اپنی اپنی جگہ بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

جبکہ نگار فاطمہ اور سکینہ بی نے کریم رنگی ساڑھیاں زیب تن کی اور جو زمان ان کے لیے شال لایا تھا وہ کندھے پر ڈالی، دونوں بہت سوبر خوبصورت لگ رہی تھیں۔

سکینہ بی نے زمان کی نظر اتاری۔ نگار فاطمہ نے پیسے وار کر غریبوں کو بٹورائے۔

سب گھر سے خیر کی دعا مانگتے ہوئے برات لے کر نکلے تھے۔

زمان نے اپنی گاڑی میں ساتھ باقیوں کی گاڑیوں پر بھی پھول لگوائے تھے۔

زمان نے خود صبح سویرے جا کر اپنی گاڑی کو اپنے سامنے کھڑے ہو کر سجایا تھا، اس کی گاڑی میں حیدر، زمان اور شہیر موجود تھے۔

دوسری گاڑی میں احتشام اور زویا موجود تھے، جبکہ تیسری گاڑی میں ڈرائیور کے پیچھے نگار فاطمہ اور سکینہ بی بیٹھی تھیں۔ شہیر کے انکل انہیں راستے میں ہی مل گئے تھے، جو ڈرائیور کے ساتھ اپنی گاڑی میں موجود تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

بارات پہنچ چکی تھی، پورے گھر میں شور برپا ہوا۔

حیا، نینا کو تیار کرتی اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ حیا نے بلیک رنگ کی میکسی پہنی تھی، جس کی ٹیل زیادہ بڑی نہیں تھی اور سر پر بلیک رنگ کا ہی حجاب تھا، ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

بارات پہنچنے کی خبر سنتی، اب نینا کو دیکھنے کے لیے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ نینا صوفے پر آنکھیں موندھے، سوگوار سا حسن لیے بیٹھی تھی،

کسی بھی کمزور دل والے کے چاروں خانے چت کر سکتی تھی۔

اس کی ایک جھلک پر کوئی فدا ہو جاتا، حسین دلہنوں میں سے ایک حسین لگ رہی تھی، بھر بھر کر روپ آیا تھا، اس کے چہرے پر۔۔۔

کمرے میں گلاب کی خوشبو ہی خوشبو تھی، اور اس خوشبو سے نینا بھی مہک رہی تھی۔

نینا نے سر پر کپڑوں کے ساتھ کا ہی آسمانی رنگ کا حجاب لیا، اس پر ماتھا پٹی ٹکائی، ناک میں باریک دی نتھلی پہنی، ہونٹوں پر لال رنگ کی لپسٹک لگائی، ہاتھوں میں دو قیمتی کنگن کے ساتھ گلاب کے گجرے پہنے، کسی اور دنیا کی معلوم ہو رہی تھی۔

نینا نے خود کو دیکھا، مگر کوئی تاثر نہ دے پائی۔ کچھ دیر پہلے ہی سلطان سکندر اس کے پاس تھے، اس کی نظر اتاری، آنکھوں میں نمی تھی۔ بارات کا سنتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھے تھے۔

نکاح کے لئے بہت خوبصورت انتظام کیا گیا تھا۔

موتیے کے پھولوں سے بنا فریم بیچ میں رکھا گیا تھا، جبکہ سامنے سامنے سفید رنگ کے قالین بچھا کر بڑے بڑے کشن سیٹ کئے گئے تھے۔

سلطان سکندر زمان سے ملے، زمان بہت گھبرا رہا تھا، مگر سلطان سکندر کے والہانہ انداز سے کچھ ہی دیر میں ایزی ہو گیا۔

"برخودار! کیا ارادے ہیں؟ میری شیرنی کو لینے آئے ہو؟ سنبھال پاؤ گے؟"

"جی انکل...!"زمان نے سر جھکا کر جواب دیا۔

سب ہنسنے لگے۔ سلطان سکندر اسے تنگ کر رہے تھے، حیدر ان کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

نگار فاطمہ نے باری باری سب کا تعارف کروایا۔

سلطان سکندر نے حیا کو بلایا۔

حیدر کی نظریں اس سمت اُٹھیں اور زمان نے بھی حیا کو دیکھا۔

جیسے جیسے وہ قریب آ رہی تھی، حیدر کی دھڑکنیں بڑھ رہی تھیں، دونوں کی میچنگ اتفاقیہ ہوئی تھی۔

دونوں اپنی اپنی جگہ کمال لگ رہے تھے۔

زمان نے حیدر سے پوچھا۔

"کل جاتے جاتے کپڑوں کا کلر بھی پوچھ لیا تھا کیا؟ چھپا رستم..."

حیدر نے اس کی بات پر آبرو اُچکائی۔

حیا نے آکر سب کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا"...!

سلطان سکندر نے سب کا تعارف کروایا۔

حیا زمان کو دیکھ کر آنکھیں چمکیں، وہ شاندار لگ رہا تھا۔

"کیسی ہو گڑیا؟"

"بالکل ٹھیک بھائی"!

"جاؤ، بچے نینا کو لے آؤ، رسم شروع کریں۔"

نینا کے نام پر زمان کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

"انکل !ایک ریکویسٹ ہے"...

سب نے زمان کی طرف دیکھا۔

سلطان سکندر بھی متوجہ ہوئے، حیا بھی رک گئی۔

"میں ڈاکٹر نینا سے بات کرنا چاہتا ہوں، انہیں سب سچ بتا کر ان کی رضامندی کے بعد نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ میری ریکویسٹ ہے انکل"...

زمان کے "ڈاکٹر نینا" کہنے پر سب نے اپنی ہنسی دبائی، مگر اس کی اگلی بات پر خوش بھی ہوئے۔

"ہو سکتا ہے، اگر انکل کی جگہ بابا کہو تو"...

"بابا میں نینا سے مل سکتا ہوں؟"

سلطان سکندر کو وہ بہت معصوم لگا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"مجھے فخر ہے میری بیٹی کی پسند پر"...

زمان کے کان کھڑے ہوئے۔

"تو کیا وہ بھی؟ کبھی کہا کیوں نہیں یار؟ آج حالات کتنے مختلف ہوتے..." زمان نے دل ہی دل میں سوچا۔

سلطان سکندر نے مولوی سے بات کی اور پیپرز زمان کے حوالے کیے۔

"ٹھیک ہے کیپٹن زمان! ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ حیا برخودار کو نینا کے کمرے تک چھوڑو۔"

زمان نے حیدر کی طرف دیکھا، نگار فاطمہ نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔

حیدر، حیا اور زمان تینوں نینا کے کمرے کی طرف بڑھے۔

ایک ہاتھ سے اپنی میکسی سنبھالتے ہوئے، مشکل سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی تھی۔

"خود سے لمبے تو کپڑے پہنے ہیں..." حیدر اس کی لانگ میکسی دیکھ کر جھنجھلا رہا تھا۔

"تو، تو مدد کر دے، ویسے بھی تیری جان بچائی ہے اس نے!" حیا سنٹر میں چل رہی تھی، پیچھے ہی چھوٹے چھوٹے قدموں سے زمان اور حیدر دائیں بائیں چل رہے تھے، اس کی ٹیل بچاتے ہوئے۔

"اسی احسان کے نیچے تو دب رہا ہوں"... حیدر، حیا کو دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تیری سالی نے ہمیں کرائے پر باڈی گارڈ رکھا ہے۔"

زمان اس کی بات پر ہنس کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں؟ چپ کرو، تیری سالی ہے تو ڈر"...

حیا یکدم مڑی۔

زمان اور حیدر بھی چوکنا ہو کر رک گئے۔

حیدر نے بالوں میں ہاتھ چلایا۔

"زمان بھائی! میں نے آپ کو دل سے اپنا بھائی مانا ہے، اور بھائی بہنوں کے باڈی گارڈ ہی ہوتے ہیں۔ اور زمان بھائی، کسی کسی کی تو باڈی گارڈ کی پرسنالٹی بھی نہیں ہوتی، پھر بھی پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتے ہیں"... یہ بات حیدر کی طرف دیکھ کر بولی۔

حیدر مسکرا دیا، جان کر اسے چڑا رہا تھا۔ پہلے اور اس حیا میں بہت فرق تھا، وہ کافی سمجھدار تھی، جبکہ اس حیا میں بچپنا لگا تھا۔

حیا رخ موڑ کر نینا کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپی! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے؟"

نینا جو آنکھیں بند کئے صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی، حیا کی آواز سنتے ہی سیدھی ہوئی۔ حیا کے پیچھے حیدر آتا دکھائی دیا، نینا اسے دیکھ کر حیران ہوئی۔ کئی باتیں دماغ میں گھومنے لگیں۔

"میجر آپ؟؟ سب ٹھیک ہے؟؟"

ساتھ ہی زمان اندر داخل ہوا۔

نینا، صدمے میں گئی۔

"جی، بھابھی سب ٹھیک ہے۔" حیدر نے آرام سے جواب دیا۔

نینا اس کے "بھابھی" لفظ پر اٹکی۔

ان دونوں کا یہاں آنا نینا کی سمجھ سے باہر تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

نینا اس کی بات پر پریشان ہوتی، حیا کی طرف دیکھا۔

"مجھے بات نہیں کرنی، بابا کہاں ہیں؟ حیا تم تو کہہ رہی تھی بارات آگئی ہے۔ انہیں لے جاؤ۔۔۔"

نینا اس وقت کوئی بھی غلطی کر کے اپنے اور اپنے بابا کے کردار پر سوال نہیں اٹھنے دینا چاہتی تھی۔

زمان اور حیدر سمجھ گئے تھے اس کی گھبراہٹ کی وجہ۔ حیا اس کی طرف بڑھی۔

"آپی! زمان بھائی بابا سے اجازت لے کر یہاں آئے ہیں۔ پلیز آپ ان کی بات سن لیں۔"

نینا نے اسے دیکھا، جو سر جھکائے کھڑا تھا، ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے۔

"آجائیں، ہم باہر انتظار کرتے ہیں میجر۔" حیا نے حیدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

حیدر زمان پر ایک نظر ڈالتا، اس کا کندھا تھپتھپاتا باہر نکل گیا۔

"Best of luck، Zaman Bhai."

"Thank you."

"گڑیا"...

نینا واپس بیٹھ چکی تھی۔

زمان دو قدم اس کی طرف اٹھائے۔

اسے تو سامنے بیٹھی لڑکی کوئی ابسرا معلوم ہو رہی تھی۔

زمان اس کے ساتھ ہی صوفے پر ایک طرف بیٹھ گیا۔

نینا نے اسے دیکھا۔

"کیا لینے آئے ہیں؟ آپ جانتے ہیں آج میری شادی ہے، اس کے باوجود بھی۔ کیوں آپ۔۔۔"

"اپنی دلہن کو لے جانے آیا ہوں، پورے حق حلال طریقے سے۔" زمان نے اس کے سامنے نکاح کے پیپرز رکھے۔

"یہ کیا مذاق ہے، کیپٹن؟"

"مذاق سب اس سے پہلے تھا، اب یہی حقیقت ہے، یہی سچ ہے۔"

نینا کا رویہ سرد تھا۔ غصے سے کھڑی ہوئی اور رخ موڑ لیا، آنسو اس بے مروت شخص کو دیکھ کر بہنے لگے تھے، وہ ٹوٹ رہی تھی۔

زمان نے اس کے رخ موڑنے پر کرب سے آنکھیں بند کیں۔

زمان اٹھا، نینا اس کے اٹھنے کی آہٹ محسوس کرتی مڑی اور دنگ رہ گئی۔

زمان گھٹنوں کے بل بیٹھا اور کان پکڑے تھے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ اٹھیں"! نینا سے برداشت نہ ہوا زمان کا اس طرح اس کے سامنے جھکنا۔

"پہلے میری بات سن کر اپنا فیصلہ لیں، اس وقت یہاں سے اٹھوں گا۔"

"کیپٹن، کیا بچپنا ہے؟"

"سنیں تو پلیز، آج نہ بول پایا تو کبھی نہیں بول پاؤں گا۔" زمان کی آواز نم ہوئی۔

نینا نے باخوبی محسوس کی۔

"ٹھیک ہے، سن رہی ہوں، مگر یہ ہاتھ نیچے کریں پہلے۔"

زمان نے اس کی بات مانتے ہوئے کان چھوڑ دیے۔

"مجھ سے آپ کا لیٹر کھو گیا۔ پورے مشن میں، میں... میں میرے پاس تھا یہاں..." زمان نے انگلی سے دل کی جگہ پوائنٹ کیا۔ "مگر میں اسے کھولنے کی ہمت نہیں کر پایا، مجھے لگا آپ نے مجھے انکار کر دیا۔۔۔ مجھے سامنے سے خود نہیں دے پائیں۔ غلط فہمی کا شکار ہوا۔ میرا دل ٹوٹ گیا، بہت۔۔۔ بہت تکلیف ہوئی"... زمان کی آواز میں گھلی نمی اس کی تکلیف کی عکاسی کر رہی تھی۔

نینا کی آنکھیں بھی نم ہوئیں، اس کی بات پر کرب سے آنکھیں میچیں۔

"پھر میں نے آپ کو ہاسپٹل میں حیا کے ساتھ کھڑے ہوئے دیکھا، آپ نے مجھے دیکھ کر بھی اگنور کیا اور حیا کو جلدی سے لے کر چلی گئیں۔ میں اسی دن مشن سے واپس آیا تھا، مجھے لگا آپ شاید میرا سامنا

نہیں کرنا چاہتیں، اس لیٹر کی وجہ سے میرا شک یقین میں بدل گیا۔ اس وقت کی حالت آپ کو الفاظ میں نہ بتا پاؤں، شاید...

اگلا مشن شروع ہوا، خود کو مصروف اور مضبوط لیا۔۔۔ بظاہر ٹھیک۔۔۔ مگر اندر سے ٹوٹا پھوٹا سا... اس کے بعد بھی آپ کے ظلم ختم نہ ہوئے۔۔۔ دل پر ایک اور وار ہوا۔۔۔ اور یہ وار واقعی بہت گہرا تھا۔"

چونک کر زمان کو دیکھا، اس کی نظروں میں سوال تھا۔

زمان مسکرایا، درد بھری مسکراہٹ۔

"کہہ دے گا جب اس دن آپ کو شہیر کے ساتھ دیکھا؟ غلط فہمی اپنے عروج پر جا پہنچی تھی۔

آپ کیسے کسی اور کے ساتھ بیٹھ سکتی ہیں، بات کر سکتی ہیں؟ اس دن میں خود پر قابو نہ رکھ پایا۔

پہلی بار سموک کی ہے میں نے"...

نینا اس کی ہر بات پر چونک رہی تھی۔

اس سے بھی دل کا غم نہیں ہوا۔ کوئی چیز اثر نہیں کر رہی تھی۔

"میرے اپنے میرے خلاف ہو گئے، مجھے بزدل کہا جا رہا تھا کہ میں آپ کو اپنی محبت کا یقین نہ دلا پایا۔ دعا کرتا کہ کیوں بھول جاؤں آپ کو! کیسے بھول جاتا؟ میری روح نے چنا تھا آپ کو، صبر کیسے آ جاتا؟ اگر صبر آ جاتا تو وہ عشق تھوڑی ہوتا، محبت تو امتحانوں کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔"

زمان کی آنکھ سے آنسو گرا، نینا تڑپ کر اس کی طرف بڑھی اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"نہیں... آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے تو اپنے دل کا حال لکھا تھا اس خط میں جو کبھی بھی آپ کے سامنے نہ کہہ پاتی"...

"جانتے ہیں، کسی نام پر جا رہی تھی، میرے بابا کو سچ بتایا اپنے اور آپ کے بارے میں، اور بابا نے مجھے کیا کہا؟

کہ زمان ہے جو میرے بعد تمہیں اور حیا کو سنبھال لے گا، میں بابا کی بات پر جاؤں گی کہ انہوں نے کیسے آپ پر اتنا اعتبار کر لیا۔

انہوں نے کہا کہ وہ اپنی زندگی کا سرمایہ زمان کو دینے کے لیے تیار ہیں۔"

زمان اس کی بات پر چونکا۔

"میں"... نینا نے آنسوؤں کو گلے سے نیچے اتارا۔ "میں آئی تھی... وہاں اوپر... آپ سے ملنے، مگر آپ نے میری طرف دیکھا ہی نہیں... مجھے لگا میرا دل آپ کے بارے میں مجھے دغا دے گیا... بہت روئی تھی اس دن، میں ماں کے جانے کے بعد شاید اتنا روئی ہوں... مگر حیا نے سمجھایا مجھے، میں پھر آئی آپ سے ملنے"...

زمان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور اس بار اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"آپ کے گھر، ہاسپٹل سے ایڈریس لیا تھا میں نے، مگر مجھے چوکیدار نے بتایا کہ فیملی کے ساتھ پکنک پر گئے ہیں.. میں آپ سے سب باتیں کلیر کرنے آئی تھی... مجھے یہی لگا کہ میں صرف اٹریکشن تھی، آپ نے مجھ سے اظہار نہیں کیا، میں یہاں تک کیوں آئی؟ اس دن ٹوٹی تھی، میں بہت"...

زمان نے نینا کی آنکھوں میں دیکھا، غمگین آنکھیں سوج چکی تھیں، رو رو کر۔

دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر غلط فہمی کے شکار تھے، قدرت نے دونوں کو آزمایا تھا اور آج دونوں مکمل ہوئے تھے، ایک دوسرے کا ساتھ پا کر۔

دونوں پھولوں سے سجے کمرے میں قالین پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے، ایک دوسرے کو دل کا حال سنا رہے تھے۔

غم کے بادلوں کے بعد خوشی کے بادل چھا رہے تھے، کیا کبھی ایسا نکاح ہوا تھا کسی کا؟

"اب کریں گی مجھ سے نکاح؟ میرے دل، میری روح کا سکون بنیں گی؟ پورے حق سے، پوری چاہت سے؟"

"نہیں، آپ نے بہت ستایا ہے مجھے"... نینا ناراض ہو کر رخ موڑ گئی۔

زمان اس کی حرکت پر مسکرا دیا۔

"میں بھی تو ستایا گیا ہوں"...

نینا اس کی بات پر مڑی۔

"اچھا، اب پرانی باتیں چھوڑ دیں، ہم اس بارے میں کبھی بات نہیں کریں گے"...

زمان نے فرمانبرداری سے "ٹھیک ہے" کہا۔ اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کچھ کہہ رہے تھے؟ بتائیں، سب نیچے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

زمان نے جلدی سے نکاح کے پیپرز اٹھائے اور اس کی طرف بڑھا جیسے وہ انکار ہی نہ کر دے۔

نینا اس کی جلد بازی پر مسکرا دی۔

"نکاح کا مطلب جانتی ہیں آپ؟"

"میں کیسے جانوں گی؟ میرا تو پہلا نکاح ہے"!

زمان اس کی بات پر حیران ہوا، "قسم سے، لیکن میرا ابھی پہلا ہی نکاح ہے"...

دونوں مسکرادیے۔

زمان گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

"جیسے نیند کا آنکھوں میں جذب ہو کر آنکھ بن جانا"...

"جیسے بارش کا پانی مٹی میں جذب ہو کر مٹی بن جانا"...

"ویسے ہی تو الگ الگ زندگیوں کا ایک خوبصورت بندھن میں بندھ کر ایک دوسرے کا ہو جانا"...

"کیا مجھ پر اعتبار کر کے مجھے اپنے نکاح میں قبول کریں گی"؟

"میری اور صرف میری بنیں گی"...

زمان کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی، جواب سننے کے لیے بے تاب تھا۔

"یہ سب نکاح کے مطلب میں آتا ہے کیپٹن زمان؟" نینا نے اسے جان کر تنگ کیا۔

زمان نے کان کھجایا، "نہیں، یہ تو میں نے ایڈ کیا ہے"...

اس کی بات پر مسکرادی، "دل کی گہرائیوں سے قبول ہے، میری آخری سانس تک"!

نینا نے اس کی بات کا جواب سادگی سے دیا۔

زمان خوشی سے نہال ہوا۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا جب لڑکی سے پہلے لڑکے نے نکاح کے پیپر پر دستخط کیے ہوں۔ نینا نے زمان کے بعد سائن کیے تھے...

زمان نے رنگ نکال کر نینا کی طرف بڑھائی۔

"یہ میں نے آپ کی منہ دکھائی پر دینی تھی، مگر چہرہ تو میں نکاح سے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ یہ آپ کا گفٹ میری زندگی میں شامل ہونے کے لیے، میری غلطیوں کو معاف کرنے کے لیے، مجھے اپنا جیون ساتھی چننے کے لیے، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پوری زندگی کے لیے مجھے آپ نے اپنا مقروض کر لیا ہے۔"

نینا کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے، بے شک اللہ شہ رگ سے بھی نزدیک ہے، وہ کیسے انسان کے دل میں چھپی خواہش کو پورا نہ کرے، اور یہ تو پھر بھی حلال رشتے کی بات تھی۔

"اللہ تو حلال رشتے قائم کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

زمان نے بیڈ پر پڑا لال رنگ کا نیٹ کا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اڑایا جس پر آیت لکھی تھی، پورے استحقاق سے نینا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نینا نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اب بغیر سوچ سمجھے تھام لیا۔ وہ اب اس کا حقدار بن چکا تھا۔ نینا جو کب سے شیرنی بنی اسے جواب دے رہی تھی، اب زمان کو سہمی ہوئی ہرنی لگی۔ زمان کی گرفت اس کے ہاتھ پر مضبوط ہوئی۔

حیدر کے ساتھ باقی سب نے بھی ان کو آتے ہوئے دیکھا، سلطان سکندر اور نگار فاطمہ ساتھ ساتھ باقی سب کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں، دونوں ایک ساتھ مکمل لگ رہے تھے۔ ہال کی لائٹس بند ہو گئیں۔ ان پر سپوٹ لائٹ تھی دونوں سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔

گانا سنائی دیا، جو حیا نے پلے کروایا تھا۔

Ishq ne aakher karam ham pe kiye ha

Yaar ki aaghosh se lipte huye hai

Yaar ki aaghosh se lipte huye hai. hoo

Khwab jo dekha tha، pura ho gaya hai

Khwab jo dekha tha، pura ho gaya hai

Ho Dil teri deewangi me kho gaya hai

Tum mile to ye khudayi mil gayi~

Har khushi jo thi parayi

Mil gayi، Mil gayi~

Meharban mujhpe mera rab ho gaya hai

Meharban mujhpe mera rab ho gaya hai

Dil teri deewangi me kho gaya hai

Kho gaya hai~

Ho gaya hai ishq tumse ho gaya hai~

کئی ان کی نظر اتار رہے تھے، اور ان میں کئی حسد بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ زمان گانے کے بول ساتھ ساتھ گا رہا تھا، جبکہ نینا بے حد کنفیوز تھی۔

نگار فاطمہ نے پہلے نینا کو پورے حق سے گلے لگایا۔

"شکریہ بیٹا۔"

سب باری باری نینا اور زمان کو ملے۔ کاغذی نکاح ہو چکا تھا۔

اب مولوی صاحب نے سب کے سامنے دوبارہ سے نکاح پڑھوایا۔ مبارک باد کا شور گونجا، مٹھائی

بٹوائی گئی، شادیانے بجائے گئے، سب خوش تھے۔ مگر کسی کی نظر ہر وقت ان پر تھی، کسی برے وقت کی طرح، برے وقت کے انتظار میں۔

کافی دیر گزر چکی تھی کھانے کا دور چلا۔

حیدر کو کال موصول ہوئی۔

زمان کا فون حیدر کے پاس تھا، زمان نے جس ایجنٹ سے مشن کے متعلق اور انفارمیشن لانے کے لیے کہا تھا۔

"سر! کیا زمان سر سے بات ہو سکتی ہے؟"

"زمان ابھی مصروف ہے؟ آپ مجھے بتا دیں. میں میجر حیدر بات کر رہا ہوں۔"

"سر آپ کو آج رات میں کلب میں ملوں گا، مجھے اگر وقت دیا گیا تو"...

"مطلب؟"

"سر! ان سب کے پیچھے جو بھی ہے، ہم سے بہت مستعد ہے، سب بہت خطرناک ہیں، یہ ایک گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں، اگر اللہ نے زندگی دی تو رات 9 بجے کلب میں میں نے جتنی انفارمیشن اکھٹی کی ہے، لے آؤں گا، فون پر آپ کو ڈیٹیل سمجھا نہیں پاؤں گا۔"

"تم محفوظ ہو۔"

"جی سر! فکر نہ کریں، ملک کے غداروں کو پکڑوانے میں جان کا نظرانہ بھی دینا پڑے تو کم ہے۔"

حیدر کو فخر محسوس ہوا۔

"ویلڈن لڑکے! اللہ تمہارا نگہبان ہو۔ انشاء اللہ رات میں ملاقات ہوتی ہے۔"

"یس سر"!

حیدر نے فون رکھ دیا۔

حیدر کو پہلے ہی دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔ حیدر نے زمان کی طرف دیکھا، جو بہت خوش، ہنس کر شہیر سے کچھ بات کر رہا تھا، حیدر کی طرف نظروں کا تبادلہ ہوا، زمان نے آبرو سے اشارہ کیا،

"کیا ہوا؟"

حیدر نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا، "سب ٹھیک ہے۔"

اب اس کے جگری یار، بھائی کا دن تھا، کیسے اسے پریشان کر سکتا تھا، گزرے ہفتے اس کے لیے بہت بھاری رہے تھے۔

رخصتی کے وقت نینا کے بھائی کا کردار حیدر نے نبھایا، قرآن پاک کے سائے میں گاڑی تک اسے لایا تھا۔

سلطان سکندر اور حیا کی آنکھیں جھلک رہی تھیں مگر اس کی قسمت پر رشک بھی تھا۔

دعاوں کے ساتھ نینا سلطان ویلاء سے اپنے پیا کے گھر چلی گئی۔

آگے پیچھے گاڑیاں دھواں اڑاتی نکلیں اور سلطان ویلاء بھی دھیرے دھیرے خالی ہونے لگا۔

نینا کے آنسو جاری تھے، سب ایک دم سے ہوا، رخصتی کے وقت اس نے خود پر بہت قابو کیا۔ وہ بابا اور حیا کو جذباتی نہیں کرنا چاہتی تھی، مگر وہ وقت ہی ایسا تھا کہ غیروں کی بھی آنکھیں نم تھیں۔

نینا نے سیٹ سے ٹیک لگائی، آنکھیں موندلیں۔ یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا، سر میں شور ہی تھا۔ رنگ برنگی آوازیں، لائٹس، وہ خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

زمان نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا،

"نینا"

زمان کے طرزِ مخاطب پر نینا کی آنکھیں کھلیں۔ وہ حیرانگی سے زمان کی طرف دیکھی۔ اس کے ایسے ردِ عمل پر زمان کو ہنسی آئی۔

"یار، اب بیوی کے عہدے پر فائز ہو کر اس طرح کے ایکسپریشن دیں گی؟"

نینا جلدی سے واپس سیدھی ہوئی۔

"آپ کی ان ہری آنکھوں نے تو سبز باغ دکھائے ہیں مجھے، پوری جادر گرنی ہیں آپ"!

"یہ ہری آنکھیں اسیر کرنے کی طاقت رکھتی ہیں"! زمان جذبے سے گویا ہوا۔

نینا کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔ اپنا ہاتھ واپس کر لیا۔

زمان اس کا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا۔

"آپ نے مجھے جادوگرنی کہا؟"

"نہیں، میں نے خود کو آپ کا ایڈیکٹ کہا"!

دونوں کی نظروں کا تصادم ہوا۔ نینا نظریں جھکا گئی۔

"آپ ایک بات جانتی ہیں؟" کچھ دیر بعد زمان بولا۔

نینا نے سوالیہ نظروں سے زمان کی طرف دیکھا۔

"یہ شرارہ میں نے پسند کیا تھا آپ کے لیے۔ تب نہیں جانتا تھا کہ یہ سب پلان ہے۔ مجھے لگا جیسے اس ڈمی کی جگہ آپ کھڑی ہیں، اس ڈمی میں آپ کا عکس دیکھ کر یہ آپ کے لیے بہترین انتخاب لگا۔ حیدر

کی نظر تھی، مجھے نہیں پتا کیسے وہ جان گیا۔ جب آپ کو ان کپڑوں میں دیکھا، تب یاد آیا وہ مجھے یہ بلیو شیروانی پہنانے پر کیوں بضد تھا۔

مجھے لگا تھا آپ اس میں بہت پیاری لگیں گی؟ مگر میں غلط ٹھہرا۔"

نینا جو ہتھیلی کو مسل رہی تھی، ایک دم سے سر اٹھا کر زمان کو دیکھا۔

"کیا میں اچھی نہیں لگ رہی؟ اس لیے زمان نے میری ایک دفعہ بھی تعریف نہیں کی؟" نینا نے خود ہی سے سوچا۔

زمان نینا کی اتری شکل دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کچھ الٹا ہی سوچ رہی ہے۔

زمان اس کی طرف جھکا۔

"سنہری رات میں سمندر پر پڑنے والی چاند کی ٹھنڈی کرنیں جیسی نیلے گہرے سمندر کو حسین منظر دیتی ہیں، ویسا ہی منظر ہے کچھ میرے سامنے ہے۔ بہت حسین اور خوبصورت، جسے دیکھ کر دل کو سکون اور روح کو راحت پہنچے، کچھ کچھ ایسی دکھ رہی ہیں۔"

نینا اس کی بات پر مسکرا دی۔ کوئی اس سے بھی اتنی محبت کرے گا، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا، رشتہ کو اپنی ایک عمر دینے کے بعد اب اس کی زندگی میں وہ وقت آیا تھا، جو اس کا تھا، صرف اور صرف اس کا، وہ خوشیاں، وہ سکون، وہ محبت کی اکلوتی حقدار تھی، دوسرا کوئی نہیں۔

زمان ان کے کافی دیر بعد گھر پہنچا تھا۔ جاتے وقت حیدر نے اسے لیٹ آنے کے لیے کہا تھا، اس لیے زمان کی زبان کی سپیڈ زیادہ تھی، برعکس چلتی گاڑی کے۔

حیدر، شہیر، زویا اور احتشام ایک گاڑی میں تھے۔ حیدر نے انہیں ڈیٹیل بتائی اور زمان سے فی الحال یہ سب چھپانے کے لیے کہا۔ اب ان سب نے نگار فاطمہ سے اجازت لینی تھی۔

زمان اور نینا گھر پہنچ چکے تھے۔

موسم بھی ابر آلود ہو رہا تھا۔

ان کی گاڑی گھر پہنچی تو گھر کی لائٹس آف تھیں۔

ابھی نینا اور زمان کچھ کہتے کہ فائر ورکس ہوا، روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔

دونوں کے چہروں پر چمک تھی۔

سب سامنے کھڑے نظر آئے۔ وہ دونوں آگے بڑھے، ہال کے مرکزی دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئے اور سامنے دیکھ کر حیران ہو گئے۔

پھولوں کی چادر بچھائی گئی تھی، فرش نظر نہیں آ رہا تھا۔ نینا کی اس طرح کے خوش آمدید پر آنکھیں نم ہو گئیں۔

دونوں ایک ساتھ اندر بڑھے۔

سب نے تالیاں بجائیں۔ اور نینا کا آگے بڑھ کر سب نے ویلکم کیا۔

زویا نینا کو لے گئی۔ اس کے ساتھ شہیر، حیدر، اور احتشام بھی چلے گئے۔ جبکہ نینا نے مڑ کر اسے دیکھا، جو منہ کھولے سب کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"چلیں بھابھی، یہ تو یہی ہوتے ہیں"!

زویا کی بات پر سب ہنسے۔

زمان بھی بالوں میں ہاتھ پھیرتا آگے بڑھا۔

"زویا کی بچی،" زمان نے زویا کا کان کھینچا۔

"آہوووو"...

"آہوووو، کی ماں، فوراً پارٹی بدل لی"!

"نہیں زمان بھائی! یہ نام کچھ اچھا نہیں ہے!" ایتشام نے دوبدو جواب دیا۔ سب نے اس کی بات پر قہقہہ لگایا۔

زویا نے کشن اٹھا کر احتشام کو مارا۔

نینا بھی مسکرادی۔

"بھابھی! آپ نے کیا دیکھ لیا تھا ان میں؟"

اب باری احتشام کی تھی۔

"اوئے!"زمان نے اسے ٹوکا۔

"کیا ہو گیا ہے زمان؟ بھابھی اب تو پھنس گئی ہیں، کیوں فکر کرتا ہے؟ کبھی نہ کبھی تو ان کو پتا چلنا ہی ہے"!

نینا بھی حیدر کی بات پر حیران ہوئی۔

"چپ کرو!سب میری بیٹی کو پریشان نہ کرو"!نگار فاطمہ جو کمرے میں گئی تھیں، ابھی باہر آئی تھیں اور ہاتھ میں ایک باکس تھا۔ نگار فاطمہ کے قریب آتے ہی نینا کھڑی ہو گئی۔ انہوں نے نینا کو گلے لگایا۔

"یہ ہمارا خاندانی ہار ہے، کب سے اس گھر کی بہو کے انتظار میں تھے، اب یہ تمہارا ہوا۔"

نینا نے اسے کھولا، نیلے رنگ کا ہار اپنی قیمت بتا رہا تھا، قیمتی موتیوں اور ڈائمنڈ سے بنا بیش قیمتی ہار تھا۔

"Thank you، Anti..."

"اب بھی آنٹی؟"

نگار فاطمہ نے اسے ٹوکا۔ سب ہنس پڑے۔

"میں چاہتی ہوں میری بیٹی مجھے ماں بلائے۔" وہ اتنا تو جان ہی گئی تھی سلطان سکندر کی باتوں سے کہ نینا نے اپنا آپ کبھی سامنے نہیں رکھا، صرف پیار بانٹا ہے، اب اس کے حصے میں صرف محبتیں اور خوشیاں ہی آنی چاہئیں تھیں، اور وہ اکلوتی حقدار تھی، دوسرا کوئی نہیں۔

زمان نے سکینہ بی کا پوچھا، جو نظر نہیں آرہی تھیں۔

نگار فاطمہ نے بتایا کہ وہ کمرے میں گئی ہیں، ان کی شوگر ہائی ہو گئی تھی۔

زمان پریشان ہوا اور ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔

زمان کو راہداری سے گزرتے ہوئے کوئی سایہ نظر آیا۔

زمان پریشان ہو گیا، آہستہ سے قدم اٹھاتا، سکینہ بی کے کمرے کی بجائے مخالف سمت بڑھا۔

وہاں سے بھی گھر کے پچھلی طرف سے دروازہ کھلتا تھا، وہ تنگ گلی بنی تھی اور گیٹ تک جاتی تھی۔

سکینہ بی کمرے سے باہر نکلیں، سیٹ محسوس کرتی ہوئی دوسری طرف بڑھیں، وہاں زمان کھڑا تھا۔

"زمان بیٹا"! زمان ان کی آواز پر پلٹا۔

"اپنا وہم سمجھتا واپس آگیا۔

"بڑی ماں! باہر ٹھنڈ بڑھ رہی ہے، چلیں روم میں۔"

زمان ان کے لیے پریشان ہوا۔

"نہیں بچے! دوائی لینا بھول گئی تھی، نا اس لیے۔ اب ٹھیک ہوں۔ چلو بہو بیگم سے بھی تو مل لوں، کیا سوچ رہی ہوں گی؟ کیسی ہیں زمان کی بڑی ماں؟"

"نہیں بڑی ماں، وہ ایسا ویسا کچھ نہیں سوچے گی، آپ آرام کریں۔"

زمان واپس ان کو کمرے کے اندر لے آیا اور ان کو آرام کا کہہ کر چلا گیا۔

زمان نینا کو بھی کھانے کے بعد آرام کرنے بھیج دیا تھا۔ اب باری تھی اہم بات کی۔

☆☆☆☆☆

نینا صوفے پر ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی کنفیوز ہوئی بیٹھی تھی، جبکہ زمان مقابل صوفے پر بیٹھا، اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ اسے اپنا خواب یا الوژن سمجھ رہا تھا، کیسے طوفان آیا ان کی زندگی میں اور دونوں کو ایک مضبوط رشتہ میں باندھ گیا۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گھومتے، زمان اس کا کنفیوز ہونا نوٹ کر رہا تھا، وہ بھی بہت کنفیوز تھا۔

دونوں کی حالت ایک جیسی تھی، کل تک دونوں کیا کیا سوچ بیٹھے تھے اور آج کیا ہو گیا تھا۔

اس نے مال اٹھایا اور الماری سے مہرون کلر کا ویلوٹ کا ہلکے کام والا سوٹ نکالا۔ نگار فاطمہ نے اس کی الماری پہلے ہی سیٹ کروا دی تھی، زمان کو یہ سوٹ دیکھتے ہی پہلی نظر میں پسند آ گیا تھا۔ وہ لے کر نینا کی طرف بڑھا۔ "یہ لے جائیں، چینج کر لیتی ہوں، کیونکہ میں شکرانے کے طواف ادا کر لوں۔" اس نے سر اٹھا کر زمان کی طرف دکھایا۔

زمان اس کی حرکت پر مسکرایا۔

کچھ فطری شرم بھی آ رہی تھی اور کچھ نہیں، ماحول کی بے چینی بھی تھی۔ ورنہ وہ کتنی دفعہ اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑی بھی رہی ہے، مگر آج جیسے ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔ ہمت کرتے ہوئے اٹھی۔

"نین"! زمان نے اسے پکارا۔

نینا اس کے دوسرے بار طرزِ مخاطب پر گرتے گرتے بچی۔ یہ دوسرا شخص تھا دنیا میں جو اسے "نین" بلا رہا تھا، نینا کی ماں حوریہ سلطان، جسے نینا کی آنکھیں بہت پسند تھیں، وہ انہیں پیار سے "نین" بلاتی تھی۔

"یہاں دیکھیں پلیز"!

نینا اپنا شرارہ سنبھالتی، اس کی طرف گھومی، مگر پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ زمان نے اس کی فوٹو لی۔

نینا کی پلکیں اٹھی، زمان نے ایک اور فوٹو کھینچی۔

"پہلی بار آپ کو جب سرجیکل یونیفارم میں دیکھا تھا، تو آپ کی فوٹو لینے کا دل کیا تھا، مگر لے نہیں پایا، کوئی حق نہیں تھا مجھے۔ مگر آج دیکھیں آپ سے"...

نینا نے اس کی بات مکمل کی،

"کیونکہ اب آپ حق رکھتے ہیں اور جب تک میری سانسیں چل رہی ہیں، یہ حق صرف آپ کا ہی رہے گا۔"

نینا جلدی سے واش روم میں بند ہو گئی۔

زمان کو لگا جیسے اسے وعدہ دے کر گئی ہے۔

زمان دل سے مسکرایا تھا۔ نوافل پڑھنے کے لیے دوسرے روم میں گیا تاکہ نینا آرام کر سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سب نگار فاطمہ کے روم میں موجود تھے، انہیں ایجنٹ X کے فون کے متعلق معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔

حیدر نے سب تفصیل بتائی۔ نگار فاطمہ بھی پریشان ہو چکی تھیں۔

"اس مشن کو لیڈ زمان کر رہا تھا، تو اسے بھی اس بارے میں پتہ ہونا چاہیے۔"

"نہیں، موم پلیز، ہم فلحال زمان کو اس میں شامل نہیں کریں گے، ابھی تو اس کی شادی ہوئی ہے، ہم کیسے اسے اس میں گھسیٹ لیں؟ اسے کچھ دن آزاد رہنے دیں۔"

نگار فاطمہ کے ساتھ سب پریشان تھے۔

"آنٹی! اگر آپ کو بہتر لگے تو میں ٹیم کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہوں، آپ مجھ پر اعتبار رکھ سکتی ہیں، میں ٹیم کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"

نگار فاطمہ کے ساتھ سب نے شہیر کو دیکھا اور سب اس کے فیصلے سے مطمئن دکھائی دیے۔

"ٹھیک ہے، تم سب مشن ریسیوم کرو۔ زمان کو جب پتہ چلے گا تب دیکھیں گے۔ فلحال یہ مشن اب رکنا دشمن کو بڑھاوا دینے کے برابر ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆

رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ حیدر کا دماغ الجھا ہوا تھا، ابھی تک اسے موقع نہیں ملا تھا کہ وہ ان حالات پر غور کر پاتا۔ وہ کمبخت لوگ، اور حقیقت میں ان سے زیادہ مستعدی اور مہارت رکھتے تھے۔ کس ایجنسی کے عہدے دار ہو سکتے ہیں؟

"بالکل غدار ہیں یا غیر ملکی؟ کس کو ان سب سے فائدہ ہو سکتا ہے؟ لڑکیوں کو لے کر کہاں لے جاتے ہوں گے؟"

کوئی بھی تو ہنٹ نہیں نکال پایا تھا۔

سب گاڑی میں موجود اپنا اپنا دماغ چلا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ تینوں کلب کے باہر تھے۔ حیدر کو انہوں نے اپنا ٹیم لیڈر چنا تھا۔ چاروں کیشول ڈریسنگ میں موجود تھے تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔

مطلوبہ ٹیبل پر پہنچ کر وہ چاروں بیٹھ گئے اور کافی کا آرڈر دیا۔

ایجنٹ کی شناخت کے بارے میں جانتے تھے۔

جو حیدر کی بیک سائیڈ پر بیٹھا تھا، اس کی کمر بھی حیدر کی طرف تھی۔

"سر! وہ میرا پیچھا کر رہے ہیں، میں نہیں جانتا وہ کب اور کیسے مجھ تک پہنچا، مگر سر، یہ کوئی عام کھیل نہیں ہے، ملک سے ملک کو تباہ کرنے کا کھیل ہے۔

لڑکیوں کا کسی اور طرح سے استعمال کر رہے ہیں، سب ڈیٹیل اس فائل میں ہے، جو میں یہاں نہیں لا سکا، مجھے ڈر تھا کہ میرے ساتھ ساتھ وہ ثبوت بھی مٹا دیں گے۔ یہ اب آپ لوگوں کا کام ہے۔"

"وہ فائل 222 لوکر میں موجود ہے" ایجنٹ نے ثبوت کی جگہ بتائی۔

"ٹھیک ہے ویلڈن، یہ تم نے عقلمندانہ فیصلہ کیا۔"

تینوں اپنی، اپنی فضول سر نہ پیر کی باتیں کرنے لگے تھے تا کہ جو دیکھے، یہی لگے کہ آپس میں بات کر رہے ہیں، حیدر صرف اسے تھوڑا بہت جواب دے رہا تھا، جبکہ ایجنٹ چہرے پر ہاتھ رکھ کر بات کرتا، کبھی دائیں دیکھتا، کبھی بائیں، کبھی چائے کے کپ پر انگلی پھیرتا۔ خود کو مصروف ظاہر کر رہا تھا۔

"مجھے یہ آخری مشن دیا گیا تھا، سر، جو میں نے اپنی پوری ایمانداری سے نبھایا۔ اب واپس جا رہا ہوں، اگلے ہفتے شادی ہے، زمان سر کو بھی میری طرف سے مبارک باد دے دیجیے گا، زندگی رہی تو ان سے اور بھابھی سے ملنے آؤں گا، اپنی بیگم کے ساتھ۔" کہتے ہوئے مقابل کے چہرے کی چمک قابل دید تھی۔

"خیر مبارک، اور تم نے بہت اچھا کام کیا۔ ملک اور قوم کو تم جیسے نڈر محافظوں کی ضرورت ہے۔"

"Thank you and best of luck."

ویٹر اب ایجنٹ کی ٹیبل سے کپ اٹھا کر گیا۔

ایجنٹ کی آواز یک دم آہستہ ہوئی۔

"میری محنت رائیگاں مت کیجیے گا، چاہے کوئی بھی ہو، اسے اس کے انجام تک پہنچانا ہو گا، میں نے اپنا اٹھایا ہوا حلف پورا کیا۔" اس کی آواز لڑکھڑائی تھی۔ حیدر کے ساتھ تینوں پریشان ہوئے، مگر اس کی طرف دیکھ نہیں سکتے تھے۔

"علی؟؟" پہلی بار حیدر نے اس کا نام لیا۔

وہ مسکرایا، "سر، میری قبر پر ایجنٹ X ہی لکھوائیے گا، اپنا نام اب اچھا نہیں لگتا۔"

اس کے سامنے موجود ٹیبل پر آدمی نے شور کیا۔

"اسے کیا ہو رہا ہے؟؟"

حیدر جلدی سے اٹھا اور اس کے قریب ہوا۔ سب کچھ پلوں کا کھیل تھا۔

ایجنٹ X کو ایک زور دار جھٹکا لگا جیسے اس کا دل پھٹ گیا ہو، منہ سے خون نکلا۔ ایجنٹ X خالق حقیقی سے جا ملا۔

افراتفری مچ چکی تھی۔ شہیر، حیدر، زویا اور احتشام سب شاک کی کیفیت میں تھے، کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، یہی رول تھا۔ پولیس آ کر جو کرنا تھا کرے گی، وہ سامنے نہیں آ سکتے تھے۔

پولیس کے سائرن کی آواز سنتے ہوئے خاموشی سے باہر نکل گئے۔

زویا کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، شہیر، حیدر اور احتشام کی بھی آنکھیں نم تھیں۔

حیدر کی غصے سے آنکھیں سرخ انگارہ ہو چکی تھیں۔ وہ ایک بے قصور کی جان نہ بچا سکا۔ حیدر نے زور سے پاؤں گاڑی کی بونٹ پر مارا۔ شہیر نے زور دار مکا پاس بنے پلر پر مارا اور سر پکڑ کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔ احتشام، زویا کو حوصلہ دے رہا تھا۔

"وہ، وہ کہہ رہا تھا، اس کا سب انتظار کر رہے ہیں، اس... اس کی شادی ہے... مگر... اب اس کی میت اس کے گھر"...

زویا کی ہچکی بندھ چکی تھی۔ تینوں نے اس کی بات پر کرب سے آنکھیں میچیں۔

"گڑیا! اس نے بہت دل سے شہادت کا رتبہ چاہا تھا، تو اس کی آرزو پوری ہو گئی۔" حیدر نے مضبوط ہو کر اسے دلاسا دیا۔

"وہ جو کوئی بھی ہے، اس پر نظر رکھے ہوئے تھا، اسے یہی لگا کہ وہ ہم سے ابھی مل نہیں پایا۔ تو اس کو مار دیا؟ مگر ہم لوکر 222 تک جائیں گے کیسے؟" احتشام نے اپنا مؤقف دیا۔

حیدر، زویا اور احتشام حیرانی سے شہیر کی طرف پلٹے، جس کے ہاتھ میں ایک چپ تھی۔

زویا جلدی سے اس تک گئی اور چپ لے لی۔

شہیر نے اسے ہتھیلی پر کر لیا تا کہ زویا اٹھا لے۔

"یہ تو SOCS چپ ہے۔"

مطلب یہ کہ

"System on Chip device"

یعنی جب تک یہ چپ اس باکس میں نہیں لگے گی، کوئی بھی فائل سپن نہیں کر پائے گا۔

زویا نے ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"شہیر، یہ کہاں سے ملی؟"

اب سب کا دھیان میں سوال پر گیا۔

ایجنٹ کے ہاتھ سے اس نے مٹھی بند کر لی تھی۔

"مجھے شک تھا، تو یہ چپ تھی، اسے ہمیں یہ بتانے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔"

"شاباش شہیر"!

شہیر نے سر جھکا کر داد قبول کی۔

"ایسی کون سی معلومات ہے جو اسے اس طرح چپ سے لاک کرنا پڑا؟"

شہیر کے دماغ میں چلتا سوال زبان پر آیا۔

"یہی تو ہم نے پتا لگانا ہے، اس کی قبر کی مٹی سوکھنے سے پہلے۔

ہم علی کی قربانی ضائع نہیں ہونے دیں گے۔"

"بالکل سر"!

تینوں نے یک زبان کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆

چاروں گھر پہنچ چکے تھے۔ نگار فاطمہ پریشانی سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔

چاروں صوفے پر آکر تھکے ہوئے بیٹھے تھے، ان کا سوچ سوچ کر دماغ تھک چکا تھا۔

زویا نے آتے ہی لیپ ٹاپ پر فائل چیک کی، جس پر ڈن کا سائن تھا۔

"ٹائیگر سی سی ٹی وی فوٹیج ڈیلیٹ ہو گئی ہے پرمانٹلی۔"

"Very Good!"

"ہمیں بہت محتاط طریقے سے چلنا ہے۔ کوئی ذرا برابر بھی چوک ہوئی، خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔"

نگار فاطمہ ان کی طرف بڑھیں۔

تینوں آتے ہی کچھ نہ کچھ شروع ہو گئے تھے، شہیر اور احتشام موبائل پر، جبکہ حیدر زویا کمپیوٹر پر۔

"کیا ہوا ہے؟"

حیدر کی آنکھیں بے انتہا سرخ تھیں۔

شہیر نے بات کا آغاز کیا۔

"ہم نے آج اپنا ایک ہونہار قابل ایجنٹ کھو دیا۔ وہ جو کوئی بھی ہے، ہم سے ایک قدم آگے ہے، اسے ایجنٹ کے بارے میں معلوم تھا۔ ایجنٹ X نے ہمیں سب تفصیل تو دے دی، مگر ہنٹ میں اس کی جان

اور ثبوتوں کو خطرہ تھا۔ آج دن میں ہی اس نے وہ فائل چھپا دی، مگر دشمن اس تک پہنچ گئے، ہمارے سامنے ہی اسے پر اسرار طریقے سے موت دے دی گئی۔ آنٹی، اور کسی کو بھنک بھی نہیں پڑی۔"

شہیر کی بات سن کر سب کی نظروں کے سامنے وہی منظر آیا۔

"قوم کا بہت بڑا نقصان ہے یہ۔ ایجنٹ X معمولی ایجنٹ نہیں تھا، ذہین ایجنٹس میں ایک کم عمر ایجنٹ تھا۔" نگار فاطمہ کی آواز میں دکھ اور تشویش تھی۔

"معاملہ بہت پیچیدہ ہے، اب ہم اور ڈیلے نہیں کر سکتے۔ کوئی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔ ایجنٹ نے کوئی تو ہنٹ دیا ہو گا، جس سے ہم اس طوفانی تودے کے سرے تک رسائی حاصل کر لیں۔ اس کے بعد ان کی جڑیں تو ہم ادھیڑ ہی دیں گے۔"

"یہ چپ اور ہنٹ ہے:

'لوکر222'

یہ چپ اس ڈیوائس میں جب تک اٹیچ نہیں ہو گی، اس وقت تک وہ ڈیوائس سیف ہے۔"

"آپ سب تیاری کرو، سیف ہاؤس پر لوٹ جاؤ، کل سے یونیورسٹی مشن شروع کرو۔"

"مگر موم، زمان سے کیا کہیں گے؟" حیدر پریشان ہوا۔

"بیٹا! وہ تھکا ہوا تھا تو سو گیا۔ نینا اور میں نے نیچے ہی ڈنر کیا، تو اسے یہی کیا، سب تھکے تھے سو چکے ہیں۔"

"اب زمان کو مزید ٹال نہیں پائیں گے۔" نگار فاطمہ بھی پریشان تھیں۔

"آنٹی، آپ ان دونوں کو کہیں گھومنے بھیج دیں ایک ہفتہ؟" احتشام نے مشورہ دیا۔

"بیٹا! اس کے لیے بھی وقت چاہیے، تیاری، ٹکٹ وغیرہ، یہ فوری حل نہیں ہے۔" نگار فاطمہ صوفے پر بیٹھ گئیں، سب اچانک ہو رہا تھا، وہ سوچ بھی نہیں پا رہی تھیں۔

"میں بتاتا ہوں حل؟"

زمان کی آواز پر سب چونکے جو حل سوچ رہے تھے۔ چاروں کھڑے ہوئے، نگار فاطمہ بھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں، وہ پتا نہیں کب سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ نینا بھی اس کے پیچھے ہی کھڑی تھی۔

"بیٹا! آپ دونوں کب آئے؟ اس وقت آرام کرو، بچی تھک گئی ہو گی شادی کی رسموں میں۔"

"نہیں ماں، میں ٹھیک ہوں۔" نینا نے سہولت سے جواب دیا، جبکہ زمان ان سب کو گھور رہا تھا، جو اس سے نظریں چرا رہے تھے۔ نینا اور نگار فاطمہ ان سب کو دیکھ کر ہنسی دبائی۔ زمان ان کے سامنے صوفے پر بالوں میں ہاتھ پھیرتا چکر کاٹنے لگا۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" نینا نگار فاطمہ سے کہتی ہوئی اٹھ گئی۔

"تم سب کا ٹیم لیڈر کون ہے؟"

"کیپٹن شیر زمان"! چاروں یک زبان بولے۔

"تو جب مشن شروع ہوا، تو مجھے اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟ بے شک میری شادی ہوئی، ایک رات بھی نہیں گزری، مگر آپ سب نے کیا سوچا کہ میں اٹھایا گیا حلف بھول جاؤں گا؟ وطن پر ذاتی خوشیوں کو فوقیت دے جاؤں گا؟"

"سوری۔۔۔ چارلی"! سب نے یک زبان کہا۔

زمان نے ان سب کو دیکھ کر ابرو اچکائی۔

"یہ مشن 'جیولیٹ' میں نے آپ کا نہیں سوچا ہے۔" زویا نے اسے ساری بات سمجھائی۔

"مجھے تو یہ نام بہت پسند آیا۔"

"Good!"

نینا نے ان کی تعریف کی۔

"آجائیں، سب چائے تیار ہے۔" زمان نینا کو گھور رہا تھا جو ان سب کو بچا رہی تھی۔

"خبر دار میری بہو کو گھورا تو۔۔۔" نگار فاطمہ نے اس کے کان کھینچے۔

"Thank you bhabhi... آپ نے، اپنے شوہر نامدار سے بچالیا، ورنہ اس ڈریگن کی آنکھوں سے نکلتی آگ سے ہم سب نے ضائع ہو جانا تھا۔"

چاروں نے مشکل سے ہنسی روکی، نگار فاطمہ بھی نفی میں سر ہلا کر مسکرادیں۔

"حیدر، بالکل غلط بات۔۔۔" نینا نے حیدر کو تنبیہہ کی۔

حیدر مسکرادیا۔ نینا ان کو چائے کے ساتھ سنیکس دیتی، زمان کے پاس گئی۔

"چلیں، اپنوں سے ناراضگی کیسی؟ وہ بھی تو ہمارا ہی سوچ رہے تھے۔" نینا نے زمان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

زمان، جو صوفے پر بیٹھ چکا تھا، نینا کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھامتے ہوئے جلدی سے کھڑا ہوا۔ دونوں اکھٹے آگے بڑھے۔

نینا نے ایک پلیٹ زمان کے لیے بھی بنا کر اس کے سامنے رکھی۔

نینا اور نگار فاطمہ صرف چائے پی رہے تھے۔ مکمل خاموشی چھائی تھی۔

"موم!" زمان نے مخاطب کیا۔ "آپ پلیز فون کریں پولیس سٹیشن، ان کو بتائیں، وہ کوئی عام انسان نہیں تھا۔ اسے مورگ میں رکھ دیں گے وہ لوگ، اسے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا جائے گا، گمنام طریقے سے نہیں۔ علی کو ان کے لواحقین کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ شہید ہے، اسے وہی عزت ملنی چاہیے جو ہر شہادت پانے والے کو ملتی ہے۔" زمان کا لہجہ بھیگا تھا۔

نگار فاطمہ اس کی بات سے سوچ میں پڑ گئیں۔

"میں کوشش کروں گی۔"

"نہیں موم! کوشش نہیں، آپ یہ کر سکتی ہیں، میں جانتا ہوں۔ ایجنٹ تھا، مگر تھا تو ملٹری کا ہی، اب اسے ہم لاوارث قرار دے دیں؟" زمان کہتا یک دم سے اٹھ گیا۔

سب اس کی طرف پریشانی سے دیکھنے لگے۔ زمان کی حالت سب سمجھ سکتے تھے، اس کا خاص ایجنٹ جسے اس نے خود کئی جگھوں پر ٹرین کیا تھا، وہ کیسے برداشت کر رہا تھا، وہی جانتا تھا۔

حیدر اٹھ کر زمان کے پاس آیا۔

" اسے وہی عزت و تکریم دی جائے گی، تو اس معاملے میں پریشان نہ ہو، مجھے خود جانا پڑے تو خود جاؤں گا۔" حیدر نے اسے تسلی دی۔

"نہیں، اب سب اپنے مشن پر فوکس کرو، باقی میں سنبھال لوں گی۔ چلو ہمیں سیف ہاؤس چل کر کل کے متعلق تیاری کرنی ہے۔"

سب کی نظریں پہلے زمان پر پھر نینا کی طرف اٹھیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ سب؟ میں بھی آرمی کی ڈاکٹر ہوں، میں جانتی ہوں، اپنے فرض سے منہ پھیرنا، بزدلی اور غداری میں شمار ہوتا ہے، اور میں بالکل نہیں چاہوں گی میرے آنے کے بعد کوئی ان کے فرض پر انگلی بھی اٹھائے۔ ملک اور قوم پہلے، میں بعد میں سب رشتے، چاہے جتنے بھی پیارے کیوں نہ ہوں۔" نینا نے زمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

رات میں زمان نے اسے اپنے کام کے متعلق ساری ڈیٹیل دی تھی، وہ عام شوہروں کی طرح اسے وقت نہیں دے پائے گا۔

8 سے 5 گھنٹے تک ڈیوٹی نہیں چلتی اسکی، اسکا فرض اسے ایک ہفتے کیا مہینوں گھر سے دور رکھتا ہے، وہ اس کے لیے جلدی گھر نہیں آپائے گا، اس کے لیے ڈنر یا لنچ تیار نہیں کر پائے گا۔ ہو سکتا ہے کبھی وہ اسے بغیر بتائے بھی چلا جائے اور کبھی واپس نہ آئے۔ وہ خود کو بہادر رکھے گی، مضبوط رہے گی۔

شادی کی پہلی رات زمان نے اس سے وعدے اور قسمیں نہیں دی تھیں، بلکہ اس کو اعتماد میں لیا تھا تاکہ کل کو وہ سب حالات سے باخبر ہو۔

نینا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ سب جانتی تھی، اسے بھی یہی سکھایا گیا تھا۔

"میں ہر حال میں آپ کے ساتھ ہوں۔" نینا کے اتنے سے جواب پر زمان کو لگا جیسے اس کے پورے جسم میں سکون کی لہر سرایت کر گئی ہو۔

نینا وہ باتیں یاد کرتے ہوئے آنکھیں نم ہو گئیں، جبکہ نگار فاطمہ اور باقی سب بھی اس نئی نویلی دلہن کو دیکھ رہے تھے، جس کو دلہن بنے ابھی 24 گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے، اور وہ اسے خوشی خوشی جانے کی اجازت دے رہی تھی۔

"مجھے فخر ہے زمان تمہاری پسند پر، واقعی ہی سلطان صاحب نے صحیح کہا تھا،'ان کی بیٹی شیرنی ہے۔"

زمان کمرے میں اپنا ضروری سامان رکھ رہا تھا۔ نینا ذرا ایک طرف کھڑی اسے دیکھے جارہی تھی۔

"یہاں آئیں"!زمان نے اسے بلایا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زمان کے پاس آئی۔

زمان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

"اب آپ آرام کریں گے، کچھ بھی نہیں سوچیں گی اور کوشش کریں کہ سو جائیں، نہیں تو بابا کے گھر چلی جائیں۔"

نینا اس کی بات پر حیران ہوئی۔"کل میری رخصتی ہوئی ہے اور آپ مجھے آج واپس بھیج رہے ہیں؟"

"یار تو میں کیا کروں؟ آپ پوری رات نہیں سوئیں۔ ایسے بے چین رہیں گی تو میں وہاں پر بے چین رہوں گا۔"زمان اس کے لیے فکر مند تھا۔ جانتا تھا اس کے لیے نیا ماحول نئ جگہ ہے۔

"آپ جائیں، اپنے مشن پر فوکس کریں، میں موم کے ساتھ رہوں گی اور جب نیند آئے گی تو آ کر سو جاؤں گی۔"

"پرامس۔۔"

"پکا والا پرامس"!

زمان نے نینا کے ماتھے پر لب رکھے۔ نینا نے آنکھیں موندھ لی۔

"جانتا ہوں زیادتی کر رہا ہوں آپ کے ساتھ..."زمان پیچھے ہوتے ہوئے گویا ہوا۔

نینا نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا، "کچھ بھی کہہ کر آپ مجھے کمزور نہیں کریں گے۔۔۔" اتنی سی بات پر ہی نینا کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ "میں آپ کے ہر قدم پر آپ کے ساتھ ہوں۔ دماغ سے سب وسوسے نکال دیں اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے کر لوٹیں گے۔ آپ کی بیوی کو آپ پر فخر ہو گا۔"

زمان مسکرایا، کندھے پر بیگ لٹکایا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔

نینا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی جب تک وہ سب گاڑی میں بیٹھ کر نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

نگار فاطمہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور دونوں اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆

کچھ گھنٹوں بعد سب سیف ہاؤس میں موجود تھے۔

پوری رات ان کی پلیننگ میں گزر گئی تھی۔

شہیر نے اسلام آباد میں سب بینکوں کی تعداد اور کوڈ چیک کیے۔

"چارلی، ٹوٹل 200 پرائیویٹ بینک ہیں، اور 40 نیشنل ان کے ایف اکاؤنٹ ہیں، نگار رپورٹ کے مطابق سب سے سیف بینک، سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے۔"

شہیر نے ایک ڈائری اور پین پر سب ڈیٹیل لکھی تھی اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ دوسری ٹیبل پر زویا اپنے سامنے موجود کمپیوٹر میں اس چپ کی مدد سے اپنی ہیکنگ ٹیکنیک کو استعمال میں لاتے ہوئے، لوکیشن ٹریس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس کے آگے احتشام بھی کمپیوٹر پر سر دیے، یونیورسٹی کے پچھلے ایک ہفتے کی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھ رہا تھا۔

جبکہ زمان اور حیدر ٹیبلٹ پر فنگر پنسل سے کچھ کوئیشن مارک جمائے صبح کا پلین سوچ رہے تھے۔

"ویل ڈن شہیر، مگر مجھے نہیں لگتا کہ علی نے ان بینکوں میں چھپایا ہو گا، جب یہ انفارمیشن ہمیں اتنی آسانی سے میسر ہو گئی ہے تو ان کے لیے بھی بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

زمان کی بات سب کو صحیح لگی۔

"زویا، کچھ معلوم ہو سکا؟ تمہارا سسٹم کیوں سلو چل رہا ہے؟"

"نہیں، نہیں چارلی، سسٹم تو ٹھیک چل رہا ہے۔"

"مطلب پھر تم سلو ہو۔"

زویا نے سر جھکایا اور ایک پیپر لے کر اس تک آئی۔

"یہ دیکھیں؟ چپ پر ایک کوڈ ہے۔"

سب اس کو غور سے سننے لگے، چپ پر کوڈ کا تو کسی نے غور ہی نہیں کیا تھا۔

اس چپ پر ایک کوڈ تھا، وہ کوڈ میں نے ڈیکوڈ کرنے کی کوشش کی تو پتا چلا یہ کوئی کوڈ ہے ہی نہیں؟ بلکہ آرمی میں دیے جانے والے رینک کے مطابق کوڈ ہیں، جو ہر ایک کا الگ الگ ہوتا ہے۔"

"مطلب وہ کسی آرمی کے بندے کے پاس ہے، اتنے ملٹری میں لوگ ہیں، وہ کس کے پاس ہو سکتا ہے؟" سب اپنا اپنا اندازہ لگا رہے تھے، جبکہ زویا اطمینان سے انگلیوں میں پن گھما رہی تھی۔

سب کی نظریں زویا پر گئی، جو پر سکون طریقے سے کھڑی تھی، مطلب اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔ شہیر نے پوچھا۔

"اگر اب آپ سب نے میری پوری بات نہ سنی تو میں نہیں بتاؤں گی۔"

سب کو اس کی بچوں جیسی بات پر ہنسی آئے۔

"سنیں گے، سنیں گے! میری ماں بولو!" احتشام کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ زویا نے اسے گھورا۔

"یہ ایجنٹ علی کا ہی کوڈ تھا، مگر رینک کوڈ نہیں، اس نے یہ کوڈ موبائل پر بھی لگایا ہوا ہے، اپنے نمبر کے اینڈ پر اگر غور کریں آپ سب تو"...

زویا نے کمپیوٹر اسکرین پر اشارہ کیا، جہاں علی کا ڈیٹا شو ہو رہا تھا، دائیں طرف اس کی تصویر تھی، جبکہ بائیں طرف اس کی سب ڈیٹیل اور کوڈ 222 تھا۔

اس کے بعد زویا نے اس کا موبائل نمبر سب کو دکھایا، جس کے اینڈ پر 222 آرہا تھا۔

سب اس کم عمر لڑکی کی ذہانت پر حیران تھے۔ احتشام کو اس پر فخر محسوس ہوا۔ ایک طرف سے اسے ساتھ لگایا۔ "ویل ڈن۔"

سب نے تالیاں بجائیں۔

"شاباش! اب نمبر ٹریس کرو، باقی گتھیاں اس ڈیوائس کے بعد ہی سلجھ جائے گی۔

"کشمیری شوہر، اب تمہاری باری!" شہیر اور احتشام اس کی بات پر متوجہ ہوئے۔

شہیر بھی کشمیری تھا، مگر کشمیری شوہر پہلی بار سن رہا تھا۔

حیدر کو اسے ایسے حیران دیکھ کر ہنسی آئی۔

"ہمارے چارلی باس کچھ بھی کہہ سکتے ہیں"!

"واقعی یقین آ گیا"! احتشام اپنی کمپیوٹر اسکرین پر گیا اور ویڈیو پلے کی۔ یہ ایک نوجوان لڑکا تھا، جو یونیورسٹی کی آف ٹائم میں اور صبح کے وقت گیٹ کے آس پاس دیکھا گیا تھا۔

البتہ یہ یونیورسٹی کے تین ڈیپارٹمنٹ کے سامنے بینچ پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

"مجھے یہ کسی کلاس میں کنٹین میں کہیں اور نہیں نظر آیا۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کا ہاتھ گردن پر تھا، جیسے اضطرابی کیفیت میں ہو، وہ کوئی سٹوڈنٹ نہیں ہو سکتا۔"

"زوم کرو..." شہیر نے کہا۔

دور ہونے کی وجہ سے تصویر بلر ہو رہی تھی، مگر سب کے دماغ میں اس کا خاکہ بن چکا تھا۔

"ویل ڈن احتشام! وہ تین ڈیپارٹمنٹ کون سے ہیں؟"

- کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ
- فزیکس ڈیپارٹمنٹ

اور تیسرے کا پتا نہیں چل پایا۔

"سب لڑکیوں کی ڈیٹیل نکالو، جن جن کو اغوا کیا گیا، اور جن کو مار دیا گیا۔

باقی کچھ معلومات یونیورسٹی سے بھی مل جائیں گی۔

کچھ گھنٹے ہی باقی ہیں، اور زویا ان دو ڈیپارٹمنٹس کے سسٹم ہیک کر کے پوسٹ لگاؤ، ان دو میں کل چھٹی ہے، تیسرا ڈھونڈنا آسان ہو گا۔"

"اوکے چارلی!"

پانچوں یونیورسٹی کے لیے تیار کھڑے تھے، رنگ برنگے حلیے میں ایک دوسرے کو اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا۔

حیدر نے پینٹ اور نیک سویٹر کے ساتھ لونگ کوٹ پہنا تھا، جبکہ شہیر نے گرے پینٹ شرٹ کے ساتھ ویسٹ اور کوٹ پہنا تھا، نیچے دونوں نے چمچماتے بلیک شوز پہن رکھے تھے، دونوں نہلے پر دہلے لگ رہے تھے۔

اس کے بعد زمان نیوی بلو ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا، کیونکہ آج وہ صرف ان کا ڈرائیور تھا۔

احتشام نے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے، چہرے پر گلاسز، چیک شرٹ کے اوپر سویٹر پہن رکھا تھا، اور بیگ کندھے سے دائیں جانب ڈال کر بائیں جانب بیگ لٹک رہا تھا۔ "اوہ دیسی بوائے" بن چکا تھا۔

زویا نے ماڈرن سٹائل کی لونگ سویٹر کے نیچے جینز، لوگ شوز، بال کھلے اور سر پر گلاسز لگائے تھے۔

"Team Alfa، Are you ready for 'Mission Juliet'?"

"Yes، boss!"

چاروں یک زبان بولے۔

اس بار ان کا لیڈر چینج تھا، آج سامنے کیپٹن شیر زمان عرف 'چارلی' تھا۔

"ایک بار پھر سے دہراؤ، عہد پورے دل سے، پورے ایمان سے:

'مجھے قسم ہے اس مٹی کی،

'میں اپنا دیس کبھی مٹنے نہیں دوں گا،

'دے دوں گا جان اپنی،

'پرچم کبھی جھکنے نہیں دوں گا،

'غازی یا شہید کہلاؤ گا،

'مگر اپنا ایمان نہیں بکنے دوں گا۔""

"نعرہ تکبیر"!

"اللہ اکبر"!

چاروں اب باہر کی طرف بڑھے۔زویا کے پاس ایک ہینڈ بیگ تھا، جبکہ حیدر کے پاس لیپ ٹاپ بیگ تھا، شہیر کے پاس صرف اس کا موبائل تھا، وہ ایڈمن آفس میں تھا، جبکہ زمان، زویا اور احتشام اسٹوڈنٹ۔

یونیورسٹی کے اندر ہی سب الگ الگ ہو گئے تھے، مگر آگے پیچھے ہی تھے۔

بلوٹوتھ میں زمان کی آواز ابھری۔"مائیک کام کر رہے ہیں سب کے؟"

سب نے آہستہ سے "اوکے" کہا تاکہ پاس گزرتے لوگوں کو شک نہ ہو۔زمان گاڑی میں ہی موجود تھا۔

سب سے پہلے حیدر اور شہیر آگے پیچھے یونیورسٹی کے اندر بڑھے۔

اس کے بعد احتشام اور زویا اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف۔

"اپنے دائیں بائیں نظر رکھنا، کوئی غیر ضروری حرکت ہو تو ٹیم ممبر کو انفارم لازمی کرنا، خاص طور پر زویا۔"

"اوکے چارلی، ڈونٹ وری"!

"گڈ"!

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

زویا کی پریشان آواز سن کر سب کے قدم رکے۔ احتشام اس کے دس، پندرہ قدموں کے فاصلے پر تھا، مگر اس تک بڑھ نہیں سکتا تھا۔

حیدر اور شہیر بھی کچھ فاصلے پر ایڈمنسٹریشن آفس کے سامنے کھڑے تھے، جبکہ زمان جو گاڑی میں موجود تھا، سامنے سے زویا کو گیٹ کے اندر کی طرف کھڑا دیکھ سکتا تھا۔ وہی کھل کر اس سے سوال جواب کر سکتا تھا بجائے سب کے۔

"کیا ہوا ہے زویا؟ تم ٹھیک ہو؟"

"یوں راستے میں نہ کھڑی رہو، دائیں بائیں ہو جاؤ۔"

"چارلی! وہ چپ۔۔۔ آن ہو گئی۔" زویا کی آواز میں تشویش تھی۔

"کیا؟" سب نے ایک ہی سوال کیا۔ حیدر اور شہیر آگے جانے لگے، وہ ایک جگہ کھڑے نہیں رہ سکتے تھے۔ شہیر آفس کی طرف بڑھ گیا، جبکہ حیدر سٹاف روم کی طرف، مگر کان زویا پر ہی تھے۔

جبکہ احتشام اپنی کلاس ڈھونڈ رہا تھا۔

"زویا واپس گاڑی میں آجاؤ"! زمان نے حکم صادر کیا۔

زویا اس کی بات سنتی ہوئی واپسی کے لیے دو چار قدم بڑھی ہی تھی کہ چپ بلنک ہو کر بند ہو گئی۔

"نہیں! میں واپس نہیں آسکتی"!

"یہ چپ ایک رینج میں ہی 'آن' ہو رہی ہے، اگر میں واپس آئی تو یہ بند ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے سمجھ گیا۔" زمان کچھ دیر سوچ کر بولا، "یونیورسٹی کے اندر جاؤ۔"

زویا جیسے ہی یونیورسٹی کے اندر بڑھی، چپ 'آن' ہو گئی۔

"یہاں سے چپ کو سوپر سونک سگنلز مل رہے ہیں۔" زویا نے چہک کے بتایا، دائیں بائیں دیکھتی، منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔

"مطلب وہ جو کچھ بھی ہے یونیورسٹی میں دفن ہے؟"

سب زمان کی بات پر حیران ہوئے۔

"مگر یونیورسٹی ہی کیوں؟" شہیر نے سوال کیا، اس وقت وہ اکیلا تھا۔

حیدر سے بھی رہا نہ گیا، فائل پر سائن کا کہتا اس کے آفس میں آ پہنچا۔

"زویا کہاں ہو؟ ایڈمن آفس پہنچو!" احتشام جو کلاس میں موجود رنگ برنگی مخلوق دیکھ رہا تھا، گھبراتے ہوئے بولا۔

"میں بھی آجاؤں؟"

"چارلی، میں بھی جاؤں، پلیز۔۔۔"

سب اس کی بات پر مسکرائے۔

"پہلے دن ہی کلاس بنک اچھا امپریشن ہے، جاؤ۔۔۔"

زمان کی اجازت ملتے ہی، جلدی سے بیگ اٹھا کر سائیڈ پر ڈالا، انگلی کی مدد سے گلاسز سیٹ کیے اور شرافت سے باہر نکل آیا۔

چاروں ایڈمن کے آفس میں اکٹھے ہو چکے تھے۔

جبکہ زمان یونیورسٹی کے اندر نہیں آپایا تھا، اس کا حلیہ بھی اس قابل نہیں تھا کہ یونیورسٹی میں قدم رکھتا۔ وہ وہیں سے ہی سب کو سن رہا تھا۔ زویا ایڈمن آفس پہنچی اور چپ نکال کر حیدر کی طرف

بڑھائی۔ اس میں سے ایک گرین کلر کی لائٹ بلنک ہو رہی تھی، زویا نے جلدی سے ادھر سے لیپ ٹاپ لیا جو حیدر لے کر گھوم رہا تھا۔

اس میں چپ کو لگا کر ڈیٹیکٹ کرنے کی کوشش کی۔

"لوکیشن ٹریس ہو رہی ہے"!زویا نے سب کے سروں پر دھماکہ کیا۔

سب نے سکرین کی طرف دیکھا، وہاں ایک سبز رنگ کا ٹرائینگل ایرو نیچے سے اوپر بار بار بلنک ہو رہا تھا۔

"آپ لوگ جائیں، میں نے یہ کنیکٹ کر لیا ہے کمپیوٹر سے، راستہ سمجھا دیتی ہوں"!

احتشام کے ساتھ حیدر آگے بڑھا۔ حیدر نے لونگ کوٹ اتار دیا، بازو پیچھے کیے، چہرے پر ماسک سجا لیا تاکہ اسے کوئی پہچان نہ سکے۔

دونوں باہر نکل گئے۔

"دائیں طرف مڑ جاؤ، سامنے ایک دروازہ ہے، اس سے گزر کر بائیں طرف ہو جاؤ۔"

دونوں اس کے بتائے گئے راستے پر چل پڑے۔

"فٹ بال گراؤنڈ ہے وہاں؟"

"ہاں، گراؤنڈ آ گیا، اب دائیں جانب جائیں اور بڑھیں۔"

فٹ بال گراؤنڈ کے ارد گرد راہداری بنائی گئی تھی جو اونچی تھی۔

حیدر اور احتشام جہاں کھڑے تھے، ان کے سامنے سیڑھیاں تھیں، اور اس سے دس قدم آگے راستہ دو ڈیپارٹمنٹ کی طرف بٹ رہا تھا۔

"آگے کہاں جانا ہے؟" احتشام نے مائیک پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے پوچھا۔

جبکہ حیدر دو تین قدموں سے آگے کھڑا فٹ بال گراؤنڈ میں چلتا میچ دیکھ رہا تھا۔

"ڈیوائس بند ہو گئی۔" زویا کی مدھم آواز سنائی دی۔

گاڑی میں بیٹھا زمان بھی سیدھا ہوا۔

"ہو سکتا ہے، کسی اسٹوڈنٹ کو مل گئی ہو۔" زمان نے اندازہ لگایا۔

"نہیں، کسی نے ڈیوائس بند کر دی۔" زویا نے انہیں مزید جھٹکا دیا۔

"کوئی کھیل کھیل رہا ہے ہمارے ساتھ۔" حیدر کی بات پر سب کے سانس سوکھ گئے۔

"کوئی ہمیں جان کر یہاں تک لایا ہے۔ یہ سب پلان ہے۔"

"ڈیوائس پھر سے آن ہو گئی۔"

"ٹائیگر، بائیں جانب دو کمرے چھوڑ کر تیسرا کمرہ ہے، وہاں فائل شو ہو رہی ہے۔"

"حیدر، سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔" شہیر کی آواز مائیک میں ابھری جو پریشان لگ رہا تھا۔

پریشان اور فکر مند تو حیدر بھی تھا، مگر کرنا تھا۔

"جو ہو گا دیکھ لیں گے۔"

"زویا، تم نے ہیک کر لیا؟"

زویا نے شہیر کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"نہیں کیا؟" شہیر نے زویا سے پوچھا، مگر آواز سب تک گئی تھی مائیک میں گونج کر۔

"زویا! جانتی ہو اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے، are you mad?" جو کام پہلے ہونا چاہیے تھا، وہ ہوا ہی نہیں ہے اب تک۔"

زویا گھبرا گئی، وہ کسی کی بھی جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی، خود بخود آنکھوں میں نمی آگئی۔

"زمان! کوئی بات نہیں، دیکھ لیں گے، اس کی کیا غلطی ہے؟ ڈیوائس ڈیٹیکٹ کرے، راستہ بتائے یا لوکر ڈھونڈے، ایک کمپیوٹر ہے اس کے پاس، پاگل تو بنی ہوئی ہے، حوصلہ سے کام لو۔"

وہ گم گو ضرور تھا مگر غلط کو غلط کہنا جانتا تھا۔

زویا نے شہیر کو دیکھا اور آہستہ سے ہونٹ ہلا کر شکریہ کہا۔

شہیر نے آنکھیں بند کر کے جواب دیا اور پھر رخ موڑ لیا۔

جو اسے اب نہیں دیکھ رہا تھا، مائیک پر بات کر رہا تھا۔ سب حیران تھے، پہلی دفعہ زویا کی سائیڈ لے گیا تھا، ورنہ اسے زویا سے خار کھاتے ہی دیکھا گیا تھا۔

زویا نے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی۔

"میں کر رہی ہوں ہیک، چارلی۔"

"سوری گڑیا۔۔۔!"

"کوئی بات نہیں۔" زویا نے مسکرا کر جواب دیا۔

حیدر اور احتشام آگے بڑھے۔ کمرے سے چار پانچ قدموں کے فاصلے پر کوئی کمرے سے باہر نکلا اور مخالف سمت میں تیزی سے بڑھ گیا۔

"یہ کون تھا؟ یہاں کیا کر رہا تھا؟ کسی کام سے آیا ہو گا۔"

حیدر اور احتشام اس کے کپڑوں پر غور نہ کر پائے، لڑکا تھا یا لڑکی۔ روم میں پہنچ کر دائیں بائیں دیکھا، ایک طرف کمرہ تھا۔

"ٹائیگر، یہ کونسا کمرہ ہے؟"

حیدر، جس نے ابھی تک دھیان نہیں دیا تھا، اس کی طرف مڑ کر حیران ہوا۔ "یونیورسٹی کا لاکر روم ہے۔"

گرے رنگ کے لاکرز سے کمرہ بھرا پڑا تھا۔ دائیں بائیں صرف لاکرز تھے، جن پر کسی نے پینٹ کیا ہوا تھا، کسی نے سٹیکرز چسپاں کیے تھے، کچھ پلین تھے۔ زمان، زویا اور شہیر تشویش کا شکار ہوئے۔

"کس لوکر میں ہے فائل؟؟" حیدر نے بغیر وقت ضائع کیے زویا سے سوال کیا۔ زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا۔ احتشام بھی پاس موجود چابی سے ایسے ہی لاکر میں لگانے لگا تاکہ لگے وہ اپنا لاکر کھولنے آیا ہے۔

"کیمرے ہیک نہیں ہو رہے۔"

"زویا، صدمہ دینے کے علاوہ بھی کوئی بات کر لو یار۔" احتشام کی فکر میں ڈوبی آواز ابھری۔

"زویا کیا ہوا ہے؟" زمان نے سوال کیا۔ شہیر بھی زویا کی طرف بڑھا۔

زویا نے اسے سکرین پر انگلی سے کچھ لکھا ہوا دکھایا۔

جیسے ہی زویا نے کیمرے ہیک کرنے کے لیے ڈن کا کنکشن پریس کیا، ایک لائن نمادار ہوئی:

(Cameras are already hacked)

35 minutes...

شہیر نے لکھی تحریر پڑھی، اور سب نے سنی۔

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ زمان نے سر ہاتھوں میں لے لیا، جبکہ زویا کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پہلی دفعہ خوف کی لہر اس کے جسم میں سرایت کر گئی تھی۔

"کون تھا جو اس سے بھی زیادہ ذہین تھا؟"

"یہ آپکے الٹی طرف آخری لائن کی فرسٹ لوکر۔۔۔"

حیدر اس کے بتائے گئے لوکر کی طرف بڑھا، "حیران ہوا"...

"لاکر 222"...

"What??"

سب کے یہی الفاظ تھے:

"مگر یہ لاکڈ ہے۔"

"ظاہری سی بات ہے، کوئی ہمارے لیے ڈیوائس ہاتھ میں لے کر تو نہیں بیٹھا ہو گا۔"

"آؤ، اور لے جاؤ۔"

"اب کیا کریں؟"

"میں کچھ کرتا ہوں۔" شہیر کی آواز سنائی دی۔

سب خاموش ہو گئے۔

"ٹائیگر، وہاں کوڈ کی جگہ ہے؟"

"نہیں، صرف چابی ہی لگے گی۔"

"ٹھیک ہے، سب واپس آجاؤ۔" زمان نے سب کو بلا لیا۔

چاروں گاڑی میں موجود تھے اور اب شہیر کا انتظار کر رہے تھے، پتا نہیں وہ کہاں رہ گیا تھا۔

زمان ساتھ ساتھ سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کر رہا تھا۔ شہیر آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"انفارمیشن لے آیا ہوں، لاکر کسے الاٹ ہوا ہے؟

لاکر 222 دو مہینے سے بند پڑا ہے۔ اس میں ڈیوائس کیا رکھی گئی، جبکہ اس کا مالک دو مہینے سے یونیورسٹی نہیں آیا؟" سب شہیر کی بات پر حیرت زدہ ہو گئے۔

حیدر پریشانی سے ماتھا مسلنے لگا۔

"کس کا ہے یہ لاکر؟"

"تم سب کو یقین نہیں آئے گا۔" سب متوجہ ہو کر اس کی بات سننے لگے۔

"حیا سلطان سکندر۔"

"کیا؟" سب کے منہ سے صرف یہی لفظ نکل پایا، جبکہ حیدر تو یہ بھی نہیں کہہ پایا۔

"وہ دو مہینے سے گھر ہے، تو ایجنٹ کو یہی سیف لاکر لگا ہو گا۔"

سب زمان کی بات پر مطمئن ہو گئے، مگر حیدر لگاتار خاموش ہی تھا۔

"کیا سوچ رہا ہے؟"

"مجھے ان سب باتوں میں کچھ ادھورا لگ رہا ہے، تسلی نہیں ہو رہی۔" حیدر نے شہیر کو جواب دیا۔

"اب حیا کو کیسے منائیں لاکر کے لیے؟ وہ تو یونیورسٹی بھی نہیں آ رہی۔" احتشام نے پریشانی سے کہا۔

"آ چکی ہے۔۔۔"

سب زمان کی طرف گھومے، جو سی سی ٹی وی فوٹیج میں حیا کو اس آدمی سے بات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا جن پر انہیں شک تھا۔

"یہ اس آدمی سے کیا بات کر رہی ہے، پاگل لڑکی؟" حیدر نے آدھی بات ہی کی تھی اور اس کے پاس جانے کے لیے اندر بھاگا۔ اس کی جان کو خطرہ تھا۔

"کیا یہ حیا ہی ہے؟"

حیا حجاب اور عبایہ میں ہی موجود تھی۔

"دیکھا نہیں کیسے بھاگا ہے وہ؟"

سب زمان کی بات پر مسکرا دیے۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟" حیدر نے اپنے آپ کو حتی المقدور پر سکون رکھنے کی کوشش کی۔

حیا اسے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ یکدم اپنے سامنے دیکھتی دم بخود ہوئی۔

"آپ نے ڈرا دیا مجھے"!

"اور تم نے جو میری جان؟" حیدر نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر خود کو ریلیکس کیا۔ کچھ ہی پلوں میں اسے اپنے سینے میں سانس بوجھ لگ رہا تھا۔ "میرا مطلب، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

حیا نے حیدر کی طرف بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"مجھ پر نظر رکھنے کا کام ملا ہے؟ آپ جناب کو آرمی سے برخاست کر دیا گیا ہے کیا؟ ویسے بھی کوئی اچھے اثرات نہیں لگتے تھے مجھے آپ کی آرمی میں ہونے کے۔" حیا بات کرتے کرتے آگے بڑھنے لگی۔

"آپ نے مجھے پہچانا کیسے اتنی دور سے؟"

"دور سے نہیں، یہاں آکر کنفرم ہوا کہ تم ہی ہو۔" حیدر نے اب اس کے بجائے سامنے دیکھ کر جواب دیا۔

"کیسے؟" حیا جاننا چاہتی تھی، وہ اسے کیسے پہچان لیتا تھا۔

"تمہارے حجاب کی وجہ سے۔ یہ تمہیں سب سے الگ بناتا ہے۔"

حیا اس جواب پر حیران ہوئی۔ حیدر بھی اپنے جواب پر حیران تھا۔

اسی پرانی ڈیپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے سامنے موجود تھی۔

وہ آدمی اور اس کے ساتھ دو اور بعد میں اسی طرف آتے دکھائی دیے۔ حیدر نے حیا کا ہاتھ پکڑا اور اسے بلڈنگ کے اندر لے گیا۔

"سب ٹھیک ہے، میرے پیچھے کوئی نہیں آئے گا۔"

حیدر بلوٹوتھ دائیں ہاتھ کی انگلی رکھتے ہوئے حکم صادر کرتا، بلوٹوتھ آف کر گیا۔

بائیں ہاتھ میں حیا کی کلائی قید تھی۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟ سنا تھا آرمی والے پاگل ہوتے ہیں، آج دیکھ بھی لیا۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔"

"منہ بند اور چلو۔" حیدر اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا تھا۔

خستہ حال بلڈنگ، خراب دیواریں، جگہ جگہ ٹوٹی چیزیں بکھری تھیں۔ چونا گرا ہوا تھا۔

حیدر نے کمرے میں آکر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور باہر دیکھنے لگا۔ وہ لوگ اسی طرف آرہے تھے۔ حیا نے بھی آگے ہو کر جھانکنا چاہا۔

حیدر نے بازو کی دیوار بنا کر اسے آنکھوں سے واپس پیچھے جانے کا اشارہ کیا۔

حیا پیر پٹکتی واپس پیچھے ہو گئی۔

"آپ مجھے یہاں نہیں روک سکتے!" تنگ آ کر آخر بول ہی پڑی۔

"اسے روکنا نہیں، جان بچانا کہتے ہیں پاگل لڑکی۔"

حیدر گن نکالتا اس کی طرف بڑھا۔ "اگر اب تمہاری زبان بند نہ ہوئی تو میں تمہاری جان نکال لوں گا۔"

حیا آنکھیں پھاڑے کبھی حیدر کو، کبھی گن کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ مجھے یوں دھمکا نہیں سکتے"!

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ تم جانتی نہیں مجھے۔" حیدر نے گن واپس رکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے 'جاننا' بھی نہیں ہے، بس 'جانا' ہے۔"

"اچھا بھی یہی ہے تمہارے لیے۔" حیدر نے دوبدو جواب دیا۔

"یہ لوگ کون ہیں؟" حیا جو پھر سے دو قدم آگے بڑھی تھی، تین لوگوں کو دیکھتی ڈر کر پیچھے ہوئی۔

حیدر اس کو دیکھ مسکرایا۔

تینوں آپس میں بات کر رہے تھے۔

"دو ڈیپارٹمنٹ میں چھٹی ہے، ایک ڈیپارٹمنٹ ہی بچا ہے، اس میں کوئی نیا مال نہیں آیا۔ ورنہ اس کو اٹھا لیتے۔"

"یہ کس مال کی بات کر رہے ہیں؟ کس کو اٹھانا ہے؟"

"تمہاری بات ہو رہی ہے۔"

"استغفار اللہ! میں کوئی مال تھوڑی ہوں"! حیا نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔ اس کے اس طرح کہنے پر حیدر کو ہنسی آئی۔

"سچ تمہاری بات ہو رہی ہے۔ تم ملی تھی نا اس آدمی سے۔"

حیدر کو وہ ڈری ہوئی اچھی لگ رہی تھی۔

تینوں باتیں کرتے واپس چلے گئے۔

حیدر بھی پر سکون ہوتا اب کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔

"رکیں!" حیا نے اس کا بازو تھام لیا۔ "پلیز، مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں!" وہ التجائی ہوئی۔ حیا سچ میں ان کی باتیں سنتی ڈر گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا، یہاں شالامار باغ سمجھ کر گھومتی پھرو۔" ابھی کیا عرض کر رہی تھی تھوڑی دیر پہلے؟

"جانا نہیں، بس جانا ہے؟ وہ رہا دروازہ، جاؤ اب۔" حیدر بازو چھڑوا کر غصے سے گویا ہوا۔

"آپ ہمیشہ سے ہی بے حس ہیں؟"

حیدر نے یک دم اس کی طرف دیکھا، اسے لگا اس کے پیچھے وہ لفٹ والی حیا کھڑی ہے۔

"لڑکی، اپنی حد میں رہو۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" حیدر اب دل کو اور حیا کو مزید کوئی بھی امید نہیں دینا چاہتا تھا، اس لیے پتھر ہونا لازم جزو تھا۔

"آپ سے برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ آپ کو آخر مسئلہ کیا ہے؟ کیوں ہر بار میری توہین کرتے ہیں؟ کیوں آئے تھے یہاں؟ کیوں آپ کے چہرے پر بے چینی تھی؟ کسی کے کھونے کا ڈر کیوں دکھائی دے رہا تھا؟"

حیدر رخ موڑ گیا۔

"توہین؟ اس کا مطلب جانتی ہو؟" حیدر استزائیہ ہنسا۔

اس کی مسکراہٹ پر حیا کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"آپ ہمیشہ جان کر میرا دل دکھاتے ہیں نا، جیسے کسی نے قسم دی ہو۔"

حیدر اس کی بات پر رخ موڑ گیا۔ آنکھیں کرب سے میچ لیں۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"تو چہرہ کیوں پھیر لیا آپ نے تاکہ آپ کے دل میں لکھی تحریر آپ کی آنکھوں میں نہ پڑھ لوں؟"

"سنو، لڑکی۔"

"پتا ہے مجھے کہ میں لڑکی ہوں، مگر لڑکی کا نام بھی ہے؟ حیا سلطان سکندر۔" حیا فخر سے بولی۔

"ہہہم۔۔۔یہی مجھے پسند نہیں۔" حیدر کہہ کر چلا گیا۔

"بہت جلد سب حساب دینے ہوں گے۔" حیا وہیں کھڑی رہی، جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

حیدر واپس ان کے پاس پہنچا۔

سب شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے ارد گرد ہو گئے۔

حیدر نے آبرو اچکا کر سب کو دیکھا، جو اس کے بولنے کے منتظر تھے۔

"سیف ہاؤس چلو۔"

سارے اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

زمان اور شہیر نے سوال کر ہی لیا۔

"کیا کہا حیا نے؟"

"میں اسے کچھ کہنے گیا تھا؟" دماغ حیا کی باتوں میں الجھا تھا۔ "بات نہیں ہوئی۔"

"مائک تو ایسے ڈسکنکٹ کیا جیسے تم دونوں کی باتیں کسی اور کو نہیں سننی چاہئیں۔" زمان بھی کہاں کم تھا۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔"

"اتنا وقت نہیں ہے، تو اسے پروپوز کر۔ پھر تم دونوں کی شادی ہو اور اس وقت تو اس سے پوچھو، حیا جی، لاکر کی چابی کہاں ہے؟"

زمان کی بات پر حیدر کو جھٹکا لگا۔

"شٹ۔۔۔"

حیدر کے اچانک زور سے ڈیش بورڈ پر ہاتھ مارنے پر زمان حیران ہوا۔

"میں نے اس سے لاکر کی بات کی ہی نہیں، اور اسے چار باتیں اور سنا کر آ گیا۔"

"گئی بھینس پانی میں۔" زمان نے تاسف سے سر ہلا کر محاورہ بولا۔ "ویسے تُو نے اسے سنایا یا اس نے تجھے؟"

حیدر اس کی بات پر حیران ہوا۔

"میں نے بس اتنا ہی سنا، جو وہ تجھے کچھ کہہ رہی تھی، اسے چھوڑ کر نہ جا۔"

حیدر نے اس کی کمر پر زوردار مکا دیا۔

دونوں قہقہہ مار کر ہنسے۔

"مجھے پتا نہیں کیوں لگتا ہے، حیا کی یادداشت واپس آگئی ہے۔" زمان نے اندازہ لگایا۔

"مگر مجھے ایسا نہیں لگتا؟"

زمان نے حیدر کو دیکھا۔ حیدر نے زمان کو دیکھا۔

"اس کی یادداشت گئی ہی نہیں۔"

زمان نے جھٹکے سے گاڑی کو بریک لگا دی۔

اس اچانک بریک سے شہیر کی گاڑی ان کے ساتھ ٹکراتے بچی۔

حیدر نے شیشے سے ہاتھ باہر نکال کر انہیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"حوصلے سے اور آرام سے، ایسے بتایا کر۔ ابھی تینوں میرے نیچے آجاتے۔"

حیدر اس کی بات پر مسکرا دیا۔

حیدر نے اشارے سے شہیر کو آگے جانے کا کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سب سیف ہاؤس پہنچ چکے تھے۔ کچھ دیر کے لیے سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کی غرض سے چلے گئے۔

زمان نے فون لیا، ٹیرس کا دروازہ کھولا اور باہر کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ آہستہ آہستہ شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔

دو بیل کے بعد نینا نے فون اٹھا لیا۔

"السلام علیکم"!

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں؟"

زمان کی آواز سن کر نینا کا دل دھڑکا۔

"الحمدللہ، ٹھیک ہوں۔ آپ بتائیں، جس کام کے لیے گئے تھے، ہو گیا؟"

"چل رہا ہے، آپ دعا کریں۔"

نینا نے چہرہ جھکا کر مسکرا دی۔

"آپ کو کچھ بتانا تھا؟" نینا کو اچانک کچھ یاد آیا۔

"بتائیں؟ آپ کو سننے کے لیے ہی تو فون کیا ہے۔" زمان ٹیرس کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے، آنکھیں موندے کھڑا تھا۔

"میں بابا کی طرف آگئی تھی صبح۔ ماں نے کہا جب تک زمان نہیں آتے، میں وہیں رہوں۔"

"یہ تو بالکل ٹھیک کیا آپ نے۔ میں بھی اب فکر مند نہیں ہوں۔ پوری رات آپ بے چین تھیں۔ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئیں۔ اور میں جانتا ہوں، میرے آنے کے بعد تو بالکل بھی سو نہیں پائی ہوں گی۔"

نینا کی آنکھیں خود بخود نم ہو گئیں۔

"نین؟ سن رہی ہیں؟"

"جی۔"

"کیوں رو رہی ہیں، یار؟"

نینا اس کی بات پر حیران ہوئی۔

"اب آنکھیں بڑی بڑی کیے، حجاب کو بل دینا بند کریں۔" اس کی بات پر نینا کے ہاتھ ساکن ہو گئے۔

"آپ مجھے جادوگر کہتے ہیں، اور آپ خود کیا ہیں؟"

"نینا کا زمان۔"

نینا اس کی بات پر ہنس دی۔

"مسکراتی رہا کریں۔ جو بہتر لگے، وہ کریں۔ شادی ہوئی ہے آپ کی، کسی قید میں نہیں آئی ہیں کہ ہر بات مجھ سے پوچھیں۔" زمان اس کی بات کی وجہ جان گیا تھا۔

"چاہے ہماری لو میرج ہوئی ہے، مگر جانتا ہوں حقیقتاً انجان ہی ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے میں وقت درکار ہے۔ میں آپ کو خود سے علیحدگی کے فیصلے کے علاوہ سارے اختیارات دیتا ہوں۔"

کوئی اس وقت دل میں گھر کر لیتا ہے، اور کوئی قسمت سے سمجھوتا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔" نینا نے پورے وثوق سے کہا۔

"ان شاء اللہ۔" زمان مسکرایا تھا، آسمان کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں رب کا شکر گزار تھا۔

"آپ کو ہر بات کی آزادی ہے، مجھے جو قید کر لیا ہے آپ نے؟"

نینا اس کی بات پر حیران ہوئی۔

"میں نے تو قید نہیں کیا آپ کو۔ دیکھیں، آزادی سے گھوم رہے ہیں۔"

"نہیں یار، سب تو وہیں چھوڑ آیا ہوں، بس جسم کا بوجھ لیے گھوم رہا ہوں۔"

"ایسے نہیں کہتے۔ جلد ملیں گے۔ آپ کامیاب ہو کر لوٹیں۔ میں دعا کروں گی۔"

"ان شاء اللہ۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ ہو سکتا ہے اب رابطہ نہ ہو پائے۔"

نینا اس کی بات پر حیران ہوئی۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟" نینا کی دھڑکن بڑھی۔

زمان نے فون بند کرنے سے پہلے نینا کو تسلی دی،

"فون ٹیپ ہونے کا خدشہ ہے، پریشان نہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے، اپنا خیال رکھیے گا۔ بیگ میں پین کلر رکھی تھی، لے لیجیے گا یاد سے۔"

"جو حکم آپ کا۔"

نینا اس کی بات پر مسکرادی۔ اس کا دل بے چین تھا، جیسے دوبارہ زمان سے بات نہ کر پائے گی۔

"آپ ٹھیک ہیں نا؟"

"آپ سے بات کے بعد اب بالکل فریش ہو گیا ہوں۔"

"میرے لیے اپنی حفاظت کریں، اتنی بھی بہادر نہیں ہوں۔"

"فی امان اللہ۔"

نینا نے رابطہ منقطع کر دیا۔

"شیرنی ہو میری، رونا مت۔" زمان نے فون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نینا کے آخری الفاظ میں رندھاپن صاف جھلک رہا تھا۔

زمان بالوں میں ہاتھ پھیر کر جیسے ہی واپس مڑا، اسے اپنے بازو پر ایک ریڈ ڈاٹ نظر آیا۔

زمان نے فوراً پوزیشن بدل لی، اور گولی کھڑکی کے شیشے کے آر پار ہو گئی۔

شیشہ ٹوٹنے کی آواز سردی کی خاموشی میں گونج اٹھی، سب چونک کر جاگے اور زمان کے کمرے کی طرف دوڑے۔

زمان جلدی سے جیکٹ پہنتا ہوا سائیڈ ٹیبل سے گن نکال کر نیچے کی طرف بھاگا۔

جو لوگ اس کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے، اسے افراتفری میں نکلتے دیکھ کر مزید گھبرا گئے۔

"احتشام! تم زویا کو لے کر اوپر ہی رہنا۔ مائیک کنیکٹ کر لو۔ کسی نے گولی چلائی ہے"! زمان نے ہدایت دی۔

"میں آرہا ہوں"!

حیدر اور شہیر جلدی سے اپنے کمرے سے گنز لے کر زمان کے پیچھے لپکے۔ یہ اچانک حملہ سب کو حیران کر گیا تھا۔

" کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہمارے اتنے مشنز میں کوئی سیف ہاؤس تک پہنچے"!

تقریباً 10 سے 15 منٹ بعد تینوں واپس آئے۔

احتشام اور زویا نے انہیں دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

"دماغ میں کیسے کیسے خیالات آرہے تھے!" زویا نے گہری سانس لی۔

"ان کے پاس ایسے ہتھیار نہیں ہیں جو اس حملے میں استعمال ہوا۔ جو بھی تھا، میرے چوکنا ہونے پر پیچھے ہٹ گیا۔" زمان نے تفصیل دی۔

"مگر اس نے گولی کیوں چلائی؟" زویا نے بے چینی سے سوال کیا۔

"وہ ہمیں صرف ڈرا رہا تھا۔ کسی کی نظر ہم پر آ گئی ہے۔ اس بار کہاں چوک ہوئی؟" زمان نے غصے سے دیوار پر زور سے مکا مارا۔

"اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں، مگر ہمیں الرٹ رہنا ہوگا۔" حیدر نے پرعزم لہجے میں کہا، "خون بہانا پڑے تو بہائیں گے۔ دھرتی پر قربان ہو جائیں گے، مگر اب انہیں ان کے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے"!

اتنے میں احتشام کچن سے باہر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پولی تھین بیگ تھا جس میں گولی موجود تھی۔

"یہ سنیپر رائفل سے فائر کی گئی ہے۔ اس گولی کی لمبائی تقریباً 2.015 انچ ہے، اور رینج 1500 سے 2000 میٹر ہے۔" احتشام نے تفصیلات بتائیں، وہ اسلحے اور بلٹس کا ماہر تھا۔

حیدر، زمان، اور زویا اس کی معلومات پر حیران رہ گئے۔

"مگر اگر مارنا نہیں تھا تو فائر کیوں کیا؟"

"یہ ہمیں جھٹکا دے کر سیدھا وارننگ دینے کے لیے تھا کہ اپنے قدم واپس لے لو۔" حیدر نے تفصیل سے سمجھایا۔

"اگر یہ گولی مجھے مارنے کے لیے ہوتی تو میں سیدھا زمین پر گرتا، اور میرا سر ایک طرف۔ یہ نیا ورژن سنیپر رائفل کا استعمال ہوا ہے، اور گولی کا سائز دیکھو۔ بہت سے لوگ اس میں شامل ہیں جو یہ گنز امپورٹ کر رہے ہیں۔ یہ گنز پاکستان میں بہت کم ہیں، اور اگر ہیں بھی تو آرمی یا نیوی کے پاس۔"

"کچھ لوگ اپنے عہدے کا غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔" حیدر نے کہا۔

"یہ بہت بڑی گیم لگ رہی ہے۔ ہمیں جلد ایکشن لینا ہو گا۔" زمان نے مشورہ دیا، "زویا کو ہاسٹل شفٹ کر دیتے ہیں۔ ہم خود ہوں تو اتنی ٹینشن نہیں رہے گی۔"

سب اس کی بات سے متفق نظر آئے، سوائے زویا کے۔

"نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ مجھے پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہیں سکھایا گیا، نہ ہی چھپ کر بیٹھنا۔ اگر موت نے آنا ہے تو اسے سامنے سے قبول کروں گی، نہ کہ بزدلوں کی طرح!"

"زویا کی بات بالکل صحیح ہے۔ ہم یہی رہیں گے۔ ہم اکٹھے ہیں، یہی ہماری طاقت ہے۔ پہلے چار تھے، اب ہاتھ بنا ہے اور اس مٹھی میں ہم سب کی طاقت ہے۔ دشمن پر اس ہاتھ کا ایک وار کافی ہے۔ کوئی کہیں نہیں جائے گا، ہم یہی رہیں گے۔ دشمن کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات بھی کریں گے اور اس کو منہ توڑ جواب بھی دیں گے۔"

زمان نے اپنا سیدھا ہاتھ آگے کیا۔ شہیر نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد حیدر، احتشام اور زویا نے بھی۔

"بالکل۔۔۔ ہم سب ساتھ رہیں گے ہمیشہ۔ کوئی ہماری طاقت نہیں توڑ سکتا۔ میں کل نینا سے بات کروں گا، وہ حیا کو سمجھا کر چابی لے لے۔ کچھ کر لیں گے ان شاء اللہ۔ حیا سمجھدار ہے۔"

"ڈائریکٹ بات کر لیتے ہیں۔" زویا نے مشورہ دیا۔

"نہیں،" حیدر نے فوراً ٹوکا۔ "نہیں گڑیا، ہم زیادہ لوگوں کو اس کھیل میں شامل نہیں کر سکتے۔۔۔ جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

نہیں، ہم یہ رسک نہیں لے سکتے۔"

"حیدر صحیح کہہ رہا ہے، میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔" شہیر کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"کل یونیورسٹی میں بتاؤں گا،" وہ جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ "میں کھانا لے کر آتا ہوں۔" اس کی آواز سنائی دی۔

"یار، یہ سسپنس کریٹ مت کیا کرو۔ مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔۔۔" احتشام کی بات پر سب مسکرا دیے۔

"سارے کام پر لگ جاؤ، جب تک شہیر نہیں آتا، چلو سب میٹنگ روم میں۔۔۔"

شہیر باہر کی طرف بڑھ گیا، جبکہ باقی سب میٹنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ سب کمپیوٹر پر کام کر رہے تھے۔ حیدر کو میسج موصول ہوا۔ صرف اسی کا فون آن تھا۔ میسج کی نوٹیفکیشن سے سب حیران ہوئے۔

سب نے کاٹ کھانے والی نظروں سے حیدر کو دیکھا۔

"تو یہ ہے فساد کی جڑ۔۔۔ اس کی وجہ سے وہ ہم تک پہنچے۔۔۔ اسٹرکٹ آرڈرز تھے کہ فون آن نہیں ہوں گے۔۔۔ اور تو اتنا سمجھدار ہو کر بھی اتنی بڑی غلطی کر دی۔۔۔"

حیدر نے زمان کی ڈانٹ سنتے ہوئے کان کھجایا، مگر میسج پڑھتے ہی اس کے ہاتھ رک گئے۔

اس کے یوں ساکت ہونے پر سب حیران ہوتے ہوئے اس کے قریب آئے۔

میسیج ایک آڈیو نوٹ تھا:

"کیسے ہو، میجر حیدر عرف ٹائیگر۔۔۔"

حیدر کے دماغ میں وہی آواز گونجی۔۔۔ان کے آخری مشن کی۔

"شیخ سوری۔۔۔"

سب حیران تھے۔ حیدر کے ساتھ ساتھ سب نے آواز پہچان لی۔

"مگر وہ تو ہمارے سامنے مرا تھا۔۔۔"زویا آہستہ سے بولی، مگر سب ہی تذبذب کا شکار تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟ کون ہوں میں؟ جسے تم نے مارا تھا، وہ؟ یا جسے میں نے مارا؟ سر کیسے ہیں؟ زمان سر ٹھیک ہیں؟ شادی کی مبارکباد نہیں دے پایا۔۔۔ مبارک ہو۔۔۔"

"علی۔۔۔" چاروں نے ایک ساتھ کہا۔

بہت اونچی اونچی ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم؟ یہ بیہودہ کھیل بند کرو اور سامنے آؤ"! حیدر غصے سے دھاڑا۔

"اتنی بھی جلدی کیا ہے، میجر حیدر یوسفزئی؟ یہی نام ہے نا اصل تمہارا؟ چلو، ایک اور مشکل آسان کر دیتا ہوں۔ یہ جو حملہ ہوا ہے، میں نے ہی کروایا ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ نشانہ خراب تھا۔۔۔ ہمارے شارپ شوٹر کا نشانہ چوکا نہیں۔۔۔ آرڈرز ہی اتنے تھے۔۔۔ مگر۔۔۔ اگر تم سب نہ رکے تو ایک ایک کا سر الگ ہو گا دھڑ سے۔۔۔

"Choice is yours...

چاروں پاگل ہو رہے تھے، غصے میں بے قابو۔

پہلی بار دشمن ملا تھا ٹکر کا۔

"اچھا، ایک بات بتانا بھول گیا۔۔۔ وقت سے پہلے ہوش میں آ جاؤ تم سب۔۔ میجر صاحب تو سب کچھ گنوا چکے ہیں۔۔۔ بیچارا۔۔۔ اپنے ماں باپ کا آخری پل بھی نہ دیکھ سکا۔۔۔ بچا تا کیسے۔۔۔ بہت برا ہوا، میجر۔۔۔ آؤں گا کبھی فری ہو کر افسوس کرنے۔۔۔" مقابل پھر مکروہ ہنسی ہنسا۔۔۔ آگ لگانے والی ہنسی۔۔۔

حیدر نے موبائل اٹھا کر جیسے ہی پھینکنے لگا، زمان نے وقت رہتے روک دیا۔

زمان نے موبائل احتشام کی طرف بڑھایا۔

"یہ ابھی فورینسک لیب لے کر جاؤ، آڈیو کی ڈیٹیل چاہیے۔"

حیدر نے خون اگلتی آنکھوں سے زمان کی طرف دیکھا۔ زمان کو اس کی آنکھوں سے خوف آیا۔ وہ غصے میں بہت برا تھا، اور زمان نے اس کے غصے میں رکاوٹ ڈالی تھی۔

"سوری، حیدر۔۔۔ مگر یہ ثبوت نہیں گنوا سکتے تھے،" زمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

حیدر وہیں دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ زویا اور احتشام جا چکے تھے۔

"یہ سب آپس میں جڑا ہے۔ کڑیاں پھر سے ماضی سے جڑ رہی ہیں۔ پہلے ماضی چھاننا ہو گا، اس کے بعد ہم آج کے مسئلے حل کر پائیں گے۔"

حیدر کے دماغ میں سلطان سکندر کا خیال آیا، مگر وہ ان سے سوال کرنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا۔ اگر وہ انسان دشمن ہوا تو زمان کی جو زندگی ابھی صحیح طرح شروع بھی نہیں ہوئی، تباہ و برباد ہو جائے گی۔ ورنہ وہ اسی وقت اس شخص کو کٹہرے میں کھڑا کر سوال کر سکتا تھا۔

"بتائیں، اس نے کیوں دھوکہ دیا اپنے بچپن کے دوست کو؟ کیوں مروایا اسے؟ کیوں اس کا بچپن چھین لیا؟ اسے یتیم اور بے گھر کر دیا۔۔۔ کیوں؟"

"حیدر۔۔۔" زمان نے اسے ہلایا۔

"اب وقت آگیا ہے۔۔۔ سچائی سے پردہ اٹھانے کا۔"

"کیا بول رہا ہے؟"

۔۔۔ حیدر بڑبڑاتا جارہا تھا۔

"سلطان سکندر۔۔۔؟"

اس کے الفاظ پر زمان کے ہاتھ رک گئے، حیدر بھی خاموش ہو گیا۔

"کیا۔۔۔ کیا، کیا ہے انہوں نے؟" زمان نے مشکل سے لفظ ادا کیے۔

"میرے باپ کا قاتل ہے وہ۔۔۔"

"اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتا ہے؟ تیری غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے نا؟"

شہیر واپس آچکا تھا۔

حیدر کھڑا ہوا۔

"بتانا۔۔۔" زمان کی دماغ کی نسیں تن چکی تھیں۔

تو کیا، وہ اپنے یار کے گناہگار کے ساتھ رشتہ جوڑ گیا تھا؟

"میں نے پرائیویٹ ایجنٹ سے پتا کروایا تھا۔"

"کیا پتا؟ وہ ایجنٹ بکاؤ ہو؟" زمان نے اسے سمجھایا۔

"ٹھیک ہے، وہ بکاؤ تھا مگر مجھے کچھ چیزیں ملی ہیں۔ بابا کا بینک اکاؤنٹ اب تک اس انسان کے پاس ہے۔ اور مجھے یاد ہے، بہت اچھے سے یاد ہے، بابا کے اس دن حادثے سے پہلے وہ ملنے بھی آئے تھے۔ میں فون پر تھا جب بابا نے بتایا۔"

"تو ڈائریکٹ بات کر، پوچھ ان سے کیا سچ ہے، کیا جھوٹ؟"

"تیرے خیال سے میرے پوچھنے پر طوطے کی طرح سچ بولنے لگ جائیں گے؟ کبھی نہیں۔"

"حیدر، مجھے وہ اس طرح کے نہیں لگتے۔۔۔ تو غلط فہمی کا شکار ہے۔"

"کاش میری غلط فہمی ہو۔۔۔ کاش! ایک دفعہ وہ علی کی فائل ہاتھ آ لے، دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"کہاں ہو یار سب؟ کب سے بلا رہا ہوں۔۔۔" شہیر ڈھونڈتا میٹنگ روم میں آیا۔

"کیا ہوا ہے؟ ایسے کیوں ہکا بکا کھڑے ہو جیسے بھوت دیکھ لیا ہو؟"

اسی وقت کسی کا فون میسیج موصول ہوا۔ حیدر کو، شیخ سوری اور علی دونوں تھے آڈیو نوٹ میں۔

تینوں اب باہر کچن کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"شیخ سوری۔۔۔ اس کی تو کافی خبر چلتی رہی تھی۔ وہ زندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور علی۔۔۔ وہ ہمارے سامنے شہید ہوا"!

"ہم اس لیے بھیجے ہیں احتشام اور زویا کو، فورینسک لیب رپورٹ لینے۔"

تینوں بیٹھے ہی تھے کہ وہ دونوں بھی آ گئے۔

تینوں حیران ہوئے۔

"اتنی جلدی؟"

"رپورٹ ملی کہ نہیں؟" حیدر، جو کب سے خاموش بیٹھا تھا، ان کی طرف بڑھا۔

"جی سر، مل گئی۔ سب سے پہلے اپنا کام کروایا اور جلدی سے آ گئے۔"

"Good..."

"اب تو ہمارا ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔"

"بالکل۔"

"کیا ہے رپورٹ میں؟"

احتشام نے رپورٹ حیدر کی طرف بڑھائی۔ شہیر اور زمان بھی آ چکے تھے ان کے پاس۔

"آڈیو نوٹ فیک ہے۔ آواز کا استعمال کیا گیا ہے، اور اس طرح سے آڈیو کی ایڈیٹنگ کی گئی ہے کہ بالکل اصلی لگے۔ اور میسج کمپیوٹرائز تھا۔ اس وقت سینڈ نہیں کیا گیا بلکہ پہلے سے حملے کے بعد کی ٹائمنگ کے حساب سے آٹو پر سینڈ کیا گیا ہے۔"

"مطلب، بہت صفائی سے دشمن نے جال بچھایا ہے۔"

"جی سر۔۔" زمان کی بات پر احتشام نے تصدیق کی۔

"میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" حیدر کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"کچھ کھا لو پہلے۔"

"نہیں، بھوک نہیں ہے۔۔۔ بعد میں کھا لوں گا۔"

سب سمجھ چکے تھے کہ وہ دسٹرب ہے۔ سب نے اسے وقت دیا۔ کھانا کھانے کے بعد زمان بھی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آج کا دن واقعی تھکا دینے والا تھا، ایک طویل دن۔ شہیر نے احتشام اور زویا کو اشارہ کیا۔

"زمان! کچھ دیر باہر سے ہو کر آتے ہیں۔"

زمان نے مڑ کر آبرو اچکا کر پوچھا۔

"ایسے ہی واک کرنے؟ زیادہ کھالیا؟" احتشام نے پیٹ پر ہاتھ رکھا۔

"جہاں بھی جا رہے ہو، کامیاب ہو کر لوٹنا۔"

تینوں اسے دیکھ کر مسکرائے۔

"ویسے ہم جا کہاں رہے ہیں؟" زویا نے سوال کیا۔

"یونیورسٹی۔"

"مگر اس وقت یونیورسٹی بند ہو گی؟" زویا نے پھر سے سوال کیا۔

"اسی لیے تو جا رہے ہیں۔ چلو، زیادہ وقت نہیں ہے، حیدر کے اٹھنے سے پہلے واپس لوٹنا ہے۔"

احتشام اور زویا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"لیپ ٹاپ بھی رکھ لو، ساتھ لے لو۔" شہیر نے زویا کو یاد دلایا۔ "مین کام تو اسی کا تھا۔"

تینوں اب گاڑی میں یونیورسٹی کے سامنے موجود تھے۔

"آ تو گئے ہیں، مگر لاک کھولیں گے کیسے؟"

"ایسے؟" زویا اور احتشام شہیر کے پاس چابیوں کا گچھا دیکھ کر حیران ہوئے۔

"یہ آپ کے پاس کیسے آئیں؟ اور وہ بھی اتنی زیادہ؟" زویا ایکسائیٹڈ ہو کر چابیاں اس سے جھپٹ لیں۔

شہیر اس کی حرکت پر حیران ہوا۔

"کبھی، کبھی یقین نہیں آتا، تم آرمی میں کیسے ہو؟"

احتشام بھی اس کی بات پر مسکرا دیا۔

"خبردار! میری بیگم کا مذاق اڑایا تو۔ تمہیں ہیک کر کے بتائے گی کہ آرمی میں کیسے آئی!"

زویا کا منہ کھل گیا۔ اسے لگا احتشام اس کی سائیڈ لینے والا ہے؟ زویا نے احتشام کو چٹکی کاٹی۔

"اوئی۔۔۔ چلو، بہت ہو گئی ہنسی مذاق، اب ایکشن کا وقت ہے۔ تم کیمرے ہیک کرو۔۔۔ سب اور بلوٹوتھ لگالو۔"

زویا نے بلوٹوتھ لگایا۔ شہیر اسے کام سمجھاتا ہوا احتشام کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ یونیورسٹی کے بیک سائیڈ سے آئے تھے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔

"بڑے آئے۔۔۔ ہر وقت آرڈرز دیتے رہتے ہیں، آرام سے بات کرنی تو آتی نہیں۔۔۔ تمہیں آرمی میں کس نے لے لیا؟" زویا نے غصے سے کمپیوٹر آن کرتے ہوئے منہ بناتے شہیر کی نقل اتاری۔

"زویا بیگم، بلوٹوتھ سب کے ساتھ کنیکٹ ہو چکا ہے۔" احتشام کی آواز کانوں میں پڑتے ہی زویا کی سانس رکی، جبکہ شہیر مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔

"کیمرے ہیک ہو چکے ہیں۔ کیمروں میں پرانا ویڑن ہی شو ہو رہا ہے، ریپیٹ پر۔"

"اوکے، گُڈ۔۔۔"

"ویسے یہ چابیوں کا راز نہیں بتایا، میجر؟" احتشام نے آگے بڑھتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے یاد آیا، غلطی سے میں ہی ایڈمنسٹریشن میں ہوں، تو سب ڈیٹیل میرے پاس ہونی چاہیے۔ جب کھانے کا کہہ کر آیا تو سیدھا یہیں آیا اور جو سوچا، وہی ہوا۔ سب میرے انڈر ہی تھا۔ علی جانتا تھا کہ یہ کام ہم اتنی آسانی سے کر سکتے ہیں، مگر ہم ہر کام کو مشکل طریقے سے پہلے سوچتے ہیں، آسان طریقہ بعد میں۔ مجبوری ہے، ہمارا کام ہی ایسا ہے۔"

"یہ تو صحیح کہا ہے۔"

"چلو، جو بھی ہوا، کامیاب ہو کر لوٹیں گے، ان شاء اللہ۔" تینوں نے یک زبان کہا۔

کچھ منٹوں میں وہ ایک لکڑی نما باکس ان کے ہاتھ میں تھا۔ شہیر اور احتشام نے شکر ادا کیا اور جلدی سے باہر نکل آئے۔

"یہ کام اتنا آسان تھا، یقین نہیں ہوتا۔"

"ڈونٹ انڈر ایسٹیمیٹ دا پاور آف آرمی مین۔"

تینوں مسکرائے۔ سچ میں خوش تھے، بہت وقت بعد ان کی مرضی کا کام ہوا تھا، جس میں وہ کامیاب بھی ٹھہرے تھے۔ تینوں گاڑی میں موجود، واپسی کی طرف رواں دواں تھے۔ اڑ کر اب سیف ہاؤس پہنچنا چاہتے تھے۔ ڈر بھی تھا، کہیں کوئی نظر نہ رکھے۔

"احتشام، تھوڑی اور تیز گاڑی چلاؤ!" زویا دائیں بائیں دیکھ کر پریشانی سے بولی۔

"کچھ نہیں ہوتا، زویا۔۔ پریشان نہ ہو۔ مجھے نہیں لگتا کہ ان کو اس باکس کے بارے میں پتا ہے۔"

"آڈیو نوٹ سنا تھا نا؟ اسے سب معلوم تھا۔ اس نے ہمارے ایک، ایک کام کے ہنٹ دیے۔ اسے یہی لگا

کہ وہ علی کو مار کر ہم تک انفارمیشن روک چکا ہے، مگر وہ جتنا بھی شاطر ہو، ہمارے آگے ہمیشہ ہار کا ہی سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور آگے بھی اس کے مقدر میں مات ہی لکھی ہے۔"

گاڑی رکی۔ وہ تینوں سیف ہاؤس کے باہر کھڑے تھے۔ تینوں اوپر کی طرف بڑھے، چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ ایک معرکہ انجام دیا تھا۔ حیدر اور زمان سے شاباشی بھی لینی تھی۔ حیدر اور زمان انہی کے انتظار میں باہر ہی ٹی وی لاؤنج میں کھڑے تھے۔

تینوں انہیں دیکھ کر حیران ہوئے۔

"آپ دونوں تو سو گئے تھے، یہاں کیا کر رہے ہیں؟" زویا نے حیرانگی سے سوال کیا۔ شہیر اور زمان بھی حیران تھے۔

"اتنا اونچا بولتے ہو، کوئی سو سکتا ہے بھلا؟ کان درد کرنے لگ گئے یار۔" حیدر نے کان میں انگلی گھماتے ہوئے کہا۔

جبکہ تینوں منہ کھولے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا کہا تھا گڑیا؟ سچ میں، میجر، پتہ نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے۔۔۔ اور یہ کشمیری شوہر، گڑیا کو یاد دلاتا، خود کیسے بھول گیا کہ ہم سب کا مائک اکٹھے کنیکٹ ہوتا ہے!" زمان نے احتشام کا کان کھینچا۔

"اوہ۔۔۔ شٹ"!

"تم تینوں کو کیا ہم دونوں بے وقوف لگتے ہیں؟ تم لوگ گاڑی میں واک کرنے نکل جاؤ گے اور ہمیں شک نہیں ہو گا؟"

حیدر اور زمان ان تینوں کے ارد گرد چکر کاٹ رہے تھے۔ زمان نے واک کو کھینچا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی یار۔۔۔"شہیر نے وہ ڈیوائس میز پر رکھی۔ احتشام اور زویا بھی منہ بنا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ حیدر اور زمان ان تینوں کو دیکھ کر مسکرائے۔

"ویسے، کام اچھا کیا ہے تم تینوں نے۔ "Good Job Alpha Team!

"چلو، اب چہروں کے گندے گندے زاویے نہ بناؤ۔ آؤ، دیکھیں اس میں سے کیا خزانہ نکلتا ہے۔ تم سب کی اتنی محنت کے بعد۔۔۔"حیدر نے وہ باکس اٹھا لیا۔

"یہ تو ایک انٹیک باکس ہے، مگر اس کو کھولنا کیسے ہے؟"حیدر نے الٹ پلٹ کیا۔

"زویا، دیکھو، شاید تم اسے کھول پاؤ۔"

زویا ہیکر تھی۔ آخر ہر طرح کی ٹریننگ لے کر یہاں تک پہنچی تھی۔ باکس تو معمولی سی چیز تھی اس کے لیے۔ زویا باکس کو لے کر کمرے کی طرف بڑھی۔ چاروں خاموشی سے اس کے پیچھے ہوئے۔ صرف اسے دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا کرنے والی ہے۔

سب سے پہلے زویا نے سکین کیا کہ اندر کہیں کوئی خطرناک چیز تو نہیں۔ وہ کلیئر ہونے کے بعد باکس کے کونوں کو فنگر کی مدد سے پریس کرنے لگی۔۔۔شاید کوئی خفیہ بٹن چھپا ہو۔

باکس کے نیچلی سطح پر ایک ریڈ ڈاٹ تھا۔ زویا کو انگلی پریس کرنے سے معلوم ہوا۔ جیسے ہی زویا نے وہ باکس پاس رکھی ٹیبل پر رکھا اور ریڈ ڈاٹ کو پریس کیا، اوپر کی سطح ہٹ گئی۔ باقی سب کا منہ کھلا رہ گیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ حصہ بھی کھل سکتا ہوگا اس باکس کا۔

بٹن پریس کرتے ہی ایک ڈسپلے سامنے آیا۔ اس ڈسپلے کے نیچے یو ایس بی لگانے کی جگہ تھی، جس کے ساتھ زویا نے لیپ ٹاپ کو کنیکٹ کر دیا اور اس کا کوڈ ڈیٹیکٹ کرنے لگی۔

کوڈ کے ڈیٹیکٹ کنفرم ہوتے ہی وہ ڈسپلے، جو باکس پر رونما ہوا تھا، غائب ہو گیا۔ سب حیران رہ گئے۔ کچھ سیکنڈ کے بعد ہی ٹک کی آواز سے باکس سنٹر سے آہستہ آہستہ دو حصوں میں کھلنے لگا۔

سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ زمان اور حیدر نے زویا کے سر پر ہاتھ رکھ کر شاباشی دی۔

"ویل ڈن، گڑیا۔"

جبکہ زمان نے اس کی ناک کھینچی۔

"I am proud of you."

شہیر نے بھی اس سے ہاتھ ملایا۔

"شاباش۔۔۔ اب یقین ہو گیا، تم واقعی جینیس ہو۔"

زویا اس کی بات پر مسکرا دی۔

باکس سارا کھلتے ہی ایک ہارڈ ڈرائیو ان کے سامنے آ گئی۔ زویا نے جلدی سے وہ ہارڈ ڈرائیو نکال کر اپنے لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کی۔ اب وہ اس پر دیا گیا کوڈ ڈی کوڈ کرنے لگی۔ ایسا کرتے ہی اس کے سامنے ایک بائنری ڈیجٹس کی فائل کھل گئی۔

جس کو کمبائن کرتے ہوئے کوڈ کمبی نیشن بننا تھا، زویا نے پاس رکھی کاپی پر کچھ کوڈ لکھا، پھر اس پر کر اس لگا کر ایک اور کوڈ بنایا۔ کوڈ کمبی نیشن کو توڑتے ہی اس کے سامنے دو مختلف فائلز کھل گئیں۔ اس کی مخروطی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں، جبکہ سب اس کی انگلیوں کی مہارت سے ہیپناٹائز ہو رہے تھے۔

"فائل اوپن ہو گئی ہے، چارلی۔" زویا کی آواز نے خاموشی کو توڑا۔

سب حیرت سے اسکرین کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"زویا! تم نے یہ پہلی سلجھائی ہے، تم ہی بریف کرو کہ یہ سب کیا ہے۔" حیدر نے کہا۔

زویا خوشی سے واپس کمپیوٹر کی طرف مڑی اور سامنے بڑی اسکرین سے کنیکٹ کیا۔ پہلی فائل کے کھلتے ہی سب حیران ہونے کے ساتھ ساتھ پریشان بھی ہو گئے۔ اس فائل میں ان کو ایک وار ہیڈ لے جانے کے کچھ ایکوپمنٹ، کچھ ڈیزائنز اور میزائل کے پرزوں کی تصاویر نظر آئیں۔ ان پرزوں کو ابھی اسمبل نہیں کیا گیا تھا؛ وہ الگ الگ حصوں میں تھے۔

فائل کے نیچے ایک نوٹ درج تھا۔

"یہ سب بیرون ملک سے لیا جا رہا ہے۔ خطرناک میزائل اور ایٹمی سامان تیار کیا جا رہا ہے۔ اس کے لیے انہیں ماہر طلباء چاہییے جو فزکس، کیمسٹری، کمپیوٹر اور ریاضی میں ایکسپرٹ ہوں۔"

زویا فائل کو بریف کرتے کرتے رکی اور ویڈیو روک دی۔ پھر ان کی طرف مڑی۔

چاروں پریشان تھے۔

"دو ڈیپارٹمنٹس کے بارے میں تو ہم نے پتہ چلا لیا تھا، فزکس اور کیمسٹری۔ مگر دو اور ڈیپارٹمنٹس کا ذکر بھی آیا ہے۔ کتنے طلباء اغوا ہو چکے ہیں؟ اور کتنے کو مار دیا گیا ہے، جب ان کا کام مکمل ہو گیا یا جب وہ ان کے کام کے قابل نہیں رہے۔"

زویا کے لہجے میں افسوس تھا۔

"یہ میزائل، گنز اور بم بہت بڑا نقصان کر سکتے ہیں۔ ہمارے ملک کی ساکھ کو ان سے بڑا خطرہ ہے۔ کاش، علی ہمیں یہ سب خود بتا پاتا۔ یہ سب معلومات اکھٹی کرنے میں اس نے کتنی مشکلیں جھیلیں ہوں گی۔" زمان نے زور سے ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار پر مارا۔

دوسری فائل کے اندر یورینیم کی مقدار اور اس کے ٹریول ڈسٹنس کا ذکر کیا گیا تھا۔

"اس یورینیم کو 20،000 کلومیٹر تک لے جایا جا سکتا ہے، اور اس کی معمولی مقدار بھی بہت بڑے دھماکے کا سبب بن سکتی ہے۔"

"یورینیم کی حفاظت کے لیے کچھ سال پہلے ایک ٹیم ترتیب دی گئی تھی، جس کے ہیڈ کرنل حماد یوسفزئی اور ان کے ساتھ لیفٹینینٹ کرنل حمید سلطان سکندر رتھے۔ وہ دونوں ایئر فورس میں تھے۔"

شہیر نے حیرت سے سوال کیا۔

"بابا اور ان کے دوست؟"

حیدر کے منہ سے چند لفظ نکلے اور سب حیرت سے اس کی طرف پلٹے۔

"بابا کے جانے کے بعد کرنل کیسے بن گئے؟ جبکہ مشن تو مکمل ہی نہیں ہوا تھا؟ غدار تو ہمارے سامنے تھا، اور تم کہہ رہے تھے کہ ان سے بات کروں۔" حیدر استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

"اب تک وہی یہ سب کر رہا ہے۔ یہ تنظیمیں ایسے ہی نہیں چلتی ہیں۔ ان کا کوئی بڑا لیڈر ہونا لازم ہے، اور وہ ہے یہی شخص —ملک کا سودا کرنے والا غدار، حمید سلطان سکندر" حیدر کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

زمان نے کرب سے آنکھیں بند کیں، اور نینا کا چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔

"اب نہیں۔ اب اسے جواب دینا ہو گا۔ بہت سال سکون کے گزار لیے اس نے۔ اب میں اس کی زندگی حرام کروں گا۔ کیوں دھوکہ دیا؟ کسی ایک سے تو وفاداری نبھائی ہوتی"! حیدر نے کرسی کو زور دار ٹھوکر ماری۔

"حیدر! آرام سے۔ ہم کسی ثبوت کے بغیر ان سے بات نہیں کر سکتے۔ جوش سے نہیں، ہوش سے کام لو۔ جو غدار ہے، وہ سزا کا حقدار ہے۔"

"چاہے کوئی بھی ہو۔" شہیر نے زمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

سب ہی پریشان تھے۔ کسی کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے — نہ ہی کوئی ایسا دلاسہ جو حیدر یا زمان کو دے سکیں۔ ایک رشتوں کے لیے ترس رہا تھا، اور دوسرے کے نئے رشتے ٹوٹتے نظر آ رہے تھے۔

"سوچ سمجھ کر کرنا ہے جو بھی کرنا ہے۔ کوئی بھی چوک نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں جاؤں گا ان سے بات کرنے،" شہیر کی بات پر سب متوجہ ہوئے۔

"میرے انکل ہیں۔ وہ مجھ پر شک نہیں کریں گے۔ انہیں کہوں گا کہ مجھے مشن کے حوالے سے ان کی مدد چاہیے۔"

"نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔ ہمیں ڈائریکٹ بات نہیں کرنی چاہیے۔" زمان نے اختلاف کیا۔

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" شہیر نے زمان کو تسلی دی۔

حیدر خاموش تھا۔ اس کے دماغ میں بہت سے سوالات گھوم رہے تھے۔ پھر وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔

"جاؤ، سب آرام کرو۔ زویا، فائل سنبھال کر رکھنا۔" حیدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، چارلی،" زویا نے جواب دیا۔ زویا اور احتشام بھی باہر کی طرف بڑھ گئے۔

شہیر اور زمان صوفے پر بیٹھ گئے۔

"اگر حیدر جو کہہ رہا ہے، وہ سب سچ ہوا، تو...؟" زمان نے سر پکڑ لیا۔ "میں نینا سے کیا کہوں گا؟ ان دونوں کی تو جان بستی ہے اس انسان میں۔ اور حیدر اسے نہیں چھوڑے گا۔ اس بار تو اسے کوئی روک بھی نہیں پائے گا۔"

"زمان! میں انکل کو کافی وقت سے جانتا ہوں۔ وہ بزنس میں مصروف رہتے ہیں اور پاکستان میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ وہ اس طرح کے بالکل بھی نہیں لگتے۔"

"مگر..." زمان نے پریشانی سے کہا، "اگر وہ ٹھیک تھے، تو اب تک ائیر فورس میں کیوں نہیں ہیں؟ اور وہ ریٹائرڈ بھی نہیں ہوئے، بلکہ چھوڑ دی تھی۔ کیوں؟"

شہیر کی بات پر زمان بھی مزید الجھن کا شکار ہو گیا۔

"اگر وہ ٹھیک تھے، تو ان سوالوں کے جواب کیوں نہیں دیے؟ وہ حیدر کو خود بلا کر بتا سکتے تھے۔ وہ تو پہلی ملاقات میں ہی اسے پہچان گئے تھے۔ اس وقت میں یہ بات سمجھ نہیں پایا۔"

"کچھ نہ کچھ تو ان سے جڑا ہوا ہے، جو وہ خود اپنی صفائی میں بتا سکتے ہیں۔ کیونکہ حیدر کے بابا اب نہیں ہیں، اور انکل ان حالات سے واقف ہیں جو اس وقت رونما ہوئے تھے۔ ان سب سوالوں کے جواب ان کے پاس ہیں۔"

"ہمیں ان کی بات سننی چاہیے، پھر کوئی فیصلہ لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اس وقت مجبور ہوں۔ کہنے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے، بس جیسا لگ رہا ہے، ویسا نہ ہو۔ بہت سے رشتے اس بربادی کی نظر ہو جائیں گے۔" زمان پریشانی سے بولا۔

حالات بگڑتے نظر آرہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"فائل ان تک پہنچ چکی ہے۔"

"چلو، اب ملاقات دور نہیں۔"

"مجھے نہیں لگتا کہ ملاقات کا یہ وقت مناسب ہے۔" ایک پریشان آواز فون پر گونجی۔

"اتنے سالوں سے تو اس وقت کا انتظار ہے۔ آنے دو۔ تم کچھ مت کرنا، میں سنبھال لوں گا۔"

"جیسا آپ کو بہتر لگے۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

چاروں یونیورسٹی کے لیے روانہ ہوئے۔ حیدر نے شہیر سے اپنی آج کی کلاس تبدیل کروائی تھی۔ وہ آج کمپیوٹر کی کلاس لینے والا تھا۔ فزکس اور کیمسٹری کی کلاسز سے خطرہ ہٹ چکا تھا—شاید ان کی ڈیمانڈ پوری ہو چکی تھی۔ اب خطرہ میتھ اور کمپیوٹر کے طلبہ کے لیے تھا۔ سب سے پہلے حیدر نے کمپیوٹر کی کلاس لینے کا فیصلہ کیا، جبکہ زویا اور شہیر بھی اسی کلاس میں موجود تھے۔

حیدر نک سک سے تیار کلاس روم میں داخل ہوا۔

لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کی بھی نظریں تھم گئیں۔ اتنا ہینڈسم ٹیچر؟ کئی لڑکیوں اور لڑکوں کی سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔

حیدر کا دماغ رات سے ہی الجھن کا شکار تھا، اور پھر یہ کلاس کا شور و ہنگامہ! حیدر کا دماغ گھوم گیا۔

"شٹ اپ، ایوری ون! اب اگر مجھے کسی کی ایک بھی آواز سنائی دی تو یونیورسٹی سے نکال دیا جائے گا، ہمیشہ کے لیے!"

زویا اور احتشام نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سرگوشی کی۔ "چلو جی"!

معاملہ خراب ہوتا نظر آ رہا تھا، مگر دونوں اپنی مسکراہٹیں ضبط کیے ہوئے تھے تاکہ کسی بھی طالبعلم کی نظر میں نہ آئیں، ورنہ حیدر کو بعد میں وضاحت دینی پڑتی۔

"ٹائیگر! سب سے پہلے تعارف کرواؤ، آرام سے اور تحمل سے۔ یہ آرمی کی چوکی نہیں جہاں سب 'Yes Sir' کہہ کر بات سمجھ جائیں گے۔ یہ یونیورسٹی ہے، اسکول یا کالج بھی نہیں۔" چارلی کی آواز ائیر پیس پر گونجی۔

"یہ پہلا دن ہی ہے اور تم سب کو ڈرا رہے ہو۔ کوئی اگلی کلاس لینے نہیں آئے گا۔ یہاں کلاس بنک کرنے کا رواج ہے، اور تم انہیں موقع فراہم کر رہے ہو! یہ غلط ہو گا۔ ہم یہاں ان پر نظر رکھنے کے لیے ہیں، انہیں بھگانے کے لیے نہیں۔ غصہ قابو کرنا سیکھو۔"

"اوکے،" حیدر نے مختصر جواب دیا۔ وہ خود پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ لاکھ سمجھانے کے باوجود، جب تک وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچتا، الجھن کا شکار ہی رہتا تھا۔

زمان اپنی کلاس کی طرف بڑھ گیا، مگر باہر سے حیدر کی باتیں سن چکا تھا۔

"میرا نام حیدر یوسف زئی ہے۔ چلیں، آج کچھ جنرل باتیں کرتے ہیں۔ آج پڑھائی نہیں ہو گی،" حیدر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس کی غصیلی اور رعب دار آواز سے سب پر سکوت چھا گیا تھا۔ زویا اور احتشام حیدر کے بدلے ہوئے لہجے کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ معاملہ سنبھال لیا گیا ہے۔

اب سب کے چہرے کھل گئے تھے اور توجہ حیدر پر تھی۔ حیدر کا لہجہ نرم تھا، لیکن چہ مگوئیاں دوبارہ شروع ہو گئیں۔ لڑکیاں اسے زیادہ دیکھ رہی تھیں اور کم سن رہی تھیں۔

حیدر نے ایک کتاب اٹھائی اور سوال کیا۔

"What do you call a portable computer?"

1. Laptop
2. Bookshop
3. RAM
4. Computer

تقریباً سب کے ہاتھ کھڑے ہو گئے۔ حیدر نے ایک لڑکے کو کھڑے ہونے کا کہا۔

"Answer is laptop"، لڑکے نے جواب دیا۔

"Good. Sit down."

حیدر اگلا سوال بتانے ہی والا تھا کہ حیا کلاس روم میں داخل ہوتی نظر آئی۔

حیا نے سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ یہاں کیوں موجود ہے۔ کیا کلاس میں یا یونیورسٹی میں کچھ ہوا ہے؟ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟

زویا اور احتشام بھی پریشان ہو گئے کہ حیا کچھ بول نہ دے۔ انہیں پہلے ہی اسے بتا دینا چاہیے تھا۔

حیا سیدھا حیدر کے پاس پہنچی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

پوری کلاس کی نظریں حیا پر جم گئیں۔

آج وہ بلیک گاؤن میں ملبوس تھی۔ بات کرتے ہوئے اس نے زویا اور احتشام کو تیسرے بینچ پر بیٹھے دیکھا، تو اس کا دماغ جھٹکے سے حرکت میں آیا۔

"منہ بند کرو اور شرافت سے اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ، اس سے پہلے کہ میں تمہیں تمہاری بدتمیزی کے لیے کلاس سے نکال دوں،" حیدر نے آہستہ مگر سرد لہجے میں کہا۔

زمان اور شہیر، جو مائیک پر سب سن رہے تھے، قہقہہ لگاتے ہوئے بولے۔

"اس کا کچھ نہیں ہو سکتا!"

"میں بھی بتا دوں گی کہ آپ کون ہیں۔ پھر آپ بھی یونیورسٹی میں نظر نہیں آئیں گے، میجر حیدر! سوچ سمجھ کر دھمکی دیں۔" حیا نے جواب دیا۔

اس کی بات پر حیدر کا منہ کھل گیا۔

ائرپیس میں سب کی دبی دبی ہنسی واضح طور پر سنائی دی۔

چہرے پر نقاب کی بدولت حیا کے چہرے کے تاثرات کسی نے نہیں دیکھے، لیکن وہ بولتے ہوئے پر اعتماد تھی۔

ایک لڑکی نے آہستگی سے حیا کو بتایا۔

"یہ نیو سر ہیں، بہت غصے والے ہیں۔ آج ہی آئے ہیں۔"

حیدر نے حیا کو دیکھ کر ابرو اچکائی۔

"لڑکی! یہ کلاس میں آنے کا وقت ہے؟"

"سر! میرا نام حیا ہے اور یہی کلاس میں آنے کا وقت ہے۔ آپ آج جلدی آ گئے، نئ کلاس لینے کی خوشی میں!"

حیا کی بات پر پوری کلاس ہنس پڑی۔

حیدر نے گھڑی کی طرف دیکھا، صبح کے نو بج رہے تھے۔ واقعی وہ جلدی آ گیا تھا۔

حیا جواب سنے بغیر زویا اور احتشام کے ساتھ والی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئ۔

ائرپیس میں شہیر اور زمان کی دبی دبی ہنسی سنائی دی، جبکہ زویا اور احتشام کی مسکراہٹیں بھی واضح تھیں۔

"یہ لڑکی۔۔۔" حیدر نے غصے سے کہا۔

"تیرا ہی فی میل ورژن ہے، ٹائیگر"!

شہیر کی بات پر زمان نے مہر لگاتے ہوئے کہا، "بالکل 100٪۔"

حیدر نے کاٹ کھانے والی نظروں سے حیا کی طرف دیکھا اور کہا۔

Next question... "مس حیا، اگلا سوال آپ سے ہو گا۔"

حیا کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ حیدر کچھ ایسا ہی کرے گا۔

"The computer uses the .... number system to store data and perform calculations."

A. Binary

B. Octal

C. Decimal

D. Hexadecimal

E. None of them

حیدر نے جان بوجھ کر مشکل سوال کیا۔

زویا حیران رہ گئی۔ "یہ سوال ان کے سبجیکٹ میں شامل نہیں ہو گا۔"

"غلط بات، ٹائیگر!" زویا نے حیا کی طرف داری کی۔

"کیوں معصوم کے پیچھے پڑے ہو؟"

"چپ کرو تم!" حیدر نے آہستہ سے ڈانٹتے ہوئے کہا، "ایک تم معصوم، اور ایک وہ۔ زیادہ ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں۔"

حیا پر اعتماد انداز میں کھڑی ہوئی اور جواب دیا۔

"A. Binary"

کلاس حیرت میں ڈوب گئی۔

زویا بھی حیران ہوئی۔ "یہ صحیح جواب ہے!" زویا نے تصدیق کی۔

حیا نے جواب کی وضاحت بھی کی۔

"The computer uses the binary number system to store data and perform calculations. In the binary system، numbers are represented

using only two digits، 0 and 1. This is because computers use electronic circuits that can only represent two states، on and off. Each digit in a binary number is called a bit، and a group of 8 bits is called a byte. The binary system is fundamental to computer architecture and is used to encode and process all types of data، including text، images، and instructions."

حیا کی تفصیل سن کر سب حیران رہ گئے۔

حیدر تو سکتے میں تھا۔ وضاحت کا آدھا حصہ اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا، لیکن حیا نے ثابت کر دیا کہ وہ کمزور نہیں ہے۔

"بالکل صحیح جواب"۔

حیدر نے سر ہلایا، جبکہ زویا اور باقی طلبہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

کلاس میں ایک لڑکی بولی۔ "سر، یہ ہماری کلاس کی ٹاپر ہیں۔ آپ نے غلط انسان کو چنا۔"

لڑکی کی بات پر چاروں متوجہ ہو گئے۔ "مطلب ایک لڑکی حیا بھی ہو سکتی ہے؟"

حیدر حیرت اور پریشانی میں پڑ گیا۔

حیا نے پر اعتماد لہجے میں کہا؛ "سر! کیا میں ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟"

چارلی کی آواز مائک پر گونجی۔ "اب مزا آئے گا"!

حیدر نے گہری سانس لی اور اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر یہ سوال پیپرز میں اس طرح دیا ہو تو ہم اس کا کیا جواب دیں گے ؟ اور وضاحت بھی کریں۔"

"Recorded at the time of manufacture and that cannot be changed or erased by the user is?"

پورے کلاس میں خاموشی چھاگئی۔ سب اس سوال پر حیران اور پریشان دکھائی دیے۔ زویا کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔

حیدر نے زویا کی طرف دیکھا اور کہا، "اب تمہارا جواب دو۔"

زویا نے انکار میں سر ہلایا، "نہیں بتاؤں گی"!

حیدر نے غصے سے زویا کو گھورا، لیکن اسی وقت گھنٹی بجی۔

طلباء کلاس چھوڑنے لگے۔ زویا نے حیا کی طرف بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

"شاباش! تمہارے پاس اتنی معلومات کہاں سے ہیں؟"

حیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ میرا فیورٹ سبجیکٹ ہے۔ اس کے بارے میں سب معلوم ہے مجھے۔"

زویا نے شرارت سے کہا۔

"ہمم، یہ تو دیکھ لیا۔ مجھے لگا تھا کہ میں مشکل سوال دے سکتی ہوں، مگر تم تو اور بھی مشکل سوال کر سکتی ہو"!

حیا اس کی بات پر مسکرادی اور دونوں کلاس سے نکل گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر کا منصوبہ:

ائرپیس کے ذریعے چاروں شہیر کے آفس میں موجود تھے۔ زمان نے کمپیوٹر کی اسکرین پر کچھ ڈیٹا دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھو، میں نے سب ڈیٹیل لے لی ہے۔ میتھ ڈیپارٹمنٹ میں تین لڑکیاں نئی آئی ہیں۔ دو اسکالرشپ پر ہیں اور ایک اسی یونیورسٹی کی ٹاپر ہے۔ کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں صرف دو لڑکیاں ہیں، حیا سلطان اور زویا۔"

زمان نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"چلو، ایک ڈیپارٹمنٹ تو آسان ہوا۔ زویا اور حیا اکٹھی ہیں، ہم ان پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ اب میتھ ڈیپارٹمنٹ پر فوکس کرنا ہو گا۔"

حیدر نے اچانک کہا۔ "میں جا رہا ہوں، ایک ضروری کام ہے۔ تم سب اپنا کام مکمل کر کے واپس چلے جانا۔"

زمان نے حیرانی سے پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو؟ ہمیں بتائے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا"!

شہیر نے بھی سنجیدگی سے کہا، "حیدر، یہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہمیں پہلے بات کرنے دو۔"

حیدر نے سنجیدگی سے جواب دیا، "نہیں، میں خود یہ مسئلہ حل کرنا چاہتا ہوں۔ فکر نہ کرو، کوئی مسئلہ ہوا تو بتادوں گا۔"

زمان نے اسے روکنے کی کوشش کی، "یہ مت بھولو کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ اگر کوئی خطرہ ہوا، تو ہمیں بیک اپ کے لیے تیار رہنا ہو گا"!

حیدر نے موبائل نکال کر سلطان سکندر کو فون کیا۔

"ہیلو!" سلطان سکندر کی آواز سنائی دی۔

"میجر حیدر بات کر رہا ہوں۔"

زمان نے اشارہ کیا کہ کال اسپیکر پر کر دی جائے۔

"کیسے ہو، برخودار؟ بہت دن بعد یاد کیا!" سلطان نے خوشی سے کہا۔

حیدر نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا، "میری چھوڑیں، اپنی بتائیں۔ اتنا بڑا نام اور ذمہ داریاں، تھک گئے ہوں گے؟"

سب نے حیدر کی طنزیہ بات پر نفی میں سر ہلایا۔

سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں، تھک تو گیا ہوں، مگر ایک آخری کام باقی ہے۔ تمہارا انتظار تھا۔ فارم ہاؤس آجاؤ، لوکیشن بھیج رہا ہوں۔"

کال ختم ہوئی تو زمان نے حیدر سے موبائل چھین کر لوکیشن دیکھ لی اور چپکے سے اپنے پاس بھیج لی۔

"یہ فارم ہاؤس یہاں سے صرف آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔" زمان نے سرسری انداز میں کہا۔

حیدر نے گہری سانس لی اور کہا۔ "میں نکل رہا ہوں۔ سب فکر نہ کرو، اب سب اچھا ہو گا۔ انشاء اللہ"!

تینوں دوستوں نے اسے روانہ کیا، لیکن زمان نے پلین بی تیار رکھنے کا فیصلہ کیا۔

حیدر آدھے گھنٹے سے کم مسافت کے بعد سلطان سکندر کے فارم ہاؤس کے سامنے موجود تھا۔ پہاڑوں کے درمیان بنا یہ فارم ہاؤس، ارد گرد دور دور کہیں اور فارم ہاؤسز تھے۔ آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔

کنال سے بھی بڑا یہ فارم ہاؤس انتہائی خوبصورت تھا۔ درخت ہی درخت ارد گرد، پر سکون ماحول، اور ایک طرف بہتی ندی۔ جیسے کے خوابوں کے گھر جیسا گھر تھا۔ حیدر اندر داخل ہوا۔ قدم پکے اور ارادے سخت تھے۔ داخلی دروازے سے اندر بڑھا۔۔۔ تو ایک ملازم، جو اسے پہچان کر اس کی طرف بڑھا۔

"مجھے لیفٹیننٹ کرنل حمید سلطان سکندر سے ملنا ہے۔"

ملازم اس کے منہ سے سلطان سکندر کا پورا نام سنتا حیران ہوا۔ وہ بہت وقت بعد یوں کسی کو مخاطب ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"سر کو پتا ہے آپ نے آنا تھا؟" ملازم نے ایک اور سلام داغا۔

"نہیں، میں انہیں آج سرپرائز دینے آیا ہوں۔"

سلطان سکندر، جو کیمرے میں اسے دیکھ رہے تھے، مسکرائے۔

فون رنگ ہوا۔۔۔ دوسرے ملازم نے فون رکھتے اس کے پاس آکر کہا۔

"سر بلا رہے ہیں، انہیں اسٹڈی میں چھوڑ آئیں۔"

حیدر حیران ہوا مگر سمجھ گیا کہ کیمرے میں وہ سب دیکھ رہے تھے۔ حیدر ملازم کے ساتھ اوپر کی طرف بڑھا۔

"آپ خاص مہمان ہیں؟ کیا لگتے ہیں سر کے؟"

"کوئی نہیں"، حیدر نے برجستہ جواب دیا۔

"نہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا، ورنہ سر کی اسٹڈی میں جانے کی اجازت ایک مکھی کو بھی نہیں ہے۔ مطلب، آپ کے لیے وہ خاص نہیں مگر سر کے لیے آپ خاص ہیں۔"

ملازم نے اپنی عقل کا استعمال کرتے ہوئے اسے بات سمجھائی۔ حیدر بھی ایک ہلکے لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔

ملازم اس کو کمرے کے اندر کرتا، باہر ادب سے کھڑا ہو گیا۔

حیدر اندر بڑھا۔ اسٹڈی بہت بڑی تھی، دونوں اطراف میں بک شیلف تھی۔ بڑی، بڑی کھڑکیاں اور ان پر سرخ رنگ کے پردے گرے تھے۔ پوری اسٹڈی میں صرف لیمپ لائٹ آن تھی۔ پراسرار سا ماحول تھا، وہاں کا۔ بہت سے راز خود میں دفن کیے، خاموش مگر طوفان جیسا۔۔۔

حیدر دروازے سے آگے گیا۔ بائیں طرف ایزی چیئر پر سلطان سکندر رخ موڑے بیٹھے نظر آئے۔ چیئر آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔ خاموشی میں صرف اس چیئر کے ہلنے کی آواز گونج رہی تھی۔

"آجاؤ۔۔۔ وہاں کیوں کھڑے ہو برخودار۔۔۔"

حیدر کے قدم ان کی آواز پر رکے۔

سلطان سکندر اس کی طرف مڑے۔

وہ یونیفارم میں موجود تھے۔

سلطان سکندر کے مڑتے ہی حیدر نے پچھلی دیوار پر دیکھا، جہاں اس کا بچپن آباد تھا۔ تصویروں سے ایک دنیا بنائی گئی تھی۔ حیدر، ماہی، حیا، نینا کے بچپن کی۔ اس کے علاوہ پوری فیملی کی۔

ماریہ یوسف زئی اور حوریہ سلطان کی۔ سلطان سکندر اور حماد یوسف کے چیس کھیلتے ہوئے کی۔

چاروں کی ٹیبل پر موجود چائے پینے کی۔ ایک تصویر کا منظر کچھ یوں کھینچا گیا تھا: بچے گارڈن میں کھیل رہے تھے، جبکہ حوریہ سلطان اور ماریہ باتیں کر رہی ہیں اور حماد یوسف زئی، جو پودے لگا رہے ہیں، ہاتھ اور منہ مٹی سے بھرے ہوئے ہیں۔ سلطان سکندر ان کی فوٹو لینے ساتھ ہوتے ہیں تو وہ ان کے منہ پر بھی مٹی لگا دیتے ہیں اور فوٹو کلک ہو جاتی ہے۔

"ہر تصویر کے پیچھے ایک کہانی چھپی ہے۔ اس وقت کی جب صرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔" سلطان سکندر آہستہ سے مخاطب ہوئے۔

حیدر کی آنکھوں کے سامنے وہ دھندلی یادیں، اس وقت کی ہنسی، باتیں، شور بن کر دماغ میں گونجنے لگیں۔ وہ گھر کم ہی رہتا تھا۔ پانچویں کلاس میں ہی اسے ملٹری اکیڈمی بھیج دیا گیا تھا۔ گھر کئی مہینوں بعد صرف چھٹی پر ہی نظر آتا تھا۔

سب سے نیچے لگی تصویر، حمید سلطان سکندر اور حماد یوسف زئی کی تھی، جہاں انہیں مشن کے مکمل ہونے پر ستارہ جرات دیا جا رہا تھا۔ دونوں بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔

اور ان کے ساتھ ایک تصویر، جو کچھ بڑی تھی، حوریہ سلطان سکندر کی۔ حیدر کی نظر اس تصویر پر ٹھہر گئی۔ اسے لگا جیسے حیا کھڑی ہے، ہو بہو اپنی ماں کی صورت اپنائی تھی۔ مگر وہ جن کپڑوں میں موجود تھی، حیدر سمجھ نہ پایا۔ سلطان سکندر نے اس کی نظروں کے ارتکاز میں دیکھا اور مسکرائے۔

"سب سوالوں کے جواب دوں گا آج، برخودار۔ وعدہ نبھانے کا وقت آ گیا ہے۔ اس نے تو بہت روکا مجھے، جانتا ہوں ناراض بھی ہو گا، مگر وقت کے ساتھ مان جائے گا۔ تم منا لو گے، ہمیشہ کی طرح۔"

حیدر نے خود کو مضبوط کیا، وہ کمزور پڑ رہا تھا۔ سانس گھٹن کا شکار ہوئی۔ حیدر نے بالوں میں ہاتھ چلاتے ایک قدم سلطان سکندر کی طرف بڑھا۔

"میں یہاں پہیلیاں سننے نہیں آیا، سلطان سکندر صاحب! اور آپ مجھے میرا بچپن اور یہ جذباتی باتیں کر کے بہکا نہیں سکتے۔ کون سی تنظیمیں ہیں آپ کی؟ کہاں ہیں آپ کے لوگ؟ کیوں کر رہے ہیں یہ سب؟ آپ بھی تو آرمی میں آنے سے پہلے وطن پر مر مٹنے کی قسم کھائی ہو گی، تو یہ دغا بازی کیوں؟ غداری کیوں کی؟ کس چیز کی کمی تھی آپ کے پاس؟"

سلطان سکندر کے چہرے پر درد بھری مسکراہٹ تھی۔

"مجھے صرف ایک جواب چاہیے۔ یہ تصویر، جس انسان کی دیوار پر لٹکائی ہے، آپ نے اسے مرحوم بنایا۔ کیوں مارا؟ کیا دشمنی تھی؟" حیدر کا لہجہ مزید سرد ہوا، آواز بھاری ہو گئی۔

"دشمنی نہیں تھی، بہت دوستی تھی اور اسی دوستی کے رہتے وہ قربان ہوا۔"

حیدر نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ وہ اسی طرح بولا۔۔۔ "انہوں نے دوستی جان دے کر نبھائی اور آپ نے۔۔۔ جان لے کر۔ آستین کے سانپ کیسے ہوتے ہیں، آج دیکھ لیا حمید سلطان سکندر جیسا۔ بابا آپ کو اپنا یار سمجھتے رہے، اور آپ۔۔۔"

سلطان سکندر نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"قاتل میرے بچپن کے، میرے گھر والوں کے۔ جھوٹی دوستی کے۔ یہ کچھ تصویریں یہاں لٹکا کر اگر آپ اپنے کیے گئے گناہوں پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔۔۔ ارے آپ سچے ہوتے تو دوسرے دن ہی مر جانا چاہیے تھا جس دن آپ کا دوست مرا۔ مگر آپ زندہ رہے کیونکہ ظالموں کو آسانی سے موت تھوڑی

آتی ہے؟ انہیں اپنے کرموں کا صلہ دے کر جانا ہوتا ہے، اور اب میں آپ سے ایک ایک ظلم کا حساب لوں گا۔ اپنے وطن کے غدار کو بخشوں گا نہیں۔ بابا کو بچا نہیں پایا اور کسی پر یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ آپ نے بہت پلاننگ کی۔ بابا کی ڈائری غائب کر لی، کوئی ثبوت نہ رہے، گھر ہی جلا دیا۔"

حیدر نے ان کے گریبان کو پکڑا۔ آنکھیں لال سرخ تھیں، لہو چھلکتا ہوا۔

"اتنے بے رحم کیسے بن گئے؟ کاش تھوڑی سی انسانیت دکھائی ہوتی۔ ہاتھ نہیں کانپے آپ کے۔"

سلطان سکندر کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ آنکھیں غم اور صدمہ بیان کر رہی تھیں، جو وہ ایک بار پھر سے سب دہرا کر خود کو دے رہے تھے۔ مگر حیدر کو غصے اور غم میں کچھ دکھائی نہیں دیا کہ سامنے کھڑا شخص اس سے زیادہ ٹوٹا ہوا ہے۔ اگر وہ جوش کے بجائے ہوش سے کام لیتا تو یقیناً سمجھ پاتا۔

دونوں کے دکھ سانجھے تھے۔ اسی وقت حیدر کے منہ پر پڑنے والا تھپڑ اس کا دماغ جگا گیا۔ سلطان سکندر ہارے ہوئے کرسی پر گرے۔

حیدر نے سامنے دیکھا تو اسے اپنے مقابل کھڑے شخص پر یقین نہ آیا۔

بلیک لباس میں ملبوس، کالا ہی حجاب سر پر سختی سے لپیٹے، کالے گلوز، اس پر کالا ماسک، کانوں میں بلوٹوتھ۔

حیدر کچھ سمجھ ہی نہ پایا۔ کچھ ہی سیکنڈ کا کھیل تھا۔

اسے صرف تین لفظ سنائی دیے، نفرت میں گھلے ہوئے:

"Shame on you، Major Haider."

"بابا، اٹھیں۔ میں نے کہا تھا۔

خود غرض لوگوں سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان جیسے خود کو ڈبے میں قید رکھنے والے انسان کو اپنے ارد گرد بھی اپنا آپ ہی دکھائی دیتا ہے۔ وہ لوگوں کے لیے دل وسیع نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ گھٹن کا شکار رہ رہ کر قیمتی رشتوں کی سانسیں بھی روک چکے ہوتے ہیں۔""

"بابا، ان لوگوں کو شک ہو گیا ہے۔ ہمیں نکلنا ہے یہاں سے۔۔۔"

حیدر سکتے میں کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کا حلیہ تصویر میں موجود حوریہ سکندر جیسا تھا۔

سلطان سکندر، جو غم سالوں سے اپنے سینے میں دفن کیے بیٹھے تھے، آج اسے بتانے کی ہمت ہی نہیں جٹا پا رہے تھے۔ وہ غم ان کا دل کمزور کر چکا تھا۔

"حیا، رکو۔ مجھے بات ختم کر لینے دو۔ پھر زندگی موقع دے یا نہ دے۔"

"بابا۔۔۔!" حیا نے انہیں روکنا چاہا۔ جانتی تھی وہ یہ سب دوبارہ سے برداشت نہیں کر پائیں گے۔

سلطان سکندر نے اسے ہاتھ سے روک دیا۔ حیا ایک قدم پیچھے ہوئی اور کان پر ہاتھ رکھ کر بلوٹوتھ میں آرڈرز دیے۔

"Personne n'entrera sauf si je dis non. Restez vigilant."

("جب تک میں نہ کہوں، کوئی اندر نہیں آئے گا۔ چوکنا رہو۔")

حیدر سمجھ ہی نہ پایا کہ وہ کس زبان میں بات کر رہی ہے اور کیوں؟

حیدر کی نظریں اسی پر ہی ٹکی تھیں۔

"کون تھی وہ۔۔۔؟"

"میں نے تمہارے بابا کو نہیں مارا، میرے بچے۔ وہ تو میرا جگر تھا۔ مگر غلط فیصلے سے اس کا قاتل ضرور بن گیا۔

کچھ سال پہلے، جب میں اور حماد مشن پر تھے، ہمیں یورینیم کی حفاظت کی ذمہ داری دی گئی تھی۔

اس مشن کے بعد ہم ریٹائرمنٹ لینی تھی، اپنی فیملی کو وقت دینا تھا۔اس مشن کے ختم ہونے کے بعد ہمارا ایک، ایک رینک بڑھ جانا تھا۔میر احماد سے ایک رینک کم تھا، مگر ہماری دوستی میں اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

اس میں ہمیں بہت سے اعلیٰ عہدہ دار سیاستدانوں اور غیر ملکی ایجنٹس نے ہمارے مشن پر بات کرنے کی کوشش کی، ہمیں ورغلانے کی، یہاں تک کہ رشوت دینے کی کوشش بھی کی گئی، مگر ہماری ٹیم کی اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر ہم کامیاب ٹھہرے۔

اور پھر... برا وقت شروع ہوا۔ جس دن ہمیں مشن مکمل ہونے کی مبارک باد دی گئی، ہمیں فون کال موصول ہوئی۔ انہوں نے ماہی کو اغوا کر لیا تھا۔ "

حیدر جوان کی بات سن رہا تھا، ماہی کے نام پر چونکا۔

"میں نے حماد کو بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں مانا۔ وہ کہتا تھا، 'یہ سب ان کا کھیل ہے۔ ہم ماہی کو ڈھونڈ لیں گے، مگر اپنے طریقے سے۔ وہ ملک سے دغا نہیں کرے گا۔ ہم انہیں یورینیم نہیں دیں گے۔ '"

ماریا اور حوریہ بہت پریشان تھیں۔ حوریہ نے پتہ لگایا کہ اسے ایک ٹنل میں رکھا گیا ہے جو ان کا خفیہ اڈا تھا اور یہ ایک تنظیم کے تحت کام کر رہے ہیں۔ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ ہمارا پالا پہلی بار ایسی کسی تنظیم سے پڑا تھا، جو ذاتی دشمنی پر اتر آئی تھی۔ "

سلطان سکندر نے حوریہ کی فوٹو کی طرف اشارہ کیا۔

"بہت بہادر اور نڈر ایجنٹ تھی۔ "

اس کی جلد حکمت عملی سے ہم اس ٹنل تک پہنچے۔"

حیدر نے حوریہ سلطان کی فوٹو کی طرف دیکھا۔

سلطان سکندر مسکرائے۔ "مجھے بھی بہت وقت بعد پتہ چلا کہ اس کا کام بھی ایسا تھا۔ اس نے صرف ملک سے وفا سیکھی تھی۔ آخری دم تک لڑی وہ۔۔۔ ملک پر رشتے قربان کرتی چلی گئی۔ "

حیا نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"جس رات ہم نے ماہی کو لینے جانا تھا، میں کمزور پڑ گیا۔ ہم آرمی چھوڑنے والے تھے۔ فیملی کو خطرے میں دیکھ کر ڈر گیا۔ میں نے حماد سے پھر کہا، 'ہم انہیں یورینیم دے کر بچی کو واپس لے لیتے ہیں۔ پتہ نہیں، کیا کریں گے اس کے ساتھ ؟"

"حماد شاید ٹوٹا تھا، مگر وہ نہیں جھکا۔ اس نے کہا، 'اگر میری اپنی بیٹی قربان ہو کر ملک کے لاکھوں بچوں کو بچالے تو دکھ نہیں ہو گا۔ '

اس کے ارادے مضبوط تھے۔ اس نے آپریشن کو ہی چنا۔ میں بگڑ گیا اور اس سے کہا، 'میں اس کا ساتھ نہیں دوں گا۔ '"

"ان سب کے بعد وہ پچھتائے گا اور اسے نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔ وہ سب برباد کر دے گا، مگر میں نہیں جانتا تھا کہ کوئی ہماری ریکارڈنگ کر رہا ہے اور اس کو غلط طریقے سے استعمال کرنے والا ہے۔ "

"ہم۔۔۔ماہی کو نہیں بچا سکے۔ وہ ہمیں وہاں نہیں ملی۔ صرف ایک۔۔۔بچی کی لاش ملی تھی۔ "

سلطان سکندر کے سامنے وہ قیامت خیز منظر گھوما۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حیدر کے آنسو رو کے آنکھیں لال تھیں جبکہ حیا کی آنکھیں نم تھیں۔

حیدر فرش پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"اس رات ہم غم کے مارے لوٹے۔ ملک کی ساکھ تو بچا لی تھی، مگر کئی رشتے ہار گئے تھے۔ ماریا کا رو رو کر برا حال تھا۔ وہ بار بار بے ہوش ہو رہی تھی۔

میں بھی اس سے ناراض ہو کر گھر آ گیا۔ حوریہ نے مجھے حوصلہ دیا، اور سمجھایا، اور وہ واپس حماد کے پاس گئی۔ اس سے بات کرنے۔ مگر میں نہیں گیا تھا۔ "

"میری اور حوریہ کی آخری ملاقات تھی۔ "

حیدر نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

"حوریہ حماد کے پاس گئی تھی۔ وہ دوبارہ آپریشن کریں گے اور ماہی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ وہ بچی ماہی ہے۔ اسے لگتا تھا کہ ماہی زندہ ہے۔

اس وقت دشمن بازی لے گیا۔ ہمارے جذباتی وقت کا فائدہ اٹھایا اور ان سب کو بے رحمی سے مار دیا۔ "

کہا گیا کہ ہم دونوں غدار تھے اور میں نے اس سے زیادہ رینک لینے کے چکر میں اپنے یار کو مار دیا۔

میں لالچ میں آگیا تھا، مگر کوئی پوچھے ان سے... اپنے جگری یار کو مار دیا، صحیح، مگر اپنی جان سے عزیز بیوی کو بھی مار دیا؟

کسی کو رحم نہ آیا ایسے الزامات لگاتے۔

"ایک کو تو مار چکے تھے، مگر مجھے غدار ٹھہرانے کی پوری زور آزمائی کی گئی۔

مگر کچھ اعلیٰ افسران میری اور حماد کی دوستی کے گواہ تھے۔ ان میں انسانیت باقی تھی یا خدا نے میرے لیے آخری وسیلہ بنایا تھا۔ مجھے آرمی چھوڑنے کا مشورہ دیا گیا اور کہا گیا کہ اپنا باقی خاندان لے کر چلا جاؤں۔

میں کچھ نہیں کر پایا۔۔۔ حوریہ کو نہیں بچا پایا، ماہی کو نہیں بچا پایا۔۔۔ اپنے یار کا آخری سہارا بھی نہیں بن پایا۔ کاش، حوریہ کی جگہ میں جاتا۔۔۔ کاش۔۔۔ "

حیا تڑپ کر ان کی طرف بڑھی۔

"مگر ہر شخص کو زندگی کسی نہ کسی مقصد کے لئے ملتی ہے۔ میرا مقصد بھی تھا۔۔۔ میری بچیاں۔۔۔ جو میری ذمہ داری تھیں۔ میں غدار نہیں تھا، غدار نہیں تھا۔ میں مجبور کر دیا گیا تھا۔ ہم۔۔۔ ہم دونوں سچے تھے۔ اب تم دونوں کی ذمہ داری ہے، یہ ثابت کرنا کہ تم دونوں کے بابا غدار نہیں تھے۔ "

وہ شخص "سوری "...

سلطان سکندر آگے کچھ کہتے کہ تیزی سے گولی ان کے سینے کو چیرتی نکل گئی۔

الفاظ حلق میں ہی دب گئے اور وہ کرسی پر ڈھے گئے۔

کچھ سیکنڈ سے بھی کم کا وقت لگا تھا۔۔۔

حیا اور نینا کی دنیا الٹ گئی تھی۔

حیا نے چیختے ہوئے انہیں پکارا۔

"میں خوش ہوں بچوں، میں نے اپنا آخری وعدہ پورا کر لیا۔ "

حیدر، جو سلطان سکندر کی طرف بڑھ رہا تھا، حیا نے غصے سے اسے روک دیا۔

"Don't touch him!"

حیدر کا اس کے سرد رویے پر ہاتھ رک گیا۔

حیا نے بلوٹوتھ پر اپنی ٹیم سے بات کی۔

Préparez la voiture

(گاڑی تیار رکھو)

Mir، Rohi، debout et vite

(میر، روہی، اوپر آؤ اور جلدی کرو)

حیدر نے مشکل سے دو جملے ادا کیے۔ "تم ایجنٹ ہو کب سے؟ "

اس کی طرف دیکھا، مگر حیا کچھ بولی نہیں۔

باہر سے فائرنگ کی آواز تیز ہوئی۔

ٹیم الفا پہنچ چکی تھی۔

بلیک ٹیم کے ایک ممبر نے انہیں اطلاع دی۔

"اوکے۔ "

حیا واپس سلطان سکندر کی طرف متوجہ ہوئی اور ماسک لگا لیا۔ آنسو روکنے کے باعث اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا۔

حیا بلیک ٹیم کے ہمراہ سلطان سکندر کو نیچے لے کر پہنچی۔ کوئی اسے پہچان نہیں پایا، مگر سلطان سکندر کو یوں دیکھ کر حیران ہوا۔

زمان جلدی سے اوپر بڑھا اور حیدر کی طرف گن اچھالی۔ چار سے پانچ لوگ گھر میں گھسے تھے۔

انہیں غالباً سلطان سکندر کو مارنے کا حکم تھا، مگر سب پلان خراب ہو گیا۔

الفا ٹیم نے تین بندوں کو ڈھیر کیا جبکہ بلیک ٹیم نے دو بندوں کو قابو کر کے ایک کو بندھی بنا لیا تاکہ معلومات لے سکیں کہ اس سب کے پیچھے کون ہے۔

ٹیم کے دو ممبرز سلطان سکندر کو بُلٹ پروف گاڑی میں بٹھا کر نیچے لے گئے۔

حیا نے سکندر کے ہاتھ پر پیار دیا۔

"بابا، پلیز، مجھ پر یہ ظلم مت کیجئے گا۔ "

جتنا بھی مضبوط دل ہو، بیٹی باپ کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

روحی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

گاڑی دھواں اڑاتی آگے بڑھی۔ ان کی منزل *MH* تھی۔

حیا نے بائیں ہاتھ سے آنسو صاف کیے، ماسک برابر کیا اور جنگل کی سمت بڑھ گئی۔ روحی اسی کے ساتھ تھی۔ جہاں سے گولیاں چل رہی تھیں، انہیں معلوم تھا کہ جوابی کارروائی لازمی ہو گی۔

حیا کی آواز مائیک پر ابھری،

"Black Queen"

"Don't go there، it could be dangerous..."

میر نے پریشانی سے کہا۔

اس کے ساتھ زمان اور حیدر بھی کھڑے ہوئے تھے۔

"میں بس دیکھ کر آتا ہوں۔" حیدر نے دونوں کو اشارہ کیا۔

میر خاموش ہو گیا۔ زمان، میر کے ساتھ باقی علاقے کی تلاشی لینے لگا کہ کتنے لوگ بچے ہیں۔

حیا اور روحی درختوں کی اوٹ میں چھپتے آگے بڑھ رہی تھیں۔

کچھ ہی دور تین لوگ گن سنبھالے کھڑے تھے۔ ان کے پاس اسنیپر تھی، جس سے وہ نشانہ لے رہے تھے یا اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔

حیا نے روحی کو اشارہ کیا اور خود آگے بڑھی۔

اس کے پیچھے روحی نے بھی قدم اٹھایا۔ پتوں کی سرسراہٹ سے وہ تینوں متوجہ ہوئے۔

دن جو شام میں ڈھل رہا تھا، خاموشی میں ارتعاش پیدا ہوتے ہی حیا بھی چوکنا ہو گئی۔

وہ مڑ کر روحی کو دیکھنے لگی، جو اسی قدم پر رک چکی تھی۔

ایک آدمی گن چھوڑ کر روحی کی طرف بڑھا۔

حیا نے جھپٹ کر اس کی گردن دبوچ لی۔

حیدر، جو اسی وقت وہاں پہنچا تھا، جھٹکے میں رک گیا۔

کیا یہ وہی حیا تھی؟ کبھی میکسی میں، کبھی عبایا میں، اور آج اس روپ میں؟

حیا نے اس آدمی کو گھما کر نیچے پٹخا اور فائر کر دیا۔

گولی کی آواز سے باقی دونوں گن تھامے آگے بڑھے۔

حیدر نے روحی کو پیچھے جانے کا کہا۔

روحی نے حیا کی طرف دیکھا، گویا اجازت کی طلبگار تھی۔

حیا نے آنکھوں کے اشارے سے اسے بات ماننے کا کہا۔

روحی درخت کی اوٹ میں چھپ گئی۔

حیدر دو قدم آگے بڑھا اور دوسری طرف سے حیا۔

دونوں کو آگے آتا دیکھ کر ان آدمیوں نے فائرنگ تیز کر دی۔

حیا کے آگے بڑھتے ہی اس کا پاؤں رسی میں اٹک گیا۔

حیدر نے وقت رہتے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

ورنہ حیا الٹی لٹک چکی ہوتی۔

حیا کی کمر حیدر کی طرف تھی۔ اس نے چہرہ گھما کر حیدر کو دیکھا۔

حیدر نے اسے دیکھتے ہی بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا، جب سامنے سے ایک آدمی نے لکڑی کے بنے ڈنڈے سے اس پر وار کیا۔ حیا کو بچانے کے چکر میں وہ وار سیدھا حیدر کے سر پر لگا۔

حیدر نے درد سے آنکھیں میچ لیں مگر فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے ٹانگ چلاتے ہوئے اسے نیچے گرا دیا۔

دماغ ایک لمحے کے لیے گھوما، لیکن حیا نے جلدی سے اس آدمی پر فائر کیا جو دوبارہ اٹھ کر حیدر پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حیدر کی کنپٹی سے خون بہتا ہوا گردن تک پہنچ رہا تھا۔

حیا نے ضبط کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کیں اور آگے بڑھنے لگی۔

حیدر نے اسے فوراً کھینچ کر واپس کیا۔

"روحی، واپس جاؤ "! حیا نے روحی کو اشارہ کیا کہ وہ یہاں سے چلی جائے۔

اب یہاں اس کا کوئی کام باقی نہیں تھا۔ صرف ایک دشمن باقی رہ گیا تھا۔

حیا نے غصے سے سامنے والے دشمن کی طرف دیکھا۔

"میں ایجنٹ ہوں، میجر "...

"ہو گی ایجنٹ، مگر میرے لیے تم صرف حیا ہو۔ "

حیا کا دل زور سے دھڑکا، مگر اس نے حیدر کو یہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ آگے بڑھی۔

حیدر نے نفی میں سر ہلایا اور اس سے آگے بڑھ گیا۔

اس نے دشمن کے سر کا نشانہ لیا اور گولی سیدھی اس کے دماغ کے پار ہو گئی۔ وہ دشمن، جو دوبارہ سنائپر سیٹ کر کے نشانہ لے رہا تھا، نیچے گر گیا۔

دونوں نے علاقے کا جائزہ لیا، لیکن اب وہاں کوئی باقی نہیں تھا۔

حیا واپس مڑی اور حیدر نے اسے گاڑی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔

بلیک ٹیم پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی، اور الفا ٹیم کی سرچ مکمل ہو چکی تھی۔

سب ان دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ دونوں بھی گاڑی میں پہنچے اور ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔

حیا گاڑی میں بیٹھتے ہی چند لمحوں کے لیے آنکھیں موندھ گئی۔

سلطان سکندر کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے آیا۔ اس نے جلدی سے نینا کو کال ملائی۔ بلوٹوتھ اتار کر وہ فون پر بات کرنے لگی۔

نینا، جو ابھی اپنے کیبن میں واپس آئی تھی، حیا کی کال دیکھ کر مسکرائی۔

اسے کچھ دیر بعد ایک سرجری کے لیے جانا تھا۔

"جی گڑیا؟ میں مصروف ہوں، بتاؤ، سب خیریت ہے؟ "

حیا نے نینا کی چہکتی آواز پر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اپنی بہن کو اذیت دینے والی ہے۔

اس نے گہری سانس لی اور بولی۔

"آپی... بابا کو گولی لگی ہے۔ وہ انہیں لے کر آ رہے ہیں۔ "

نینا کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہوئی اور فوراً ایمرجنسی کی طرف بھاگی۔

اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

حیا نینا کی خاموشی سے سمجھ گئی کہ وہ جا چکی ہے۔

حیا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، جنہیں وہ رگڑ کر صاف کرتی رہی۔ اب وہ خود کو مضبوط نہیں رکھ پا رہی تھی۔

پوری بلیک ٹیم خاموش تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کچھ دیر بعد سلطان سکندر کو وہاں لایا گیا۔ رونے کے باعث حیا کی آنکھیں سوج گئی تھیں، اور لب کپکپا رہے تھے۔

"بابا..." لفظ بمشکل اس کے لبوں سے نکلا۔ اپنے باپ کو اس حال میں دیکھنا اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

سلطان سکندر کو خون میں لت پت حالت میں اسٹریچر پر گھسیٹتے ہوئے آپریشن تھیٹر کی طرف لے جایا گیا۔

ڈاکٹر نے نینا سے پوچھا کہ کیا وہ آپریشن کرے گی؟

نینا نے آنسو صاف کیے اور آگے بڑھ گئی۔ وہ اپنے بابا کو اس مشکل وقت میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

آپریشن تھیٹر کے سامنے الفا ٹیم موجود تھی، جبکہ بلیک ٹیم دشمن کو لے کر جا چکی تھی۔

کوریڈور میں افرا تفری مچی ہوئی تھی۔ آرمی کے یونیفارم میں ملبوس گارڈز دائیں بائیں کھڑے تھے۔

ان کے ساتھ بلیک ٹیم کے ممبران بھی موجود تھے۔ یہ سب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ نگار فاطمہ پہنچ چکی ہیں، مگر دیگر ٹیموں کے لوگ کیوں موجود تھے، یہ واضح نہیں تھا۔

حیدر نے سب کی جانب دیکھا اور مسکرا دیا۔ وہ جان گیا تھا کہ آنے والے کون ہیں۔

کچھ دیر بعد نگار فاطمہ آرمی یونیفارم میں کوریڈور میں داخل ہوئیں۔ وہ کسی سے بات کر رہی تھیں۔

حیدر کے علاوہ باقی سب ان کی جانب دیکھنے لگے۔

نگار کے ساتھ حیا بھی تھی۔

اس نے ماسک اور کیپ اتار کر بغل میں دبا رکھا تھا۔

اس کی آنکھیں سرخ تھیں، اور وہ کالے یونیفارم میں ملبوس تھی۔

نگار فاطمہ حیا کے سنگ ان کی طرف بڑھیں۔ پانچوں نے نگار فاطمہ کو سلیوٹ کیا جبکہ حیا نے ان پانچوں کو۔ "یہ ہیں بلیک ٹیم کی ہیڈ "حیا سلطان سکندر" دونوں برابری میں اپنی اپنی جگہ تھے۔

حیدر اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گیا، اس کے ضبط کی انتہا کتنی تھی۔

"دشمن کا پتا چلاؤ شہیر، احتشام اور زویا اس آدمی سے پوچھ گچھ مکمل کرو۔ دیری کا انجام ہمارے سامنے ہے، اور جب تک حیدر، زمان ہسپتال سے فری نہیں ہو جاتے شہیر مشن لیڈ کرے گا، بلیک ٹیم کو بھی شامل کرو، ان کا اور آپ کا مشن اس موڑ پر جڑ چکا ہے، دونوں کا دشمن ایک ہے مجھے نہیں لگتا اب مزید دیر ہونی چاہیے، ایکشن لو اور دشمن کو ابدی مات دو۔"

"Yes Sir"سب یک زبان بولے۔

"یہ تینوں بعد میں جوائن کریں گے، حیدر سے کچھ انویسٹیگیشن ہونی ہیں تمام معاملے کی، اس کے بعد مشن شروع کر سکتا ہے۔" حیدر نے نگار فاطمہ کی طرف دیکھا پھر حیا کے، تو کیا اس نے شکایت کر دی تھی؟ سب حیدر کی طرف متوجہ ہوئے جو کب سے خاموش پورا ماجرا جاننا چاہتے تھے۔

"حیا ایجنٹ ہے؟ تجھے پتہ تھا؟" زمان نے حیدر سے سوال کیا۔ حیدر جو سر تھامے بیٹھا تھا، اٹھا۔

"مجھے کیسے پتہ ہو گا، تم سب کے ساتھ ہی تھا نا۔" حیدر غصے سے بھڑکا، سب کو اس کی بات صحیح لگی۔

"انکل کو گولی کیسے لگی؟" اگلا سوال شہیر نے کیا۔

"نہیں پتہ... کون تھے وہ؟ مجھ سے بات کر رہے تھے، اچانک سے گولی چلی۔ انہوں نے 'سوری' کا نام لیا۔ تم تینوں سوری کی 'کنڈلی' نکالو۔ وہی سوری ہے جس کو ہم نے مس کیا تھا یا کوئی نیا 'سوری' مارکیٹ میں آیا ہے؟ کوئی بہروپیا۔"

Okay" فکر مت کر، سسپینڈ نہیں کریں گے کیونکہ ہم گواہ ہیں انکل نے تجھے خود بلایا تھا۔" سب نے شہیر کی بات پر ہامی بھری۔

"اور حیا بلیک ٹیم کی ہیڈ ہے، مجھے تو یقین نہیں آرہا۔" زویا نے حیرانگی سے گویا ہوئی۔

"حیا عرف 'بلیک کوئن'" حیدر کے جملے پر احتشام اور زویا ششدر رہ گئے۔

"کیا یہ وہی بلیک کوئن ہے، جس نے ہمیں سوری کے متعلق ڈیٹیل دی تھی، لاسٹ مشن میں؟"

"ہمم... وہ کب سے ہمارے ساتھ تھی، نہیں پتہ، وہی چھپ کر ہماری مدد کر رہی تھی ہم پر نظر رکھے۔ کب سے؟ صرف وہی بتا سکتی ہے۔"

"فِی الحال تم تینوں جاؤ اور کام پر لگ جاؤ۔ میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔" حیدر کی بات پر تینوں نے سر ہلایا اور خدا حافظ کہتے آگے بڑھ گئے۔ حیدر واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔

"جب میں ہسپتال میں تھا اس وقت بھی سب سے پہلے وہی آئی تھی، اسی نے مجھے بچایا۔ وہ میرے ساتھ سائے کی طرح تھی۔ لفٹ میں بھی اسی نے میری جان بچائی، کیوں؟" زمان نے اس کی بات پر فکر سے بالوں میں ہاتھ چلایا۔

" صحیح کہہ رہا ہے یار؟" آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا، کسی کو سفید کپڑے میں لپیٹے باہر لے جایا جا رہا تھا۔ سفید چادر میں لپٹے سٹریچر پر نظر پڑتے ہی زمان اور حیدر اس کی طرف بڑھے۔ نرس انہیں دیکھ کر پریشان ہوئی۔

"کوئی نہیں ہے، یہ صرف سفید چادریں اور سرہانے ہیں۔" حیدر اور زمان نے شکر کا سانس لیا۔ اس کے پیچھے ہی ایک اور سٹریچر آتا دکھائی دیا، جس پر سلطان سکندر تھے۔

انہیں جلدی سے آئی سی یو لے جایا جا رہا تھا۔ دونوں ان کے پیچھے بڑھے، سلطان سکندر کو دیکھ کر وہ مطمئن تو تھے مگر ان کی حالت دیکھ دونوں ہی سمجھ چکے تھے کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں۔ زمان نے نینا کا پوچھا۔ اسے لگا وہ اندر ہی آپریشن تھیٹر میں ہو گی، مگر اسے نہ پا کر زمان اور حیدر دونوں فکر مند ہوئے۔

"سر وہ وی آئی پی انکلیو میں ہیں، سرجری کے بیچ ہی چلی گئی تھی، میم سرجری نہیں کر پائیں، سر نے انہیں واپس بھیج دیا۔"

زمان نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ جانتا تھا کچھ ایسا ہی ہو گا، وہ جتنا مضبوط خود کو دکھالے، اپنے قیمتی رشتوں کو لے کر بہت کمزور تھی۔ کتنی دیر سے یہاں پاگل ہو رہا تھا اس کی حالت کا سوچ کر اور وہ اندر اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ زمان کو خود پر غصہ آیا۔

"کیسے ہیں اب انکل؟" حیدر نے نرس سے پوچھا۔

"سر آپ اندر نہیں جاسکتے، کوئی بھی ان کے پاس نہیں جا سکتا، سر کے سخت آرڈرز ہیں، آپ ڈاکٹر سے مل لیں۔" حیدر آئی سی یو کے دروازے کے باہر ہی رک گیا۔ زمان اور حیدر پرائیویٹ روم کی طرف بڑھے تاکہ انہیں بتا سکیں کہ سرجری ہو چکی ہے۔

کمرہ کافی بڑا تھا، ایک طرف دو بیڈ تھے، بڑے بڑے دو صوفے تھے، سامنے دیوار پر گھڑی نصب تھی۔ منی فریج اور ٹی وی کا بھی انتظام تھا۔ دونوں اندر بڑھے، سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ نگار فاطمہ جو دونوں کو دلاسہ دے رہی تھیں، ان دونوں کو دیکھ کر کھڑی ہوئیں۔

"انکل کو لے آئے ہیں۔" حیدر نے انہیں اطلاع دی۔ زمان کی نظریں نینا سے جا ملیں۔ اس کی آنکھیں سرخ اور سوجن کا شکار تھیں۔ اب تک سرجیکل یونیفارم میں ہی موجود تھی۔ حیا کی غلافی آنکھیں رونے کے باعث گلابی اور چمک رہی تھیں۔

حیا نے حیدر پر سرد نگاہ ڈالی اور سلطان سکندر سے ملنے باہر کی طرف بڑھی۔ اس کے ساتھ نگار فاطمہ اور حیدر بھی نکلے۔ زمان نینا کے قریب صوفے پر بیٹھا، نینا اس کے گلے لگی۔ ایک سکون کی لہر اس کے جسم میں سرایت کر گئی جبکہ نینا کو نرم حصار ملتے ہی رونا مزید بڑھ گیا، اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ کتنے دن بعد مل رہا تھا، اور وہ بھی ان حالات میں۔

"میں... نہیں... کر... پائی... با... با... کو... گولی..." نینا کی آواز رندھی تھی، آدھے الفاظ آنسوؤں کی ضد میں گم ہو رہے تھے۔ وہ سیدھی ہوتی زمان کو دیکھنے لگی۔ اس کے دونوں ہاتھ زمان کے ہاتھوں میں تھے۔

"بابا... کا... بہت... خون... بہہ... رہا... تھا... مجھ... سے... نہیں... ہوا... ہا... ہاتھ کانپنے... لگے... میں... گولی..." نینا پھر سے رونے لگی۔ اب تو زمان کی بھی آنکھ سے آنسو گر گیا۔ وہ اس کی اذیت کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔

زمان نے سانس ہوا کے سپرد کرتے خود کو ہمت دیتے اس کے آنسو اپنی انگلیوں کے پوروں سے صاف کیے۔ دل میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ حیدر پر غصہ بھی آ رہا تھا، اگر وہ سن لیتا تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔ آج حالات مختلف ہوتے۔ زمان نے دل ہی دل میں اسے کوسا۔ وہ نینا کو کسی بنا پر بھی اذیت میں نہیں دیکھ سکتا تھا، اس کی اپنی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی۔

"اتنا... خون... بابا کا... بہہ رہا تھا... بابا نے... تو کبھی... ہم پر... آنچ بھی... نہیں... آنے دی... زمان... اور آج وہ اس حال میں... میں... کیسے دیکھ لیتی... کیسے... میں نہیں سہ پاؤں گی۔"

"ششش... "زمان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

"جانتے ہیں؟ گولی... سے پہلے بابا... کو... اٹیک ہوا..." وہ اب سینے سے لگے آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ زمان اس کی بات پر حیران ہوا۔ وہ کیسے برداشت کر پائے ہوں گے؟

"میں... میں... ماں... کو کھو چکی ہوں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی... ابھی آ جائیں گی۔ حیا کی... برتھ ڈے تھی، زمان... ہم... ہم... ان کا انتظار... کر رہے تھے... حیا... حیا... چھوٹی تھی... بہت... مگر میں بڑی تھی... ماں نہیں آئی... میں... کیوں بڑی تھی... مگر میں... بچی ہی تھی نا... مجھ سے... اب یہ دوبارہ... نہیں ہو گا"...

نینا کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔ زمان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ جلدی سے پانی کا گلاس لے کر اس کے پاس آیا۔

"ششش... اب آپ روئیں گی نہیں... پلیز پانی پئیں... کیوں میری سانسیں روک رہی ہیں؟" زمان نے اسے ڈانٹا، "سنبھالیں خود کو، پلیز ایسے مت کریں۔"

نینا کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے، جسم بھی لرزش کا شکار تھا۔ زمان بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ اس نے گلاس اس کے ہونٹوں کے ساتھ لگایا اور اس کا سر صوفے کے ساتھ ٹکا کر سر پر بندھے حجاب کو ڈھیلا کیا تاکہ اس کی گھبراہٹ کم ہو۔ نینا کا سر ڈھلکا، زمان نے اس کے چہرے کو سہارا دیا مگر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھیں بند ہوتے ہی زمان کو اپنی دنیا کالی اندھیری رات جیسی لگی۔ زمان نے اسے جلدی سے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور ڈاکٹر کو بلانے بھاگا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر، نگار فاطمہ اور حیا ڈاکٹر کے کیبن میں موجود تھے۔ حیدر عجیب سی کیفیت کا شکار تھا، جیسے عدالت میں کھڑا ہو اور اسکو سزا سنائی جا رہی ہو۔ خود کو مجرم مان رہا تھا، کندھے بھی ڈھلکے تھے۔

"پیشنٹ کی حالت کریٹیکل ہے ابھی" حیدر نے آنکھیں میچیں۔

"انہیں گولی سے پہلے ہارٹ اٹیک آیا جو ان کے لئے ٹھیک نہیں تھا، کیوں کہ پہلے بھی ان کو ایک اٹیک ہو چکا ہے"۔ حیا نے کرب سے آنکھیں بند کی آنسو بے آواز گر رہے تھے۔ دل گھٹ رہا تھا۔

حیدر روم سے باہر نکل گیا۔ وہ مزید نہیں سن پایا، اسے لگا جیسے ڈاکٹر اسکی طرف انگلی اٹھائے اسے سنا رہا ہو ، دماغ ماؤف ہو چکا تھا، ہر چیز سے چڑ رہا تھا۔

" گولی لگنے کی وجہ سے ان کا خون بہت بہہ چکا ہے، اس لئے ہم دوسری سرجری نہیں کر پائے۔ دو دن ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔۔ میں ڈاکٹر ہونے کے ناطے آپکو جھوٹی امید نہیں دلاؤں گا، کیوں کہ ان کو جس حالت میں یہاں لایا گیا اب انکی سانسیں چلنا بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہے، آپ سب کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ ان کے پاس جانے کی سا ازت نہیں دے سکتے دور سے ہی دیکھ سکتے ہیں آپ سب مجھے امید ہیں آپ سب ہم سے تعاون کریں گے۔"

" بلکل ڈاکٹر۔۔ آپ۔ اپنا کام آرام سے کریں۔۔ ہم آپکے کام میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔" حیدر جو دروازے کے باہر ہی کھڑا اتھاناچاہتے ہوئے بھی سب سن چکا تھا۔

دونوں کمرے سے باہر نکلی، حیا، نینا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ حیدر نگار فاطمہ کے پاس آیا۔۔

"حیدر مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی، تم نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔۔بچے مجھ سے پوچھ لیتے۔۔ سوال کرتے پورے حق سے۔۔"

" آپنے ایسے گھر رشتہ کیوں کیا، جو میرے باپ کا قاتل ہو سکتا ہے ؟

"کیا میں تمھیں نا بتاتی ؟؟ یا یہ بھی تم نے سوچ لیا ہو گا کہ ماں اپنے بھائی کو بھول گئی۔۔ اپنے بیٹے کی خوشی میں ؟؟ میں اتنا سب کر کے بھی ہار گئی۔" نگار فاطمہ صوفے پر ڈھے گئی۔

کوئی دیکھتا تو یقین نا کرتا ملٹری آفیسر جن کے ایک حکم پر حکومت میں کئی تبدیلیاں رونما ہوتی تھی۔ آرمی میں ون مین آرمی کا خطاب لینے والی آج اولاد کے ہاتھوں بے بس ہو چکی تھی۔

"میں تمہیں کسی پر بھی اعتبار کرنا نہیں سکھا پائی۔"

حیدر تڑپ کر ان کے گھٹنوں میں بیٹھا۔

"موم ایسا مت کہیں۔۔ میں اپنی نظروں میں بھی گر چکا ہوں، اپنے آپ سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا۔۔۔ میں صرف آپکو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ نہیں جانتا تھا آپکو سب معلوم ہے ورنہ پہلے ہی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی۔۔۔ موم انکل میرا انتظار کر رہے تھے۔۔۔ انہوں نے بابا سے وعدہ کیا تھا وہ مجھے سچ خود بتائیں گے " نگار فاطمہ اسکی باتوں ہر حیران ہوئی۔

"یہ کس نے کہا تمہیں؟"
"انکل نے گولی لگنے سے پہلے۔"
"مگر حماد کی ملاقات تو کسی سے نہیں ہوئی، اسے تو جلا..." نگار فاطمہ بات مکمل نہیں کر پائی۔ حیدر سمجھ گیا وہ کس کی بات کر رہی ہیں۔
"پتا نہیں موم، انکل کے پاس ہی ہیں وہ سب راز جو انہیں بتانے نہ دیے گئے۔" نگار فاطمہ بھی اس کی باتوں سے پریشان ہوئیں۔
"ان شاء اللہ، جب بھائی صاحب کو ہوش آجائے گا یہ گتھی بھی سلجھ جائے گی۔ زمان بھی پریشان ہے، تم بھی دھیان رکھنا، حیا اور نینا معصوم بچیاں ہیں، مشکل وقت سے گزر رہی ہیں، اور ان سے معافی بھی

مانگ لینا تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے۔" حیدر بھی کب سے شش و پنج کا شکار تھا، وہ کن الفاظ میں معافی مانگے؟ نہ چاہتے ہوئے بھی قصوروار بنا دیا گیا تھا۔

حیا ان کی طرف بڑھی۔

"آنٹی، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ زمان بھائی بھی پریشان ہیں، آپ ان کے پاس جائیں گی؟ میں کچھ دیر باہر ہوں۔"

"ٹھیک ہے بچے... کوئی بات نہیں۔ جلدی آنا، ٹھنڈ ہے باہر۔" نگار فاطمہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

حیا آگے بڑھ گئی، نگار فاطمہ نے حیدر کو اشارہ کیا کہ اس کے ساتھ رہے۔

حیا پرائیویٹ رومز کی طرف بڑھی اور ٹیرس میں چلی گئی۔ حیدر کے سامنے وہی منظر گھوما جب دونوں پہلی بار ملے تھے، حیا نے اسے گرنے سے بچایا تھا۔ حیا دیوار کے کونے پر جا کر کھڑی ہو گئی اور وہیں بیٹھ گئی۔ وہ رونے کی جگہ تلاش کر رہی تھی۔ کسی کے سامنے بھی کھل کر نہیں رو پاتی تھی، اسے رونے کے لیے الگ جگہ چاہیے ہوتی تھی۔ بچپن کی عادت تھی اس کی۔

حیدر نے اسے ایک طرف ہوتے دیکھا اور آہستہ دوسری طرف دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اسے حیا کی سسکیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی بھی یہ سمجھ پاتا کہ کوئی یہاں موجود ہے اور رو رہا ہے۔

"یا اللہ! میرے بابا کو صحت دے دے۔ میں نے کبھی کچھ نہیں مانگا، تیری رضا میں راضی رہی مگر یہ فیصلہ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔" حیدر نے اس کے الفاظوں میں چھپے درد پر آنکھیں میچ لیں۔ رات کی خاموشی اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے حیا کے ساتھ اس کے لفظ بھی کپکپا رہے تھے۔

”اللہ! آپ تو سب سے بڑے ہیں نا، آپ اسے معاف کر دینا۔ وہ لوگوں کو تکلیف پہنچا دیتا ہے، مگر وہ جان کر نہیں کرتا۔“ حیدر اس کی بات پر حیران ہوا، وہ کس کی بات کر رہی ہے؟

”دل دکھانے والوں کو آپ کبھی معاف نہیں کرتے۔ مگر میرے پیارے اللہ! آپ اس سے ناراض نہ ہونا، وہ دل کا برا نہیں، صرف بھٹک چکا ہے۔“ حیا کی باتوں سے حیدر کے جسم میں کپکپی طاری ہوئی۔ عجیب سی بے چینی کی لہر اس کے جسم میں اوپر سے نیچے سرایت کرنے لگی۔

”کبھی کبھی ہم کسی کی تکلیف دیکھ نہیں پاتے مگر آپ تو جانتے ہیں نا، کون کس غم میں مبتلا ہے؟“ حیدر حیران تھا، اس نے رب سے کیسا تعلق جوڑا تھا۔ جو لڑکی سارا دن خاموش رہی، وہ اکیلے میں اللہ کو دل کا حال سنا رہی تھی۔

”تو کیا اللہ اسے جواب دے گا؟“ حیدر نے خود سے سوچا۔

”میں غصہ تو ہوں بہت، بابا کی وجہ سے چپ ہوں۔ ناراض ہوں مگر اللہ! پہلے اس نے کب منایا؟ ایسا نہیں ہے مجھے اس کے علاوہ کچھ دکھتا نہیں، مگر میں اس کے علاوہ کسی کو دیکھنا چاہتی ہی نہیں۔“

حیدر جو جانے لگا تھا، اس کے قدم رکے... "کون ہے وہ؟؟"

حیدر حیا کے منہ سے کسی کے لیے ایسے الفاظ سن ہی نہیں پا رہا تھا۔

"وہ سب بھول چکا ہے؟ مگر مجھے یاد کیوں ہے؟ یہ بھی آپ کا امتحان ہے، یا اللہ! میری رہنمائی کرنا، میرا صبر اور حوصلہ ٹوٹنے نہ دینا۔ میں جانتی ہوں تو بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر نہیں آزماتا۔ اللہ! مجھے اور آپی کو اس آزمائش میں کامیابی عطا کرنا، بابا کو صحت اور زندگی عطا فرما۔"

حیا کے تمام الفاظوں کے ساتھ سسکیوں کی آواز بھی جاری تھی۔

"یا اللہ! میں نے اس شخص سے اس وقت بے حد محبت کی، جب مجھے محبت لفظ کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ اب میرا دل کیا، دماغ بھی اس حد کو سمجھ نہیں پاتا۔

جب آپ کسی سے چھپ چھپ کر پیار کرتے ہیں تو اذیت اس وقت ہوتی ہے جب آپ ان کے سامنے ہونے پر اپنے کہے اور کیے جانے والے ہر لفظ اور عمل سے بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔

کوئی بھی چیز اس طرح سے نہیں ہوتی جیسے ہم تصور کرتے ہیں... میں ٹوٹ جاتی ہوں۔

اللہ! بابا سب جانتے ہیں، ایک وہی تو میرے رازدار ہیں۔ میرا تجھ پر توکل اتنا ہے کہ میں ڈاکٹروں کی کسی بات پر یقین نہیں رکھتی۔ آپ سب اچھا کر دیں گے، پہلے کی طرح۔"

حیا کی آواز بہت آہستہ ہو چکی تھی، جبکہ حیدر کے سینے میں جلن اور بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا، ابھی جا کر اسے روبرو کر کے پوچھے۔

"کون ہے وہ؟؟"

جو اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا، وہ سب کیا تھا؟ جھوٹ یا فریب؟

حیدر نے زور سے مکا دیوار پر مارا، یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ دوسری طرف ہے۔ دھمک کی آواز سے حیا چونک گئی۔ آنسو صاف کرتی اٹھی اور دوسری طرف آئی۔

حیدر بھی اسے اپنے سامنے دیکھ کر حیران ہوا اور جلدی سے اپنی کیفیت پر قابو پایا۔

حیا اسے دیکھ کر چونکی، پریشان ہو کر بولی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ کب سے یہاں ہے؟

"میں... ابھی آیا ہوں، مجھے بارش کی آواز سنائی دی، وہی دیکھنے آیا تھا۔ تم کہاں تھی؟ کسی کو پتا ہی نہ چلتا کہ تم ٹیرس میں ہو؟"

بارش کے کچھ قطرے گرنا شروع ہوئے۔ حیا نے وہم سمجھا۔

"بارش تو نہیں ہو رہی۔" حیا نے نظریں گھماتے ہوئے کہا۔ وہ حیدر کی بات کا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی، حالانکہ حیدر اس کے رونے کی بات کر رہا تھا۔ مگر حیدر حیران ہوا، واقعی آہستہ آہستہ بارش شروع ہو رہی تھی۔

دونوں اپنی اپنی جگہ گھبراہٹ کا شکار تھے، جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

حیا اندر بڑھنے لگی۔

"ایک منٹ، رکو گی؟"

حیا کے قدم تھمے، سانسیں بھی اگلی بات کے انتظار میں رک گئیں۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے، جب ہم کسی کو چاہیں، اس کے سامنے خود کو بے بس محسوس کریں؟ وہ کیسے ہم پر ترجیح لے جاتا ہے؟" حیا نے دل میں سوچا، مگر وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی اس کے سامنے۔

حیا نے ایک قدم اور بڑھایا، اسے سردی لگ رہی تھی اور اب بارش کی رفتار بڑھ رہی تھی۔

حیدر اس کے سامنے آیا، حیا ایک دم چونکی۔

"پلیز... میرے اس پلیز کی انسلٹ مت کرنا۔"

وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی، اشارہ صاف تھا۔ "بولیں؟ کیا کہنا ہے؟"

حیدر نے بالوں میں ہاتھ چلایا اور ایک قدم اس کی طرف بڑھایا۔ حیا نے ایک قدم پیچھے ہٹایا۔

حیدر نے پھر ایک قدم اس کی طرف بڑھایا، حیا نے ابرو اچکا کر دیکھا، وہ کیا چاہتا ہے؟

حیا پھر ایک قدم اور پیچھے ہوئی۔

حیدر اس کی حرکت پر مسکرایا، حیا نے اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سر جھکا لیا۔

وہ اسے شیڈ کے نیچے لے آیا تھا، جہاں بارش اس پر نہ پڑے، مگر خود بھیگ رہا تھا۔

"میرا... تمہیں... یا... کسی کو بھی تکلیف پہنچانا مقصد نہیں تھا، یہ میرا ارادہ کبھی نہیں تھا۔ مجھے افسوس ہے، میں اس وقت کچھ کر نہیں پایا، ورنہ انکل کی جگہ"...

حیا نے چونک کر سر اٹھایا، وہ یہ کب چاہتی تھی... اس کی زندگی میں گنتی کے چند لوگ ہی تو اس کی سانسوں کے ضامن تھے۔

"اگر میں کر سکتا تو ان تمام چیزوں کو ختم کر دیتا، جو میں نے کہا اور کیا... مجھے افسوس ہے کہ میں نے سب گڑبڑ کر دی... مجھے معاف کر دو۔"

حیا کو اس پر غصہ تو بہت تھا، مگر اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ معافی مانگے گا۔ دل سے برا لگا، لیکن... وہ اسے رعب ڈالتے، باتیں سنا کر، تنگ کرتے، چڑاتے اور مسکراتے ہی اچھا لگتا تھا۔

"اس سب کی ضرورت نہیں ہے، میں آنٹی اور آپ کی باتیں سن چکی ہوں۔ نہیں جانتی تھی کہ بابا نے میرے منع کرنے کے باوجود بھی آپ کو وہاں بلا لیا۔ ان کی جان کو خطرہ تھا، وہ جانتے تھے۔ اور اس طرح آپ دونوں کا آمنا سامنا ہونا، دشمن کو پھر سے ماضی دہرانے کا موقع دے رہا ہے۔ فرق یہ تھا کہ... اب بڑے بابا نہیں بلکہ آپ تھے۔"

حیدر اس کی بات پر پریشان ہوا، مگر 'بڑے بابا' کہنے پر چونکا۔

دماغ میں کہیں سفید اور کالی تصویریں ملی جلی چل رہی تھیں، مگر وہ پہچان نہیں پا رہا تھا۔

"تم کیسے جانتی ہو بابا کو؟"

"بچپن سے۔"

"انکل کو کیوں منع کیا؟ وہ جو کہہ رہے تھے کہ وہ ناراض ہو گا مگر میں منا لوں گا؟ تمہاری بات کر رہے تھے؟" حیدر سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"جی، میری ہی بات کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے آتے دیکھ لیا تھا۔ وہ مجھے 'لیڈی باس' کہتے ہیں۔" حیا کی آواز سلطان سکندر کے ذکر پر نم ہو گئی۔

"تم نہیں چاہتی تھیں کہ مجھے سچ کا پتہ چلے؟ کیوں؟" حیدر اس کے قریب ہوا۔

"کیونکہ یہ صحیح وقت نہیں تھا۔ آپ دونوں دشمن کی نظر میں ابھر سکتے تھے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو نقصان اٹھانا پڑے۔"

"سمجھ گیا یہ تو، مگر... تم نے بابا کو 'بڑے بابا' کیوں کہا؟ نہیں، تم یہ سب جان کر کر رہی ہو، میرے ساتھ کھیل کھیل رہی ہو۔ جواب دو!" حیدر ہیجانی انداز میں چلایا۔ اس کے لیے یہ سب ناقابلِ یقین تھا۔

"میں آپ سے تھپڑ کے لیے معافی مانگنے والی تھی، مگر مجھے لگتا ہے کہ صحیح ہوا۔"

حیدر نے غصے سے مٹھی بھینچی۔ "سب کھیل کھیل رہے ہیں میرے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے؟ مگر آپ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ بچے تو نہیں ہیں جو سمجھ نہ پائیں کہ کون سچا ہے، کون جھوٹا۔ آپ کی یہی سب سے بڑی کمزوری ہے، سب کو ایک طرح سے دیکھتے ہیں، کسی پر اعتبار نہیں

کرتے، یہی آپ کی غلطی ہے۔ پہلے اپنے اندر جھانکیں، آپ ہیں کیا؟ پھر دوسروں سے سوال کریں۔۔ آپ کون تھے؟ میں بتاتی ہوں"!

حیدر اس کی بات پر شش و پنج کا شکار ہوا، کون تھا وہ؟ وہ خود سے بھی لاعلم تھا۔

"آپ جب ملٹری کی ٹریننگ پر گئے، اس وقت حافظِ قرآن تھے۔"

حیدر ایک قدم پیچھے ہٹا۔

"وہ تو ناراض ہی رہا ہے جب سے اسے یاد ہے۔ تو وہ حافظِ قرآن کیسے؟

"تم... تم جھوٹ کہہ رہی ہو"!

حیا اس کی بات پر مسکرائی اور نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں... مجھے یاد ہے، ماں نے آپ کو یاد کروایا تھا۔ آپ کسی سے سبق یاد نہیں کرتے تھے۔ ماہی اور میں..." حیا کی آواز رندھ گئی، آنسوؤں کا گولہ گلے سے نیچے اتارا۔

"تنگ... کرتے تھے بہت۔ مگر ماں نے ہمیں قرآن پڑھایا، اور آپ...
میں غصے میں تھی بہت! ماں ہمیشہ آپ کی طرف داری کرتی تھیں، بہت پیار تھا انہیں آپ سے۔
تبھی تو مجھے...؟" حیا جلدی سے رکی، وہ یہ نہیں بتا سکتی تھی۔ آنسو صاف کیے۔

حیدر اس کی بات پر اٹکا تھا۔

"تمہیں کیا؟" حیدر جواب چاہتا تھا۔

"مگر آپ نے؟" حیا وہ سب یاد کرتے ہوئے پھر سے رو پڑی۔ "بابا پر الزام لگا دیا... انہوں نے مارا بڑے بابا کو... کیسے کر سکتے ہیں آپ؟" حیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

حیدر کو تو سب نیا لگ رہا تھا۔

"کیا وہ حیا کو جانتا تھا؟ کیا ان کا بچپن ساتھ گزرا تھا؟ وہ یہ سب خوبصورت یادیں کیسے بھلا سکتا ہے؟"

"مجھے کچھ یاد کیوں نہیں آ رہا!" حیدر نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔

"مجھے صرف بابا یاد ہیں، صرف بابا اور کچھ ماہی... باقی کسی کے لئے میں کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہا۔"

"مجھے نہیں پتا، آپ کیسے بھول گئے یا آپ یاد ہی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ مگر جنہیں آپ پیچھے چھوڑ آئے تھے، وہ آپ کو کبھی نہیں بھولے..." حیا کہتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

جانتی تھی کہ وہ الجھا ہوا ہے، مگر اس نے بھی تو اسے کتنا الجھائے رکھا بچپن سے اب تک۔

حیدر سکتے میں باہر ہی کھڑا رہا۔ کئی سوال تھے جو اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔

"میں اسے کیوں نہیں جانتا تھا، جب وہ بچپن سے مجھے جانتی ہے؟ کون دے گا میرے سوالوں کے جواب؟ ہاں، زمان؟ نہیں... وہ پہلے ہی پریشان ہے۔ موم؟ نہیں... کیا کروں، اللہ؟"

حیدر، جو لگاتار اپنی لے میں بولے جا رہا تھا، مدد کے لئے پکارا بھی تو کس کو؟ واحد اور یکتا ذات کو۔ اس کے علاوہ کون غیب سے مدد بھیج کر راستہ بنا سکتا ہے؟

"اللہ، کیا میں نے یہی کہا؟" وہ تو اللہ کو نہیں پکارتا تھا، تو آج کیوں؟

حیدر نے چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور جیسے پوچھا ہو۔

"آپ کے پاس ہے میرے سوالوں کے جواب؟"

اچانک سے بجلی بری طرح چمکی۔ حیدر خوف سے ایک قدم پیچھے ہوا۔

"تو کیا یہ اشارہ ہے؟ میں ہمیشہ سے غلط تھا؟ مجھے لوگوں کی پرکھ نہیں؟ کیوں میں اپنا اصل بھول گیا؟" حیدر وہیں بیٹھ گیا۔ دماغ میں سوالوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

نینا کو ڈاکٹر سکون کا انجیکشن دے چکے تھے۔ زمان اس کے پاس بیڈ پر ہی بیٹھا تھا۔ ابھی بھی اس کے ہاتھوں میں مہندی کے مٹے مٹے نشان باقی تھے۔ زمان نے اس کی ہتھیلی پر لب رکھے۔

"میری ذمہ داری تھی آپ کا خیال رکھنا اور میں آپ کو چھوڑ کر چلا گیا..." زمان نے انگوٹھے کی مدد سے اس کا ہاتھ سہلایا۔

"کب سے برداشت کر رہی تھی؟ مجھے تو بتایا ہوتا یار!" زمان اس سے سوال کر رہا تھا جو آنکھیں بند کئے سو رہی تھی۔

ڈاکٹر کے مطابق اسے مائگرین کا کافی برا اٹیک ہوا تھا۔ پچھلے تین مہینے سے وہ مائگرین کی میڈیسن استعمال کر رہی تھی۔ اور اس پینک اٹیک کی وجہ سے اس کی ذہنی حالت اس وقت ٹھیک نہیں تھی۔ ڈاکٹر نے اسے غنودگی کا انجیکشن دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ سوئی رہے۔ زمان نے حیا کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ وہ پہلے ہی پریشان تھی۔ صرف یہی کہا کہ وہ ٹینشن سے بے ہوش ہو گئی تھی۔

نگار فاطمہ کمرے میں آئیں۔ زمان انہیں دیکھتے ہی ان کی طرف بڑھا اور گلے لگ گیا۔

"موم! یہ سب کیا ہو گیا؟ کاش میں کچھ کر پاتا، نہیں دیکھ پا رہا میں نینا کو اس طرح... اور انکل؟"

"حوصلہ کرو شیر، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" دونوں صوفے پر بیٹھے۔

"کیا ہوا ہے؟ کیا کہا ہے ڈاکٹر نے؟" نگار فاطمہ سمجھ گئیں کہ بات بڑی ہے، تب ہی وہ اتنا پریشان ہے۔

"نینا تین مہینے سے مائگرین کی میڈیسن لے رہی ہیں۔ آج انہیں بہت برا اٹیک ہوا۔ میرے سامنے... وہ کانپ رہی تھیں، ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے۔ وہ کب سے یہ درد سہہ رہی تھیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔"

نگار فاطمہ بھی حیران ہوئیں۔

"سلطان صاحب نے بچیوں کو ہر حالت میں لڑنا سکھایا ہے۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو شاید اب بھی یہ ہمیں پتہ نہ چلتا۔ دونوں بہت بہادر اور مضبوط ہیں۔۔ تم بھی نینا سے اس کے متعلق کوئی بات مت کرنا۔ وہ تمہیں خود بتادے گی جب اسے صحیح لگے گا۔۔ صرف میری بیٹی کا خیال رکھو، اسے ایک پل کے لئے بھی اکیلا مت چھوڑنا۔۔ محبت اور احساس کے رشتے میں بہت طاقت ہوتی ہے، یہ بیماریاں عارضی ہیں۔ ان شاء اللہ، بالکل صحت مند ہو جائے گی۔"

زمان نے نگار فاطمہ کے ہاتھ پر عقیدت بھرا پیار دیا۔

"تم بھی ریسٹ کرو۔ میں روم میں ہوں، حیا کو بھی دیکھ لوں۔"

نگار فاطمہ کوریڈور سے ہوتی باہر کی طرف بڑھیں۔ دوسری طرف حیدر بیٹھا نظر آیا، جو گیلا ہو رہا تھا۔ بارش زیادہ تیز نہیں تھی مگر ٹھنڈ بہت بڑھ چکی تھی۔ سر پر بندھی پٹی بھی گیلی ہو چکی تھی۔

"حیدر! ایسے کیوں بیٹھے ہو؟" نگار فاطمہ اسے دیکھ کر پریشان ہوئیں۔ حیدر نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ کپڑے بدل چکی تھیں۔ سادی شلوار قمیض میں موجود، کندھے پر شال اور سر پر دوپٹہ جمائے کھڑی تھیں۔ وہ اس سے کچھ پوچھ رہی تھیں جو حیدر سمجھ نہ پایا۔ غائب دماغی میں بس انہیں دیکھ رہا تھا۔

نگار فاطمہ کو اس کے ایسے رویے سے خوف آیا۔ انہیں سالوں پہلے والا حیدر یاد آیا۔ جو بات کم کرتا مگر گھورتا زیادہ تھا۔

انہوں نے حیدر کو کھڑا کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ پروٹوکول میں انہیں الگ پرائیویٹ روم دیا گیا تھا۔ حیدر کو صوفے پر بٹھایا، اور اس پر اپنی چادر اوڑھا دی۔ الماری سے تولیہ نکال کر لائیں اور اس کے بالوں کو خشک کرنے لگیں۔

"موم! میں کون ہوں؟"

اس کے بے تکے سوال پر نگار فاطمہ حیران ہوئیں۔ ان کے ہاتھ رک گئے۔

"میرے بیٹے ہو۔ کیا بات ہے، حیدر؟"

نگار فاطمہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔ انہیں معاملہ پیچیدہ لگا۔

"موم! اس نے کہا، 'میں اپنے اصل کو پہچانو! کون ہوں میں؟ وہ کہتی ہے، میں سب خود یاد نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ مگر میں کیا بھول گیا؟ مجھے کچھ بھی تو یاد نہیں"! حیدر چھوٹے بچے کی طرح حیا کی شکایت لگا رہا تھا۔

نگار فاطمہ کو اس پر پیار آیا۔

"وہ اب بھی معصوم بچہ ہی تھا، جو سہا سب بھول چکا تھا۔"

نگار فاطمہ مسکرائیں۔ "کون تنگ کر رہا ہے میرے بیٹے کو؟"

حیدر نے ان کی طرف دیکھا... جو مسکرا رہی تھیں۔

"کوئی نہیں!" وہ ناراض ہوا۔

"اچھا... ٹھیک ہے۔ یہاں دیکھو۔" نگار فاطمہ نے اسے متوجہ کیا تاکہ وہ پورے ہوش میں ان کی باتیں سنے اور سمجھے۔ "تم حماد یوسفزئی کے بڑے بیٹے ہو۔ تم سے چھوٹا ایک بھائی بھی تھا، جو پیدائش کے کچھ عرصے بعد ہی سانس کی تکلیف کے باعث اس دنیا سے چلا گیا۔ بہت منتوں اور دعاؤں کے بعد ماہی پیدا ہوئی۔ وہ سب کی چہیتی تھی، تمہاری بھی۔ حماد کی تو جان بستی تھی اس میں۔"

نگار فاطمہ وہ سب یاد کرتے ہوئے مسکرائیں۔

"ماہی اسے بالکل بھی خود سے دور نہیں ہونے دیتی تھی۔ وہ پٹھانی نقوش لے کر پیدا ہوئی تھی۔ بھرے بھرے گال، گلابی ہونٹ اور بڑی بڑی آنکھیں۔ ماشاء اللہ، بہت پیاری تھی۔ مگر خوشیوں کو جانے کس کی نظر کھا گئی۔"

کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔

"آجاؤ!" نگار فاطمہ نے اجازت دی۔

زمان اور حیا اندر داخل ہوئے۔ نینا ابھی تک سو رہی تھی۔ دونوں حیدر کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ حیا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اسے بارش میں ہی چھوڑ آئی تھی۔

"موم! سب ٹھیک ہے؟" زمان نے فکر سے استفسار کیا۔

"کچھ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ حیا کا ہونا ضروری تھا۔"

حیا ان کی بات پر حیران ہوئی۔

"کیا حیدر نے وہ تمام باتیں بتا دی ہیں؟" حیا نے اندازہ لگایا۔

"زمان اور میں دونوں جانتے ہیں، حیدر نے 11 سال سے 28 سال تک کا سفر کیسے طے کیا۔"

"موم، پلیز!" زمان نے انہیں روکا۔

"زمان، وقت آگیا ہے۔ اس کے اصل پر سوال اٹھ رہے ہیں۔ اگر جواب اب نہ دیے گئے تو غلط فہمیاں بڑھتی جائیں گی۔

11 سال کی عمر میں حیدر کو ملٹری اکیڈمی بھیج دیا گیا۔ وہ باقی بچوں کے مقابلے میں ذہین تھا۔ باقی کی تعلیم اس نے وہیں سے مکمل کرنی تھی۔ دو سال بہت خوش گوار گزرے۔ میں اس وقت ہیڈ انچارج تھی۔ وہ بہت ڈسپلن سے رہنے والا، قابل، افسر کی خوبیاں لیے، انسٹرکٹرز کا فیورٹ، پانچ وقت کا نمازی بچہ تھا۔

حیدر ان کی بات پر چونکا۔

اسے تو یاد ہی نہیں... اس نے کب آخری نماز پڑھی؟ کب سجدہ کیا؟ کیا اسے وضو آتا ہے؟" اس کے اندر سے سوال اٹھے۔

حیدر نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ وہ اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ شرٹ کے اوپر کے بٹن کھول دیے۔

حیا جانتی تھی، وہ اس کی عادات سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ گھر میں بھی اسی لیے سب کا چہیتا تھا۔ اپنے کام سے کام رکھنے والا، کم گو، لائق بچہ۔ مگر ماہی اور حیا... وہ دونوں صرف حوریہ کی سنتی تھیں۔ باقی سب نے تو بگاڑا تھا۔

"اس کی فائل، اسائنمنٹ، جب موقع ملتا خراب کر دیتیں۔ اور اس کی بکس پر ڈول کے اسٹیکرز لگا دیتیں۔ اور وہ ایک ہی بات کہتا، 'چھوٹی ماں۔'

یہ سنتے ہی دونوں بھاگ جاتیں۔"

حیاسب یاد کرتی مسکرادی۔

بچپن کیسے پر لگا کر اڑ گیا۔

حیا، ماہی سے تین سال بڑی تھی۔

11 سال کا حیدر اور 8 سال کی حیا۔

"وہ سال... بہت سے رشتوں کو اپنے سنگ لے گیا۔

31 دسمبر۔ حیا کی برتھ ڈے کا دن۔ لوگ نئے سال کی خوشیاں اور آنے والے سال کی تیاریاں منانے میں مگن تھے۔

وہیں کہیں، میرا میکہ جل رہا تھا۔

ایک ہی بھائی تھا، جس نے ماں باپ دونوں کا پیار دیا۔ ماریہ تھی، جس نے نند نہیں بلکہ بڑی بہن کا درجہ دیا۔ تم دونوں بچے میری جان تھے۔ مگر مشن کے چلتے زیادہ ملاقات نہیں ہو پاتی تھی۔ حماد کے دوست تھے بھائی صاحب۔۔ جانتی تھی۔ میٹنگ میں اور مشن کے دوران ایک دو بار مل چکی تھی، مگر ان بچیوں سے کبھی ملاقات نہیں ہو پائی۔

جب یہ حادثہ پیش آیا... ہم وہاں نہیں تھے۔ حیدر، زمان کو چھٹیاں ہوئیں تو ہم تینوں وہاں پہنچے۔ مگر... رات کے اس پہر گھر جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔ شاید سب کوششیں کی جا چکی تھیں۔ کوئی نہیں بچا تھا۔

حیدر جتنا بھی مضبوط تھا، مگر پتھر دل بھی اپنے آشیانے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملیامیٹ ہوتے دیکھ کر مر جاتا۔

میرا بچہ بھی تل تل مرا۔"

نگار فاطمہ کی آواز بھٹک چکی تھی۔ رونے میں شدت بڑھ چکی تھی۔ حیا کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

"11 سال کا بچہ ہی تھا، کیسے سہتا؟ کچھ پتہ نہ چل پایا۔ ان کے دوست بھی راتوں رات غائب ہو گئے۔ کوئی نہیں جان پایا کہاں گئے، یا وہ ان کے ساتھ ہی...؟"

نگار فاطمہ نے سانس برابر کی۔ آنسو صاف کیے۔

"سب کو یہی لگا، وہ بھی ان کے ساتھ ہی جل گئے۔ محلے والوں نے یہی بیان دیا۔ ملٹری کے اعلیٰ عہدیدار سب جانتے تھے، مگر کوئی بھی اس وقت منہ کھولنے کو تیار نہ تھا۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔" نگار فاطمہ نے حیدر کی طرف دیکھا۔ "اسے سنبھالنا ایک مشکل امر بنتا جا رہا تھا۔ وہ دن میں خاموش رہتا مگر راتوں کو چیختا، خود کو چھڑوا کر باہر بھاگتا تھا۔ اس کی باتیں میرا دل دہلا دیتی تھیں۔

"وہ..." نگار فاطمہ مزید نہ بول پائیں۔

زمان نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ماں رو رہی ہیں بہت، مجھے یاد کر رہی ہیں۔ مجھے ایک بار لے جائیں ان کے پاس۔ ماہی چیخ رہی ہے، موم۔ وہ مجھے تنگ کر رہی ہے، وہ چھپ گئی ہے۔ میں جاؤں گا تو وہ آجائے گی سامنے۔ میں ایک بار دیکھ کر آجاؤں گا، زیادہ نہیں رکوں گا۔ اپنی ٹریننگ پوری کروں گا۔ پکا وعدہ، موم۔ ایک بار لے جائیں نا، پلیز۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میری بات کیوں نہیں مانتی آپ؟ میں آپ کا بیٹا نہیں بنوں گا؟ کوئی بات نہیں مانوں گا۔"

روز... روز اس کی یہی باتیں ہوتی تھیں، اور ہمارے پاس اسے دینے کے لیے کوئی جواز نہ ہوتا تھا۔

وہ صرف زمان کی سنتا تھا۔ مجھ سے ناراض ہو چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر خاموش ہو جاتا۔ میں اس کی گناہگار جو تھی، اسے اس کے گھر والوں کے پاس نہیں لے جاتی تھی۔

اس کی حالت دن بدن خراب رہنے لگی۔ کوئی اس وقت حیدر کو دیکھتا تو یقین نہ کرتا۔ یہ وہی ہے جو ہر سرگرمی میں اول آنے والا، ملٹری کے سخت چیلنجز کا مقابلہ کرنے والا... بیڈ پر رسیوں سے بندھا ہے۔"

حیا اور حیدر نے چونک کر نگار فاطمہ کو پھر زمان کو دیکھا، جیسے اس بات کی تصدیق چاہتے ہوں۔

نگار فاطمہ کی آواز بیٹھ چکی تھی، جبکہ زمان وہ گزرا وقت سوچتے آنکھوں میں نمی لیے بیٹھا تھا۔

دو سال کا عرصہ... مگر ایک ایک دن بھاری تھا۔

"زمان کے ہاتھ سے کچھ کھا پی لیتا تھا، مگر وہ اس کی صحت کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

ڈاکٹرز کو خدشہ تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گا۔ وہ باغی ہو رہا تھا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتا رہتا تھا۔

قرآن نہیں پڑھنے دیتا تھا، اللہ کے ذکر سے چڑ جاتا تھا۔

وہ رب ناراض ہو گیا تھا کہتا۔

میں نے قرآن پڑھا ہے، اس میں اللہ نے فرمایا۔

'میں بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر نہیں آزماتا۔'

تو میرا یہ حال کیوں ہوا؟"

"میرے سینے میں قرآن ہے، میرا اللہ کہاں ہے؟"

وہ الٹے سیدھے سوال کرتا، کسی کی نہیں سنتا تھا۔

ڈاکٹرز نے مجبور ہو کر اس کے دماغ کو سلانے کی دوا دینا شروع کی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اندر کے زخم بھرے نہیں، ناسور بن گئے۔ وہ سب بھول چکا تھا مگر اس کے اندر کی چیخیں اسے سکون نہ لینے دیتی تھیں، جو وہ لفظوں میں بیان نہیں کر پاتا تھا۔ اسے صرف اس کے بابا یاد تھے، بس...

زمان اور حیدر کی اکیڈمی پھر سے شروع ہوئی۔ یہی ذریعہ تھا اسے مصروف رکھنے کا۔

ان سب میں زمان سایہ کی طرح اس کے ساتھ رہا۔

اس نے بڑے بھائی ہونے کا ہر فرض ادا کیا۔ مگر...

سچ، جس روپ میں بھی آئے، سچ ہی رہتا ہے۔ چاہے ماضی ہو یا حال، سچ سامنے آ ہی جاتا ہے۔ جتنا بھی اسے پوشیدہ رکھا جائے۔

مجھے ڈر تھا، جب یہ راز کھلے گا، رشتے پھر سے بکھریں گے۔

مجھے معاف..."

"موم۔" حیدر آنسو صاف کرتا ہوا ان کے پاس آیا۔ "میں نہیں جانتا، میری ماں کیسی تھی، مگر میرے ذہن میں ماں کا چہرہ صرف آپ کا ہے۔ پہلے بھی آپ تھیں، اور ہمیشہ آپ ہی رہیں گی۔ جو مشکل وقت آپ اور زمان نے برداشت کیا، کوئی اور ہوتا تو شاید مجھے لاوارث"...

زمان نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس کی کمر پر مکا مار دیا۔

"خبردار جو خود کو لاوارث کہا تو"!

حیدر زمان کے گلے لگ گیا۔ حیا کی بھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

نگار فاطمہ اس کے پاس گئیں۔

"بچہ! وہ کچھ نہیں بھولا، اسے سب بھلا دیا گیا تھا، ورنہ آج تمہارے سامنے جو میجر حیدر کھڑا ہے، اسے ہم کب کا کھو چکے ہوتے۔ تمہاری قصوروار میں ہوں وہ نہیں'۔"

"پلیز آنٹی! مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

نگار فاطمہ نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

اسی وقت دروازہ بجا، اور نرس پھولی سانس کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔

"پیشنٹ کی حالت بگڑ رہی ہے۔"

سب جلدی سے اٹھے۔ نرس کی گہری بات پر زمان جلدی سے باہر بھاگا۔ڈاکٹر نینا ان کے پاس موجود تھیں۔

"آپی کب اٹھیں گی؟" حیا، نگار فاطمہ، اور حیدر بھی آئی سی یو کی طرف بڑھے۔چاروں آئی سی یو کے سامنے کھڑے تھے۔

شیشے سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ نینا سلطان سکندر کا چیک اپ کر رہی تھی۔لگ نہیں رہا تھا کہ وہ کچھ گھنٹے پہلے مائیگرین کے اٹیک سے بے ہوش ہوئی تھی۔

نگار فاطمہ نے زمان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

اشارہ صاف تھا۔

"دیکھو، کتنی مضبوط ہے؟"

زمان کو اس پر فخر محسوس ہوا۔ دل میں اس کی جگہ اور بلند ہو گئی۔

حیا بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ وہ اندر جانا چاہتی تھی، انہیں دیکھنا چاہتی تھی، مگر مجبور تھی۔

نینا باہر آتی دکھائی دیں۔

اسٹیتھو سکوپ گلے میں لٹکائے ان کے سامنے کھڑی ہوئی۔

زمان جلدی سے اس کے پاس گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ اور انکل کیسے ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں، مگر بابا ٹھیک نہیں۔ ان کی ہارٹ ریٹ بہت کم ہے۔ وہ بات کرنا چاہتے تھے، مگر انہیں پھر سے غنودگی کا انجیکشن دینا پڑا۔"

نینا، حیا کی طرف بڑھیں، جو ترسی نگاہوں سے اندر دیکھ رہی تھی۔

نینا نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔

"ان کی دھڑکن کے اتار چڑھاؤ ان کے لیے برداشت کرنا ابھی ناممکن ہے۔ دل بہت کمزور ہو چکا ہے۔ ذرا سی بھی غلطی ان کے لیے جان لیوا بہانہ بن سکتی ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو صبح تک 50% امپرووومنٹ کے چانسز ہیں۔"

زمان نے نینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ جانتا تھا کہ وہ کس دل سے یہ سب کہہ رہی ہیں۔ ایک بیٹی کے لیے باپ کو اس حال میں دیکھنا مشکل ترین امر ہے۔ اور جب بیٹی ڈاکٹر ہو، تو ریکوری کے چانسز جاننا مزید کرب ناک ہوتا ہے۔

"جاؤ، دیکھ لو گڑیا۔ مگر ذرا دیر نہ رکنا۔"

حیا اجازت ملتے ہی اندر کی طرف بڑھی۔

نگار فاطمہ نے نینا کو گلے لگایا۔

"ٹھیک ہو جائیں گے، ان شاءاللہ۔ میری قابل بیٹی ہے نا، اپنے بابا کو کچھ نہیں ہونے دے گی۔"

انہوں نے نینا کے ماتھے پر پیار دیا اور اسے لا کر کرسی پر بٹھایا۔ نینا کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

نگار فاطمہ نے اسے ساتھ صوفے پر بٹھایا۔

"جاؤ، بچے، آرام کر لو۔ طبیعت ابھی سنبھلی نہیں ہے، کمزوری ہے تمہیں۔" نگار فاطمہ اس کے لیے پریشان تھیں۔

"نہیں ماں، مجھے وہاں گھٹن ہوتی ہے۔ یہاں بابا سامنے ہیں تو دل مطمئن رہتا ہے۔"

نگار فاطمہ نے اس کے ارد گرد اپنی شال اوڑھا دی۔

سرد موسم میں سرجیکل یونیفارم پہنے نینا کانپ رہی تھی۔

نینا نے ان کے ہاتھ پر پیار دیا۔

"ماں کا بہت کم پیار نصیب ہوا، مگر آپ کے روپ میں اللہ نے ماں سے نواز دیا۔ میں بہت خوش قسمت ہوں۔ حیا اور مجھے سنبھالنے کے لیے آپ کی احسان مند رہوں گی۔" نینا کے آنسو جاری ہو گئے، جو ویسے بھی کسی بہانے کے انتظار میں تھے۔

نگار فاطمہ نے اسے گلے لگایا۔

"ماں کا درجہ دیا ہے تو احسان مندی کیسی؟ مائیں اپنے بچوں پر احسان نہیں کرتیں۔" انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"میں کچھ کھانے کے لیے لے کر آتا ہوں۔" زمان کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔

"تم دونوں نے میری بیٹی کی کمی کو پورا کیا ہے۔ میں تو جتنا شکر ادا کروں کم ہے اس رب کی ذات کا۔"

حیدر نے نگار فاطمہ کو دیکھا۔ وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ نہیں پائیں۔

"چلو اب اپنی ماں کی بات مانو۔ جاؤ، روم میں ریسٹ کرو۔ زمان کھانا لائے گا، کھا کر میڈیسن لے لینا۔"

نینا ان کا مان توڑ نہیں پائی اور اٹھی۔ حیدر اس تک آیا۔ پہلے ہی شرمندہ تھا، بات کرنا چاہتا تھا مگر موقع نہیں مل پا رہا تھا۔

"آئیں بھابھی! میں چھوڑ آؤں۔" حیدر نے بازو آگے کیا۔ نینا نے مسکرا کر اس کی کہنی سے بازو کا سہارا لیا۔ نگار فاطمہ سمجھ گئیں کہ وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔

"ایک بات کہہ سکتا ہوں، بھابھی؟"

"ہمم۔۔۔" نینا، جو اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہی تھی، کمزوری کے باعث اتنا ہی کہہ پائی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں آپ دونوں کی اذیت کا مداوا کر سکوں۔ میری وجہ..." دونوں کمرے کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ نینا نے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"میں نے تمہیں اپنا چھوٹا بھائی مانا ہے۔ یہ رشتہ تو بچپن سے تھا، مگر تم سب کے ساتھ میں وقت کم گزار پائی۔ میں جانتی ہوں، تم کسی کا بھی برا نہیں سوچ سکتے۔ وہ وقت، حالات، اس طرح کے بنائے گئے تاکہ تمہیں قصوروار سمجھا جائے۔ تمہیں کوئی صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، اور کسی کی روح نکالنا صرف اس ذاتِ کامل کے اختیار میں ہے۔ بابا کے حصے میں وہ تکلیف، جگہ اور وقت مقرر تھا۔ صرف ذریعہ تم بنے۔"

نینا کی اتنی گہری بات سن کر حیدر کو اپنا دل اور دماغ پر سکون ہوتا محسوس ہوا۔ حیدر کے دل میں اس کے لیے احترام کا پیمانہ اور بڑھا۔

"زمان اور ہم سب بہت خوش نصیب ہیں، آپ ہماری زندگی میں ہیں۔" نینا اس کی بات پر مسکرا دیں اور اس کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ حیدر انہی قدموں پر واپس لوٹ آیا، مگر اب چہرے پر مسکان تھی۔

نگار فاطمہ نے اسے دیکھا اور مسکرائیں۔ حیا بھی باہر آچکی تھی۔

"ہو گئی بھابھی کی خوشامد؟"

"موم؟" حیدر چڑا۔

زمان کھانا لے کر داخل ہوا۔

"شیر! نینا ابھی کمرے میں گئی ہے۔ کھانا کھلا کر دوا لازمی دینا۔" زمان، جو کھانا ٹیبل پر رکھ کر سیدھا ہوا، حیا نے اسے نینا اور اس کا پارسل دیا۔ زمان کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سلطان سکندر جاگ چکے تھے۔ سب آئی سی یو کے سامنے ہی موجود تھے۔ نینا صرف سو رہی تھی۔ زمان نے اسے دوا کھلا دی تھی۔ جانتی تھیں کہ نیند کی میڈیسن ہے، مگر زمان کی ضد سے مجبوراً کھانی پڑی۔

ڈاکٹرز سلطان سکندر کا چیک اپ کر رہے تھے۔ سب کی رات آنکھوں میں ہی کٹی تھی۔ حیا، حیدر سے بات کرنا چاہتی تھی، کل کے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی، مگر اس کے روبرو ہونے کی ہمت نہیں جٹا پا رہی تھی۔

ڈاکٹرز کی ٹیم سلطان سکندر کو پروٹوکول کے تحت چیک کر رہی تھی، جو نگار فاطمہ کی وجہ سے قائم تھا۔

سب ان کے آنے پر چونکنا ہوتے اور ان کی طرف بڑھے۔

ان میں سے ایک سینئر ڈاکٹر بولا، جبکہ ان کی ٹیم پیچھے ہی کھڑی ہوئی تھی۔

"پیشنٹ کی طبیعت کچھ بہتر ہے، مگر ان کا ارجنٹلی بائی پاس ہونا ضروری ہے۔"

سب ان کی بات سن کر پریشان ہو گئے۔

حیا کو لگا جیسے آسمان اس پر گرا اور پاؤں سے زمین بھی کھینچ لی گئی ہو۔ کل جب اس نے انہیں دیکھا، وہ ایک ہی دن میں اسے پیلے زرد اور صدا کے بیمار لگے تھے۔ جیسے کوئی بہت مہینوں سے بیماری کا مقابلہ کر رہا ہو۔

"وہ بائی پاس برداشت نہیں کر پائیں گے۔" حیا کی بات آہستہ تھی، مگر سب نے سنی۔ نگار فاطمہ نے اسے کندھوں سے تھاما۔ آنسو جاری تھے۔ دماغ سن تھا۔

"اگر بائی پاس نہ ہوا، تو بھی ان کی جان کو خطرہ ہے۔ دل کی وینز سکڑ چکی ہیں، بلاکیج زیادہ ہے، جس کی وجہ سے خون کی روانی میں مشکل ہو رہی ہے۔ انٹرنل بلیڈنگ اور سوفٹ وینز کے ڈیمیج ہونے کا خدشہ ہے۔ ورنہ ہم نئی ٹیکنالوجی کے مطابق انہیں سٹنٹ بھی ڈال سکتے تھے، مگر ان کی وینز وہ پروسیس برداشت نہیں کر پائیں گی۔"

ڈاکٹر کی بات سب سمجھ چکے تھے، مگر فیصلہ تو بیٹیوں نے ہی لینا تھا۔ آگے کنواں اور پیچھے کھائی والا حساب تھا۔ ہاں کرتے اس وقت بھی ڈر تھا، نہ کرتے تب بھی۔

"یہ فارم ہیں، آپ ریڈ کر لیں اور سائن کر دیں، پھر ہی پروسیجر شروع ہو پائے گا۔ مگر زیادہ وقت مت لیجیے گا۔ ہم اپنی پوری کوشش کریں گے، باقی اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ سب مل سکتے ہیں، مگر زیادہ دیر نہیں۔ انہیں روم میں شفٹ کر رہے ہیں۔"

ڈاکٹرز جا چکے تھے۔ نینا بھی ان کی ساری باتیں سن چکی تھی۔ وہ تو پہلے سے ہی یہ سب جانتی تھی۔ آنسو پر بند باندھے کھڑی تھی۔ سب اسے دیکھ حیران ہوئے۔ حیا اس کی طرف بڑھی اور گلے لگ گئی۔

رشتے انسان کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں جب وہ پیارے اور انمول ہوں، ان کی مماثلت کسی سے نہیں کی جا سکتی۔ حیا، جو ایک نڈر ایجنٹ تھی اور دشمن کی ساکھ پر دھاک بٹھانے والی، "بابا" لفظ پر ہی رو پڑتی تھی، اب تو اور بھی کمزور ہو گئی تھی۔ اس نے تو ماں کا پیار بہت کم دیکھا، اور اب اس کے بابا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ آپی! پلیز بابا کو ٹھیک کر دیں"!

"گڑیا! سب اللہ کے کام ہیں، میری کیا اوقات اس ذات کے سامنے؟ وہ ہماری سنے گا اور بابا ٹھیک بھی ہو جائیں گے۔" نینا نے اس کے آنسو صاف کیے۔ "اب رونا نہیں، جانتی ہو نا، بابا کو ہمارے آنسوؤں سے کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ مسکرا کر ملنا۔ ان کی ویل پاور بہت اچھی ہے۔ ان کی ہمت کو یوں رو کر ہمیں توڑنا نہیں، بلکہ بڑھانا ہے۔"

نینا کی بات پر زمان نے بھی حوصلہ دیا۔

"نینا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم سب کی دعائیں ہیں انکل کے ساتھ، جو رائیگاں نہیں جائیں گی۔ جاؤ، دونوں انکل سے مل لو، وہ انتظار کر رہے ہوں گے۔"

زمان نے حیا کے سر پر ہاتھ رکھا، اسے دلاسہ دیا، اور نینا کی طرف دیکھ کر بات مکمل کی۔ دونوں اندر کی طرف بڑھ گئیں۔ نگار فاطمہ، زمان، اور حیدر کچھ مطمئن تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ بائی پاس کے بعد بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔

نینا اور حیا دو منٹ بعد ہی باہر آتی نظر آئیں۔ ان کے پیچھے سلطان سکندر کو ان کے بیڈ کے ہمراہ روم میں لے جایا جا رہا تھا۔ تینوں انہی کی طرف بڑھے، جو پرائیویٹ روم کی طرف لے جا رہے تھے۔ سلطان سکندر نے ان سب کو کمرے میں داخل ہوتے اندر بلایا۔ سب چونک گئے۔

"میں جانتا ہوں، جو بات کہنے جا رہا ہوں اس سے میری اولاد کو تکلیف ہو گی، مگر موت برحق ہے۔ ہر ذی روح، جو اس دنیا میں آیا، پیدا کرنے والے کے پاس لوٹنے کا حلف اٹھا کر آیا تھا۔ میرا بھی دن مقرر ہے۔" سلطان سکندر کی آواز تھکی ہوئی اور مقاہت زدہ تھی۔ حیا اور نینا کے آنسو ان کی آواز سنتے ہی بہنے لگے۔ زمان نے نینا کو کندھے سے تھاما اور نہ رونے کا اشارہ کیا، جبکہ حیا کو نگار فاطمہ نے سنبھال لیا۔ حیدر مجرموں کی طرح پیچھے کھڑا تھا۔

"ایک راز باقی ہے، جو بتانا چاہتا ہوں۔۔۔"

سب، جو انہیں سن رہے تھے، نمدیدہ دل اور آنکھوں سے حیرت کا شکار ہوئے۔

"حماد کی ڈائری گھر سے غائب کی گئی۔ کوئی۔۔۔" سلطان سکندر کو کھانسی کا دورہ پڑا۔ ان کا حلق خشک ہو چکا تھا۔ سب پریشان ہو گئے۔ حیا نے انہیں جلدی سے پانی پلایا۔ نینا نے فوراً ہارٹ بیٹ کی وائر کنیکٹ کی، جو ابھی تک نہیں لگی تھی۔

"بابا پلیز! آپ زیادہ بات مت کریں۔۔۔" حیا نے ان کی فکر کرتے ہوئے بھرائی آواز میں کہا۔

"میں ٹھیک ہوں، بچے۔" دونوں ان کے پاس بیٹھ کر ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے چکی تھیں۔ سلطان سکندر نے دونوں کے آنسو صاف کیے اور اپنے ساتھ لگایا۔

"تم دونوں اپنی اپنی جگہ بہادر ہو۔ تم دونوں کو کمزور نہیں بنایا۔ اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو تم دونوں کا ایک آنسو نہ نکلے۔"

دونوں نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں مگر ان سے الگ نہیں ہوئیں، جیسے چھوڑ دینے پر وہ بہت دور ہو جائیں گے۔

"اس ڈائری میں سب راز ہیں، جو مجھے وہاں نہیں ملی۔۔ میں گیا تھا وہاں، مگر کسی کو بچا نہیں پایا۔۔ میرا یار زندہ تھا، اس نے مجھ سے وعدہ لیا کہ اس کے بیٹے تک ساری سچائی پہنچاؤں تاکہ وہ اسے غدار نہ سمجھے۔ اس کی ڈائری ڈھونڈ کر دوں، جو اس سے لے لی گئی تھی۔ گھر کو جلا رہے تھے۔ بہت دھواں پھیل چکا تھا۔ نہیں جانتا وہ کیسے زندہ تھا، شاید مجھے بتانے کے لیے۔ اس پر چاقو سے گہرے وار کیے گئے تھے۔۔۔ اور۔۔۔ "حوریہ" ۔۔۔ اس نے تو انہی بازوؤں میں دم توڑا۔ کئی گولیاں اس کے جسم میں تھیں۔ ماریہ بھی سہہ نہیں پائی کیونکہ وہ آئے ہی انہیں ختم کرنے تھے، صرف ڈائری لینے نہیں۔ میں ہارا ہوا لوٹا جب کسی نے مجھ پر بری طرح وار کیا۔ مجھے میری بچیوں کے سامنے مارا۔ انہیں ڈرایا گیا۔

میں نے ان کے پاؤں پکڑے اور سب چھوڑ دینے پر راضی ہو گیا۔ اگر میں نہ ٹوٹتا تو وہ میرے بعد میری پھول جیسی بچیوں کے ساتھ کیا کرتے، میں سوچ بھی نہ پایا۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی نظر ہم پر، ہر وقت۔ ایک ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں کوئی آنہ جائے، میری بیٹیوں کو چھین نہ لے جائے۔ میں اپنی بچیوں کو لے کر راتوں رات غائب ہو گیا۔

صرف اپنی بچیوں کی پرورش پر دھیان دیا۔ انہیں دنیا سے مقابلے کے لیے تیار کرنا ہی میرا مقصد تھا، جس میں میرے رب نے میرا ساتھ دیا۔ نینا بچپن سے ہی حوریہ کے خواب کو پورا کرنے کے لیے میڈیکل کی پڑھائی کر رہی تھی، جبکہ میں نے حیا کو ایجنٹ بنانے کا فیصلہ کیا، جو اس کی ماں تھی۔

اس میں میرا ساتھ حوریہ کی ٹیم نے دیا اور حیا میں چھپی قابلیت کی وجہ سے مجھے میرا وہ خواب پورا ہوتا نظر آیا۔ کیونکہ وہ بھی حیدر کے مقابلے میں آنا چاہتی تھی۔

حیا نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ سلطان سکندر اسے دیکھ کر مسکرائے، جیسے وہ انہیں کہہ رہی ہو۔ "یہ تو بابا بیٹی کی باتیں تھیں نا۔"

"حیدر کو ہم نے بہت ڈھونڈا۔ میں حیران بھی تھا کہ وہ کیوں خاموش ہے۔ اس نے مجھ سے سوال کیوں نہیں کیے؟ وہ مجھ تک کیوں نہیں آیا؟

اور حیا نے صرف اسی کا انتظار کیا۔ ہر لحاظ سے ہر فیکٹ بننا چاہتی تھی، خود کو پردے میں رکھا، تاکہ جو اس کی ماں نے اس کے لیے محرم چنا تھا، اس کی امانت میں خیانت نہ ہو جائے۔"

حیدر اور زمان دونوں اس بات پر حیران ہوئے، جبکہ نگار فاطمہ کو سچائی زمان کی شادی پر بتا دی گئی تھی۔

"نگار فاطمہ کو یہ بات بتا چکا ہوں، مگر آج حیدر سے پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔ یہاں آؤ، بچے۔"

حیدر ان کی طرف بڑھا۔

"میری بیٹی تمہارے بچپن کی منگ ہے۔ اسے ماریہ نے انگوٹھی پہنا کر کہا تھا، یہ میری بیٹی ہوئی، جبکہ حوریہ نے تمہیں بیٹا چنا تھا۔ کیا ہمارے اس فیصلے پر مہر لگاؤ گے؟

میری خواہش ہے کہ میں سرجری سے پہلے اس ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو جاؤں۔ پھر جو بھی ہو، غم نہیں ہو گا۔"

"بابا۔۔۔" نینا نے انہیں ایسی باتوں سے روکا۔ سب خوش تھے۔ اب حیدر کے فیصلے کے منتظر تھے، صرف دو لوگوں کے علاوہ۔۔۔ جن کے نکاح کی بات ہو رہی تھی۔

حیدر نے انہیں دیکھا۔ "میں حیا سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہوں۔"

سب کے ہونٹوں سے ہنسی غائب ہو گئی۔

"بالکل بچے، یہ تمہارا حق ہے۔"

حیا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اسے لگ ہی رہا تھا وہ تیار نہیں ہو گا، انکار کر دے گا۔

دل چکنا چور ہوا تھا، ورنہ ابھی موقع تھا کہ وہ "ہاں" کر کے اس کے باپ کی عزت رکھ جاتا، مگر نہیں، وہ حیدر تھا، سرد اور پتھر۔۔۔ جذبات سے عاری۔ اسے حالات نے پتھر کر دیا تھا، مگر اس پتھر سے حیا کا دل زخمی ہو گیا۔ دونوں باہر کی طرف بڑھے۔ حیا کا ایک ایک قدم بھاری تھا۔ آج فیصلہ سنایا جانا تھا اس کے برسوں کے انتظار کا۔۔۔

زمان کو شہیر کی کال ریسیو ہوئی۔ وہ فون لیتا باہر کی طرف بڑھا۔

"سب خیریت ہے؟" زمان پریشان ہوا۔

"خبری نے منہ کھول دیا ہے۔ اسے بھی آڈیو میسج کے ذریعے وہاں پر حملے کا پلان سمجھایا گیا تھا۔ اس نمبر پر اور بھی میسجز کیے گئے ہیں۔ زویا ڈی کوڈ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ابھی تک یہی معلوم ہو سکا ہے۔۔۔ کسی کی جان کو خطرہ ہے۔"

"کون؟"

"وہ نہیں پتہ چل پایا۔ "تو وہاں آنکھ اور کان کھلے رکھنا!"

زمان اس کی بات سن کر پریشان ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، میں نظر رکھوں گا۔ تم سب بھی اپنا خیال رکھو۔ جگہ بدل چکے ہو؟" زمان کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

"ہاں، ہم سب سیف ہیں۔" شہیر نے اسے تسلی دی۔

"چلو شکر ہے۔" زمان مطمئن ہوا۔

"میں اطلاع دیتا رہوں گا، جیسے ہی کچھ اور معلومات ملتی ہیں۔ کوشش کرو سب اکٹھے رہو۔"

"سمجھ گیا۔ یہاں فی الحال تو سب ٹھیک ہے۔ کچھ گڑبڑ لگی تو بتاؤں گا۔ زویا سے کہو، کام کی رفتار بڑھائے۔ اس سے پہلے کوئی اور نقصان اٹھانا پڑے۔"

"نہیں، اس دفعہ ایسا نہیں ہو گا۔ ان کی چال ان پر ہی الٹی پڑے گی۔"

"ان شاء اللہ۔"

"ان شاء اللہ۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆

حیدر اور حیا نگار فاطمہ کے کمرے میں آ چکے تھے۔ حیدر سامنے کھڑکی کے پاس کھڑا تھا، جبکہ حیا بے چینی پر قابو پانے کے چکر میں انگوٹھے کا ماس کھرچتی جا رہی تھی۔

اسے لگا جیسے حیدر کچھ بھی بولے گا تو اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ دل الگ لے میں دھڑک رہا تھا، جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

حیدر نے ایک لمبی سانس کھینچی اور بات کا آغاز کیا۔ پچھلے ایک منٹ سے صرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دھڑکنوں کی آواز نمایاں تھی۔

"تم انکار کر دو، نہیں تو میں کر دیتا ہوں۔"

حیا کی سانسیں تھم گئیں۔

حیدر نے ایک اور لمبی سانس کھینچ کر دوبارہ کہا۔ "چاہتا ہوں کہ۔۔۔"

حیا مسکرائی، خود کا مذاق بناتی مسکراہٹ۔۔۔

"اگر میں نے 'نا' کہا تو وہ کہہ دے گا؟" حیا کے دل پر جیسے زوردار گھونسا پڑا ہو۔ حیدر اس کی طرف مڑا، مگر حیا رخ موڑ گئی۔ وہ صوفے کی ٹیک کے ساتھ کھڑی، اب صوفہ کھرچ رہی تھی۔ سر جھکا ہوا تھا۔ آنسو رکنا محال تھا، مگر اب وہ حیدر کے سامنے رو کر اپنی محبت کی توہین اور بھیک نہیں چاہتی تھی۔

"کیا فیصلہ ہے تمہارا؟" حیدر ایک ہی بات کیے جا رہا تھا، جانے کیا سننا چاہتا تھا۔

حیا سمجھ نہ پائی۔

کیا؟ اس نے کبھی میری آنکھوں میں چھپی محبت نہیں پرکھی، یا وہ انجان ہی رہنا چاہتا تھا؟ غلط فہمیاں پروان چڑھیں۔ حیدر نے اس کے جواب کے انتظار میں دل پر ہاتھ رکھا۔

"میں رضامندی دے چکی ہوں۔" حیا نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر، آنکھیں میچتے ہوئے، اپنی "انا کو پاؤں تلے کچلتے" یہ جملہ ادا کیا۔

"کس بات کی؟" حیدر کو لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے۔

"آپ کو محرم چننے کی۔"

"ضرورت نہیں۔ مجھ پر ترس کھانے کی۔ تمہیں خوش رہنے کا حق ہے۔"

حیا نے بے ساختہ رخ اس کی طرف موڑا۔ آنکھیں لال تھیں۔ آنسو پھر گرے۔۔۔

حیدر اس کے قریب آیا، جیسے اس کا دل مٹھی میں لے لیا ہو۔

کیسے ان آنکھوں میں آنسو دیکھ لیتا، جن پر سب وار چکا تھا۔

"کیوں رو رہی ہو؟" حیدر نے اسے چھوئے بغیر اپنے گلے میں ڈالے مفلر سے اس کے آنسو صاف کیے۔

حیا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

حیدر کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ہمیشہ آپ رلاتے ہیں۔"

"یہ تو تم زیادتی کر رہی ہو۔"

حیا نے اس کی بات پر منہ بنایا۔

"ہر کسی کو صرف اپنا آپ ہی مظلوم لگتا ہے؟"

"اچھا، بتاؤ کیا چاہتی ہو؟ اب رونا بند کرو، ورنہ میں دھندلا نظر آؤں گا۔"

"جسے چاہا، اس کا ساتھ چاہتی ہوں۔ دیں گے؟"

"وہی تو دے رہا ہوں پاگل، مگر تم سمجھتی نہیں" حیدر کے چہرے پر درد بھری مسکراہٹ تھی۔

حیا اس کے قریب ہوئی اور نرمی سے "نا" میں سر ہلایا۔ آنسو پھر گر پڑے۔

"چھین رہے ہیں، دھیرے دھیرے، مجھ سے میری سانسیں، میری روح، اور میری امیدیں بھی۔"

حیدر تڑپ کر اس کی طرف بڑھا۔

ایک انگلی کی مدد سے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔

"کسے چاہتی ہو؟" وہ اس کے قدموں میں لا دیتا اس شخص کو، مگر اس کے آنسو برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

حیا نے آنکھیں بند کیں اور دھیرے سے کہا۔

"فقط آپ کو۔"

حیدر اس کے تین لفظوں پر ساکت ہو گیا۔

"تو کیا وہی تھا صرف اس کے دل میں؟"

حیدر کی بے چینی سکون بن کر پورے جسم میں سرایت کر گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی، اور دل نے اقرار کر لیا۔ مگر حیا کا سر جھکا ہوا تھا، جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہی ہو۔

حیدر نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ اس کے پاس جیسے الفاظ ختم ہو چکے تھے، جن میں اپنی کیفیت بیان کر سکتا۔

"میں محبت سے نہیں واقف، مگر یہ دل جب جب تم سے ملا، تمہیں دیکھ کر ہی دھڑکا۔ آج جانا کیوں۔۔۔" حیدر نے اس کا چہرہ دوبارہ اپنے سامنے کیا۔

حیا نے حیرت سے حیدر کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"حیا، جہاں لفظ ختم ہوتا ہے، وہاں سے حیدر شروع ہوتا ہے۔"

حیااس کی اتنی گہری بات پر سوچ میں پڑ گئی۔ آنکھ سے پھر آنسو گرا۔ حیدر نے انگلی کے پوروں سے اس کے گال سے آنسو صاف کیے۔ حیا اس کے چھونے سے ٹھٹک گئی۔ اب اس کے لمس میں جھجک نہیں تھی، جو کچھ لمحے پہلے تھی۔ حیدر نے اس کا گھبرانا محسوس کیا اور صوفے کی طرف بڑھا۔

"اچھا، ایک بات بتاؤ؟"

حیانے دل پر قابو پاتے ہوئے بائیں ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کیے اور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بلیک کوئین کا خطاب پانے والی، نڈر ایجنٹ، دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے والی حیا سلطان۔۔۔ میرے سامنے ایسے چھوئی موئی کا پھول کیوں بن جاتی ہے؟"

حیانے اس کی بات پر ہنسی اور رخ موڑ لیا۔ اس کے چہرے کی لالی واضح ہو گئی تھی۔

"لڑکیاں صرف اپنے پسندیدہ مرد کے سامنے ایسی ہوتی ہیں، باقی سب کے لیے وہ بلیک کوئین ہی رہتی ہیں۔"

حیدر اس کے جواب پر لاجواب ہو گیا۔

"سوچ لو، جھیل لو گی؟"

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کسے جھیلے گا۔"

حیا، حیدر کی کچھ دیر پہلے کی بات یاد کرتے ہوئے مسکرائی اور "قبول ہے" کہا۔

"قبول ہے۔"

مقابل کی آنکھیں اور ہونٹ دونوں مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"مجھے عادت ہے اپنے سے جڑے رشتوں کو باندھ کر رکھنے کی۔"

"میں تو بچپن سے بندھی ہوں اس رشتے میں۔" حیا کا دماغ اس کے الفاظوں پر ہی اٹکا ہوا تھا۔

("قبول ہے")

مقابل کی آنکھیں نم تھیں، مگر مسکراہٹ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"میں کنگال ہو چکا ہوں، کچھ نہیں دے پاؤں گا۔"

اس بار وہ حیرت کا شکار ہوئی۔

"دماغ سارا مشنز پر خرچ ہو گیا، اور دل کسی سے پہلی ملاقات میں ہی اس کے حجاب پر وار گیا تھا۔"

حیا کے چہرے پر لالی آئی۔ اترا کر بولی۔

"وہ تو میری امانت تھا، صرف اپنے پاس سنبھال رکھا تھا۔" مگر مجھے ایک چیز چاہیے۔" اس نے دونوں ہاتھ باندھے۔ "حق مہر میں عارضی سامان نہیں لوں گی"!

"مطلب؟" مقابل اس کی بات پر چونکا۔ "ایسا کیا ہے جو عارضی نہیں ہے؟"

"مجھے روز یا صبح شام۔۔۔ بھی۔۔۔" وہ سسپنس بڑھاتی رکی، اور ایک قدم نزدیک ہوئی۔ "آپ کی آواز میں تلاوت سننی ہے، اس سحر میں کھو کر دل کا سکون پانا ہے۔ یہ دیں گے تو اپنا آپ، پوری زندگی، اور سانسیں آپ کے نام پر دینے کو تیار ہوں۔"

اس کی بات سن کر مقابل کے رونگٹے کھڑے ہو گئے / بے ساختہ آنکھ سے آنسو گرا۔

"قبول ہے کہوں یا نہیں؟" حیا نے حیدر کی طرف دیکھا، جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم میری زندگی میں ہدایت بن کر آئی ہو، تمہیں کیسے انکار کر سکتا ہوں۔ مجھے میرے رب سے پھر سے جوڑ دیا۔ ایسا ہمسفر کہاں کسی کی تقدیر میں لکھا ہو گا۔"

"قبول ہے۔" حیا نے آنکھیں بند کیں۔ تشکر کے آنسو اس کی آنکھ سے گرے۔

نینا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

حیا نے آنکھیں کھولیں اور نکاح کے کاغذات پر دستخط کر دیے۔

حیا حیدر کی ہو گئی، عمر بھر کے لیے۔

اب حیدر کی طرف کاغذ لیے زمان بڑھا، جو یہاں حیا کے بھائی کا کردار نبھا رہا تھا۔

جبکہ سلطان سکندر ویل چیئر پر موجود تھے۔ دو گھنٹے بعد ان کا بائی پاس تھا۔

وہ پیشنٹ یونیفارم میں موجود تھے اور نکاح کے بعد سی ٹی سکین کے لیے جانا تھا۔

زمان نے ان دونوں کی بات کے دوران ہی مولوی کو بلا لیا تھا۔

وہ حیدر کی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی دیکھ چکا تھا۔

جانتا تھا کہ دونوں کا آخری فیصلہ یہی ہو گا۔

اب حیدر نے قبول کرنا تھا حیا کو۔

(لڑکی اپنے پسندیدہ مرد کے سامنے ہی ایسی ہوتی ہے)

حیدر اس کی بات یاد کرتا مسکرایا۔

"قبول ہے۔"

"مجھے بھٹکنے کے بعد بھی بہترین سے نوازنے کے لیے، میرے اللہ، تیرا شکر گزار ہوں۔" حیدر کی آنکھ سے آنسو گرا۔

"قبول ہے۔"

"میرے خیالوں اور مجھ سے نادستبردار ہونے کے لیے 'جاناں'، یہ نکاح اور تم دل کی گہرائیوں سے قبول ہے۔"

سب نے مبارک باد دی اور حیدر سب سے ملا۔

حیا کو بھی نینا، نگار فاطمہ، اور سکینہ بی نے گلے لگا کر مبارک دی۔ اس کے سر پر مہرون رنگ کی چادر ڈال دی گئی، جو حیدر لایا تھا۔ اس کے پاس سلطان سکندر موجود تھے۔ انہوں نے حیا کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے مبارک باد دی۔

حیدر ان کی طرف آیا، جھک کر سلطان سکندر کے گلے لگا، اور ان کے ساتھ ہی موجود حیا کی طرف ہوتے ہوئے آہستہ سے بولا۔

"مبارک ہو، جاناں۔"

حیا نے گھونگھٹ سے ہی مسکرائی، مگر اسے گھوری سے بھی نوازا۔

بابا کے سامنے نکاح کے بعد کتنی دیدہ دلیری سے بلا رہا تھا! مگر سلطان سکندر نے یہ نہیں سنا تھا۔

نرس نے دروازے پر دستک دی اور سلطان سکندر کو سی ٹی سکین کے لیے لے جانا تھا۔ باہر ڈاکٹر بھی کھڑا تھا۔

مگر حیا اور نینا دیکھ نہیں پائیں کہ کون ہے۔

زمان مولوی کو چھوڑنے کا کہتا ہوا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

باقی سب بھی اس کے پیچھے باہر نکل آئے۔

'نکاح' نگار فاطمہ کے کمرے میں ہی ہوا تھا۔

نکاح سے پہلے سکینہ بی کو بھی بلا لیا گیا تھا۔ مگر ٹیم الفا کے باقی ممبر شامل نہیں ہو پائے تھے۔ ان کا سیف ہاؤس اب یہاں سے کافی دور تھا۔

حیدر نے ایک باکس اٹھایا اور حیا کے پاس بیڈ پر رکھا۔ پھر حیا کی چادر اتار کر اس کے کندھوں پر رکھی۔ آنکھیں سجدہ ریز تھیں۔ معصومیت ہی معصومیت۔ میک اپ سے پاک شفاف چہرہ، صرف لب گلوز لگا ہوا تھا۔ وہ حیدر کے دل میں اتر رہی تھی۔ اب تو پورے حق سے، بغیر کسی جھجک کے، حیدر نے اسے اجازت دے دی تھی کہ وہ دل میں بسیرا کر لے۔

حیدر نے جھک کر اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی پہلی مہر لگائی۔

حیا کے پورے جسم میں کرنٹ کی لہر دوڑی، اور حیدر... وہ تو کسی اور دنیا میں جا پہنچا تھا۔

کچھ سیکنڈ بعد وہ اس سے دور ہوا۔ حیا کی پلکیں، جو جھکی ہوئی تھیں، اب سجدے میں گر چکی تھیں۔

حیا اس وقت خود کو معتبر محسوس کر رہی تھی۔

اس کی محبت پاک ہو گئی تھی، ورنہ وہ بچپن سے ایک غیر محرم کی یادوں میں زندہ تھی۔ مگر اللہ نے وہی اس کے حصے میں لکھا، جسے اس نے نادانی کی عمر سے چاہا تھا۔

شکر کے آنسو اس کی آنکھ سے گرے۔

حیدر نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور بولا۔

"آنکھیں کھولو... کیوں میری دنیا میں اندھیرا کر رہی ہو؟"

حیا نے اس کی بات سن کر جلدی سے آنکھیں کھولیں۔

"انہی سے تو میری بے رنگ زندگی میں رنگ اور روشنی ہے۔ اور یہ آنسو، چاہے خوشی کے ہوں یا دکھ کے، تمہاری آنکھوں میں نہیں آنے چاہییں۔ ان میں تم اور حسین لگتی ہو، جیسے بارش کے بعد ہر چیز دھلی اور صاف لگتی ہے۔ انہیں ایسے ہی رہنے دیا کرو، مجھے ڈر ہے کہیں میری نظر نہ لگ جائے ان اثیر زدہ آنکھوں کو۔" حیدر نے اس کا چہرہ صاف کیا۔

حیا کے پاس اب کچھ کہنے کی سکت نہیں تھی۔ اس کی چند ہی گمبھیر آوازوں میں ڈوبی باتوں سے وہ برف کی بنی ہوئی تھی۔

حیدر نے اسے یونہی خاموش دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

"چلو، یہ دیکھو تمہارا گفٹ"!

حیا نے باکس کی طرف دیکھا اور حیران ہوئی۔

"یہ کب لائے آپ؟" سفید رنگ کے بڑے باکس پر لال ربن سے خوبصورت گرہ بندی کی گئی تھی۔

"ایک کو دھمکایا، پھر ڈرایا، اور منگوا لیا۔"

حیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

حیدر نے اپنی ہنسی دبائی اور کہا۔

"اب دیکھ بھی لو، یار... گھورنا بعد میں"!

حیا نے نفی میں سر ہلایا، باکس کے قریب جا کر بیٹھ گئی، اور اسے کھولا۔

اندر سفید رنگ کا چمکدار، ململ کا خوبصورت عبایا تھا۔

حیا اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ چہرے پر مسکان آئی اور آنکھیں چمک اٹھیں۔ حیدر اس کی آنکھوں کی چمک میں کھو گیا، جو سفید عبایا کی چمک سے زیادہ تیز اور پرکشش تھی۔

حیا نے عبایا کو آہستہ سے چھوا، جیسے چھوتے ہی غائب ہو جائے گا۔

"بہت نرم اور خوبصورت ہے!" حیا نے دل سے تعریف کی۔

حیدر اس کی بات پر مسکرا دیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ تینوں واپس آ چکے تھے، سوائے زمان کے۔

حیا نے نینا سے سلطان سکندر کے بارے میں پوچھا۔

"بابا کو سی ٹی سکین کے لیے ابھی لے کر گئے ہیں۔ ہمیں واپس بھیج دیا۔"

سب اب ان کی واپسی اور اچھی رپورٹ کے لیے دل ہی دل میں دعا گو تھے۔ زمان، جو واپس اندر کی طرف بڑھ رہا تھا، شہیر کی کال دیکھ کر دوبارہ باہر نکل گیا۔ وہ اسی کال کا منتظر تھا۔ فون اٹھاتے ہی، شہیر نے جلدی سے کہا۔

"سب ٹھیک ہے وہاں؟"

زمان، اس کی جلد بازی دیکھ کر الجھن میں پڑ گیا۔

"کچھ ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں... بہت کچھ! یہ معاملہ اتنا بھی سیدھا نہیں۔ لیکن اب میری بات غور سے سنو، کوڈ ڈیکوڈ ہو چکا ہے۔"

"شکر ہے۔ کیا پتہ چلا؟"

"سلطان انکل ہی ان کا ٹارگٹ ہیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔ ہمیں انہیں محفوظ کرنا ہو گا۔"

شہیر نے ساری بات زمان کو بتائی۔

"انکل کو کچھ نہیں ہو گا۔ بہت ہو گیا یہ موت کا کھیل! اب اور کسی کی زندگی داؤ پر نہیں لگے گی، ان شاء اللہ۔" زمان مضبوط لہجے میں بولا۔

"شہیر، وہاں سب کا خیال رکھنا۔ بعد میں بات ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر زمان نے کال بند کر دی۔

اب اس کا رخ دوبارہ کیبن کی طرف تھا، جہاں سب موجود تھے۔ زمان تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی طرف بڑھا۔

جیسے ہی دروازہ کھولا، اسے سب کے ساتھ سلطان سکندر نظر نہیں آئے۔

دماغ کھٹک گیا۔ کچھ غلط ہونے کا شدت سے احساس ہوا۔ دماغ کی سب منفی سوچوں کو رد کرتے ہوئے، ہمت کر کے پوچھا۔

"انکل کہاں ہیں؟" زمان حیدر کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

حیدر، جو اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ رہا تھا، اس کی طرف بڑھا۔

"انکل کو ابھی سی ٹی اسکین کے لیے لے کر گئے ہیں۔"

"تو، تو یہاں کھڑا کیا کر رہا ہے؟ انکل کے ساتھ کیوں نہیں گیا؟" زمان غصے سے بولا۔

آج پہلی بار نینا نے زمان کو اس قدر سختی سے بات کرتے دیکھا تھا۔ سب اس کے رویے سے پریشان ہو گئے۔

"کیا ہوا ہے زمان؟ ایسے کیوں بات کر رہے ہو؟ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہاں کسی کو اجازت نہیں، وہ خود انہیں روم میں چھوڑ آئیں گے، اس لیے ہم سب یہاں انتظار کر رہے ہیں۔" نگار فاطمہ کو اس کا بلا وجہ غصہ ہونا سمجھ نہ آیا۔

زمان، جواب دیے بغیر باہر کی جانب بھاگا۔ حیدر کو اس کا رویہ عجیب لگا۔ اس نے نینا اور حیا کو ایک نظر دیکھا اور بولا۔

"پریشان مت ہوں، میں دیکھتا ہوں۔" حیدر، زمان کے پیچھے گیا اور جلدی سے پوچھا: "معاملہ کیا ہے؟"

"شہیر کا فون تھا۔ اس نے بتایا کہ زویا نے کوڈ ڈیکوڈ کر لیا ہے۔ جس کی جان کو خطرہ ہے وہ اور کوئی نہیں، سلطان انکل ہیں۔ اور تم نے انہیں اکیلے بھیج دیا؟ تمہیں نہیں پتا کہ ہماری حرکتوں پر نظر رکھی جا رہی ہے؟ تم اتنی بڑی بے وقوفی کیسے کر سکتے ہو؟" زمان تیزی سے بولا۔

"ان کا اگلا ٹارگٹ سلطان ہیں۔ وہ کسی بھی طریقے سے انہیں ختم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ہمیں نہیں پتا کون غدار ہے اور کون دوست۔ ڈاکٹرز کے بھیس میں وہ یہاں گھوم رہے ہوں تو ہمیں کیا خبر؟ انکل کے اندر اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنا دفاع کر سکیں۔ اور یہاں پر وہ انکل کو ختم کرنے کے لیے گن کا استعمال نہیں کریں گے۔ کوئی غلط دوا، کوئی غلط انجیکشن بھی ان کی جان لے سکتا ہے"! زمان کہتا تیزی سے سی ٹی اسکین روم کی طرف بڑھا۔ وہ اپنے غصے کا نشانہ حیدر کو بنا چکا تھا، مگر وہ حق پر تھا۔ حیدر کو صبح سے اس معاملے کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا کہ زمان اور شہیر کی پہلے کیا بات ہوئی تھی۔ مگر چوکنا رہنا چاہیے تھا۔ حیدر کو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔

دونوں روم کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھولا، سامنے سلطان سکندر بیڈ پر تھے اور ڈاکٹر انجیکشن پکڑے ان کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر ڈاکٹر نے مڑ کر حیدر اور زمان کو دیکھا۔ حیدر اور زمان کی نظریں ڈاکٹر کے ہاتھ میں موجود انجیکشن پر تھیں، جو وہ لگا چکا تھا۔

سلطان سکندر ان دونوں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ زمان تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھا اور اس کے گریبان سے پکڑ لیا۔ اسی دوران باقی سب بھی کمرے میں داخل ہو گئے۔

"نینا! انکل کو چیک کرو! جلدی!" زمان نے ہدایت دی۔

نینا ہڑبڑاہٹ میں آگے بڑھی۔ حیرانی تو اسے بھی تھی، کیونکہ کمرے میں کوئی نرس موجود نہیں تھی۔

"زمان! یہ خلیل انکل ہیں، بابا کے دوست! انہوں نے ہی حیا کا علاج بھی کیا تھا۔ یہ بابا کو کچھ نہیں کریں گے۔ پلیز، چھوڑ دیں انہیں!" نینا کی بات پر سب حیران ہوئے۔

"تم پہلے بابا کو چیک کرو! باقی سب چھوڑو، اس کو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ آستین کے سانپ ہیں یہ! کوئی دوست نہیں!" زمان غصے میں بولا۔

اسی وقت ایک اور ڈاکٹر اندر داخل ہوا اور باقی سب کو باہر بھیج دیا۔ اب کمرے میں صرف ڈاکٹر، نینا، اور زمان موجود تھے۔ کچھ دیر بعد زمان اور نینا باہر آئے۔ سب ان کی طرف بڑھے۔

"انکل کو غلط انجیکشن دیا گیا ہے۔ ہم نے پہنچنے میں دیر کر دی۔" زمان کی آواز آہستہ اور دکھی تھی۔ حیا، نینا کی طرف بڑھی۔

"آپی؟"

نینا نے اسے گلے لگا لیا۔ نگار فاطمہ اور سکینہ بی بھی پریشان ہو گئیں۔

"بابا کو فالج کا اٹیک ہوا ہے، وہ۔۔۔" نینا سے بات مکمل نہ ہوئی۔ نگار فاطمہ اور سکینہ بی نے انہیں سنبھالا۔

"میں اسے لے کر جاتا ہوں۔ حیدر، یہاں دھیان رکھنا۔ باقی تم جانتے ہو، کیا کرنا ہے۔" زمان نے خلیل کو ساتھ لے جاتے ہوئے حیدر کو تسلی دی۔

زمان اسے سیف ہاؤس لے آیا تھا۔ جہاں اس نے سب کے ساتھ پلان ترتیب دیا اور اب اسے صرف نینا کو اطلاع دینی تھی۔ ڈاکٹر خلیل سے تمام معلومات لینے کے بعد زمان نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا جو یہ سب پلان کر رہے تھے۔ زمان نے ڈاکٹر خلیل کو ان کے حوالے کیا اور خود واپس اسپتال پہنچنا تھا تاکہ نینا کو بتا سکے کہ وہ جا رہا ہے۔

زمان نے اسپتال کے باہر پہنچ کر نینا کو کال کی اور اسے خاموشی سے بیسمنٹ میں ملنے کے لیے بلایا۔ نینا اس کی بات سن کر پریشان ہو گئی کہ اس نے سب سے الگ اسے نیچے ملنے کے لیے کیوں بلایا؟ دماغ میں جنگ چھڑ گئی۔ اچھی سوچ جیسے ختم ہو چکی تھی۔ دماغ منفی سوچیں سوچتا اور دل گھبرا جاتا۔ یہی سب ہو رہا تھا اس کے ساتھ بھی۔ نینا ہمت کر کے بیسمنٹ میں داخل ہوئی۔

مگر زمان کو دیکھ کر چونکی۔ وہ کچھ ہی گھنٹوں میں تیار تھا، اب آرمی یونیفارم میں موجود تھا۔ شیو بڑھی ہوئی تھی، آنکھیں سرخی چھلکا رہی تھیں، بال سیٹ تھے۔ نینا ایک ہی جگہ کھڑے کافی دیر اسے دیکھتی رہی، جیسے آج ہی جی بھر کر دیکھ لینا چاہتی ہو۔ دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ زمان نے بازو کھولے اور

ہاتھوں سے اسے بلایا۔ نینا اس تک گئی۔ زمان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔ نینا اس کے رویے کو سمجھ نہ پائی۔ زمان نے چند منٹ بعد نہ چاہتے ہوئے بھی اسے خود سے الگ کیا۔

"میں جا رہا ہوں۔ حیدر کو مت بتانا۔ اگر پوچھے تو کہنا تم نہیں جانتیں۔"

"مگر۔۔۔ آپ۔۔۔ مجھے۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بولنے۔۔۔ کے۔۔۔ لیے۔۔۔ کیوں۔۔۔ کہہ۔۔۔ رہے ہیں؟" نینا نے مشکل سے جملہ مکمل کیا۔ "اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ وہ میری بات پر یقین کرے گا؟" نینا نے سوال کیا۔

"اس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے۔ وہ تم سے بحث نہیں کرے گا، مان جائے گا۔ اس کی زندگی میں برسوں بعد خوشیاں آئیں ہیں، وہ دل سے مسکرا رہا ہے، پر سکون ہے۔" زمان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی۔ "میں خود غرض نہیں بن سکتا۔ اب تو ہر گز نہیں۔"

نینا نے اس کی آرمی یونیفارم کی شرٹ کو سینے سے جکڑا۔

"مگر۔۔۔ آپ جا کیوں رہے ہیں؟ یہ تو بتا دیں؟ ماں سے کیا کہوں گی؟" وہ اسے اکیلے جانے سے روکنا چاہتی تھی۔ زمان مسکرایا۔

زمان کی رسائی اس کے دل تک ہوئی۔ جان گیا تھا کہ وہ کوشش کر رہی ہے اسے روکنے کی۔

"انہیں کہنا اپنے بیٹے کے لیے دعا کریں۔ وہ سمجھ جائیں گی۔"

"مگر۔۔۔ 'میں'۔۔۔" نینا کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ زمان نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں۔

"تم تو میری طاقت بن گئی ہو۔ اب دیکھو، صرف تمہیں بتا کر جا رہا ہوں۔ جانتا ہوں، تم سب سنبھال لو گی۔"

زمان نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ اس کی گرفت اس کی آرمی یونیفارم کی شرٹ پر مضبوط ہوئی جو اس نے سینے سے تھامی تھی۔

"تم بہت برے ہو۔" نینا نے خفگی سے کہا۔

"جانتا ہوں، مگر۔۔۔ مجبور ہوں۔ ورنہ تمہارے آنسوؤں سے لبریز چہرے کو دیکھنے سے پہلے خود کو سزا دے چکا ہوتا۔"

نینا اس کے الفاظ پر ساکت ہو گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے۔ زمان اس کی بات سمجھتا ہوا گردن اور انگلی کو نہ میں ہلاتا اسے روک گیا۔

"مجھے کچھ بھی کہہ کر میرے ارادوں سے تم مجھے پیچھے نہیں ہٹا سکتیں۔" زمان نے نینا کو آہستہ سے اپنے حصار میں لیا اور آنکھیں بند کیں۔ جانے کیوں لگ رہا تھا کہ یہ آخری بار ہے۔ نینا کی گرفت اس کی شرٹ پر سخت ہوئی، جو زمان نے بخوبی محسوس کی۔

"جاؤ، نہیں روکوں گی تمہیں۔" نینا کی بات سن کر زمان مسکرایا۔

"اجازت بھی دے رہی ہو اور گرفت بھی اتنی مضبوط ہے۔"

نینا اب بالکل خاموش تھی۔

"ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے، اور مجھے لگتا ہے کہ یہ میرا وقت ہے۔"

"زمان!" نینا اس کی بات پر تڑپ گئی۔

"زمان تو قربان ہے تم پر، مگر ملک سے دغا نہیں کر سکتا۔"

وہ آنسو صاف کرتی اس سے الگ ہوئی، مگر اب بازو پکڑ چکی تھی۔ زمان اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ وہ اس کے دور جانے سے خوفزدہ تھی، اور زمان کو یہ 'ہجر' طویل لگ رہا تھا۔

اس کی 'چھٹی حس' کوئی اچھی نوید نہیں سنا رہی تھی۔

"میں نہیں روکوں گی آپ کو، مگر یہاں دیکھیں! ایک بار بھی مجھے نہیں دیکھا۔ کب سے دیکھ رہی ہوں"! نینا نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔

"یہ ظلم مت کریں"! وہ اسے دیکھنے سے کترا رہا تھا۔ اگر وہ اسے نظر بھر دیکھ لیتا، تو جانا مشکل ہو جاتا۔ اور ایک گناہ کا احساس بھی تھا کہ وہ اسے اس کے حق کے مطابق خوشیاں نہیں دے پایا تھا۔

"آپ صحیح سلامت واپس آئیں گے، میرا دل کہتا ہے۔" نینا نے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کیا۔

"یہ انگوٹھی اتاریں۔"

زمان کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ اس نے ایسا کیوں کہا، مگر...

"اتاریں تو سہی، پلیز"!

زمان نے آرام سے اس کی انگوٹھی اتار دی۔

نینا اس کے قریب ہوئی اور گلے میں بازو ڈال کر اس کی سلور چین اتار دی۔ چین میں اپنی انگوٹھی ڈال کر اسے پہنائی۔

"واپس آ کر یہ آپ ہی پہنائیں گے مجھے، اور مجھے یقین ہے، آپ مجھے یہ پہنانے ضرور آئیں گے، ہر حال میں آئیں گے۔ میں انتظار کروں گی، جتنا بھی کرنا پڑے۔"

نینا کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ زمان نے اس انگوٹھی کو ہاتھ سے چھوا، اور دل میں ایک سکون اترا۔ دونوں سر جوڑے کچھ دیر آنکھیں موندھے کھڑے رہے۔ زمان نے نینا کے ہاتھ میں اپنی گھڑی پہنائی۔

"یہ آپ کے لیے ہے۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا، آپ کا وقت بن کر، پل پل۔۔۔"

کہہ کر زمان اس سے دور ہوا۔ نینا کو لگا کوئی زندگی کی نوید سنا کر اب روح نکال رہا ہو۔ جیسے جیسے زمان کے قدم آگے کی جانب بڑھ رہے تھے، نینا کی دھڑکن، اس کی طاقت، اور وہ خود کو بے بس محسوس کرتی پیچھے کی طرف گرتی محسوس کر رہی تھی۔ پھر وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور رو دی۔ اس کے علاوہ اس کے اختیار میں کچھ نہ تھا۔

زمان جا چکا تھا، بغیر پیچھے مڑے۔ مگر نینا نے دیکھا، وہ بھی پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ کئی رشتے پیچھے چھوڑ چلا گیا۔

"کیوں ہجر کے شکوے کرتا ہے، کیوں دل کے رونے روتا ہے؟
اب عشق کیا تو صبر بھی کر، اس میں تو یہی ہوتا ہے"!

☆☆☆☆☆☆☆

سلطان سکندر کے اسٹریچر کو گھسیٹتے ہوئے سی ٹی اسکین روم سے باہر لایا گیا۔ حیدر ان کے ساتھ ہی موجود تھا۔ سفید کپڑا ان کے سر تک ڈھکا ہوا تھا۔ نینا خاموش تھی، یہ ساکت مجسمہ کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ ایک طرف کھڑی اس اسٹریچر کو گھور رہی تھی۔

جبکہ حیا خاموشی سے کرسی پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔ وہ انہیں آخری بار دیکھ بھی نہیں پا رہی تھی۔ آنکھیں رو رو کر خشک ہو چکی تھیں، اور وعدہ بھی تو کیا تھا سلطان سکندر سے کہ اب وہ ان کے لیے نہیں روئیں گی۔ نگار فاطمہ اور سکینہ بھی وہیں موجود تھیں اور انہیں حوصلہ دے رہی تھیں۔

سلطان سکندر کو اسپتال کے مورگ روم میں رکھا گیا تھا۔ سب زمان کی واپسی کے انتظار میں تھے۔ زمان سیف ہاؤس میں تھا، سب کے مطابق۔ مگر اصل میں صرف نینا جانتی تھی یا ٹیم الفا کے ممبر۔

حیدر کو کچھ معلوم نہیں تھا۔

کچھ کاغذی کارروائی مکمل ہونی تھی۔ حیا، نینا، اور حیدر اسپتال میں ہی تھے، جبکہ نگار فاطمہ اور سکینہ گھر جا چکی تھیں۔ نگار فاطمہ کو دوبارہ ہیڈ کوارٹر لوٹنا تھا، مگر زمان کے انتظار میں سب رکے تھے۔

حیدر زمان کا نمبر ملا رہا تھا بار بار، مگر فون بند موصول ہو رہا تھا۔

"سگنلز کا مسئلہ ہو گا وہاں!" حیدر نے اندازہ لگایا۔

اسے ڈاکٹر خلیل کے متعلق جاننا تھا کہ وہ کون تھا، اور کس نے ان سے یہ سب کروایا۔ یہ زمان ہی بتا سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"کام تمام ہو چکا ہے اس کا۔" کسی کو فون پر اطلاع دی گئی۔

"ڈاکٹر تو ہمارے کام کا بندہ نکلا۔ اپنے ہی دوست کو مار گیا، ورنہ مجھے تو اس کی حرکات پر شک تھا۔ اتنے سالوں کی دشمنی کو ایک ٹیکے نے بربریت کی مانند گرا دیا۔ بہت افسوس ہے مرحوم پر... ہاہاہا۔"

دونوں مکروہ ہنسی ہنسے۔

"ہاں تو اور کیا! تم تو وہ منظر دیکھ نہیں پائے، مگر میں نے ان کے خاندان کا ٹوٹنا اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سالوں پہلے اس نے جو ہمیں زخم دیے، اس کا آدھا حساب آج مکمل ہوا ہے۔ باقی بھی اب پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ بیٹیاں ٹوٹ تو گئی ہیں اس کی، ہم نے ان کی بنیاد کو بری طرح ہلا دیا۔ ایک بار پھر سے ماضی دہرایا گیا، اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی"

"آہ... آج تو میرے دل کی جلتی آگ پر ٹھنڈ پڑی ہے۔ دونوں لاوارث ہو گئیں، ایک دن جیسے ہمیں کیا گیا تھا۔ مگر افسوس"!

"مگر قسمت بہت اچھی ہے دونوں کی؟" مقابل کی بات سن کر حیرانی ہوئی۔

"وہ کیسے؟" تجسس سے سوال کیا گیا۔

"دوسری کا بھی نکاح ہو چکا ہے... ہمارے آخری دشمن کے ساتھ۔ ہُوں... کوئی نہیں، کچھ دن دلہن بن کر جی لے۔ پھر تو رونا ہی مقدر رہو گا، ہونے دو خوش"!

"یہ تو صحیح کہا..." دونوں کی ہنسی پھر فون میں گونجی۔

"میرا یہاں کا کام ختم ہوا، وہ ڈاکٹر کو لے گیا ہے۔ لگتا نہیں اسے بخشے گا۔ تو اس کے بچوں کا کیا؟"

"مار دو... جان چھڑ والو ان سے بھی۔ ویسے بھی بہت دماغ خراب کر چکے ہیں۔ باپ تو واپس آنے سے رہا، تو کیسے بے چارے جئیں گے؟ ہم آسانی کر دیتے ہیں... کیوں؟"

دونوں پر شیطانیت سوار تھی۔ فون بند ہو گیا، اور کچھ گرنے کی آواز سنائی دی۔

مقابل چونکا۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر، حیا اور نینا کو کمرے میں چھوڑ کر باہر کی طرف بڑھا۔ شہیر کے پاس ہی رابطے کا واحد ذریعہ تھا، وہ خود ہی بات کر سکتا تھا۔

زمان کا فون بھی نہیں مل رہا تھا۔ حیدر نے گھڑی میں وقت دیکھا، اسے گئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔

حیدر بالوں میں ہاتھ پھیرتا اضطراب میں چکر کاٹ رہا تھا۔ دماغ میں آتی سوچ کے تحت اندر کی طرف بڑھا۔ حیا اور نینا آپس میں بات کر رہی تھیں۔ حیدر دروازے پر زمان کا نام سنتا رک گیا۔

نرس اس کے پاس آئی، کچھ فارم سائن کروانے تھے۔

"گڑیا! میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے سانس نہیں آ رہی۔ میں کیا کروں؟" نینا نے حیا کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔ اس کے ہاتھ نینا کے ہاتھ میں تھے۔

"کیوں سب مجھے ہی آزماتے ہیں؟ میں نہیں ہوں بہادر... بہت کمزور ہوں میں۔ مجھ میں اب کھڑے ہونے کی سکت نہیں بچی... میری طاقت"... نینا کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دماغ میں زمان کا خیال اور آنکھوں کے سامنے اس کا مسکراتا چہرہ۔

"وہی تو طاقت ہیں میری"...

"آپی! ہوا کیا ہے؟ زمان بھائی سے لڑائی ہوئی آپ کی؟"

حیدر اسی وقت اندر داخل ہوا۔ حیا نے اسے آتے دیکھا۔ نینا اس کی بات پر مسکرا دی۔ آنسو صاف کیے۔

"نہیں گڑیا! وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا اور میں ان سے ناراض... نہیں... وہ انسان مجھے حد میں رہ کر بے حد چاہتا ہے۔ ایسا انسان، جس نے اپنی خوشیاں دوسروں کے لیے قربان کرنا سیکھا ہو، اس سے کوئی کیسے ناراض ہو سکتا ہے؟" نینا کھوئے ہوئے انداز میں بولے جا رہی تھی۔

"تو پھر آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟"

نینا اٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی۔ کمر کا رخ حیدر کی طرف تھا۔

حیا اور حیدر نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نینا کا رویہ انہیں عجیب لگ رہا تھا۔

حیا نے آنکھیں بند کر کے حیدر کو اشارہ کیا۔

"آپی..." حیا نے نینا کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"زمان بھائی کب آئیں گے؟ آپ جانتی ہیں؟"

نینا نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ نینا اس کے گلے لگ گئی۔

"زمان ٹھیک نہیں ہیں؟ میرا دل کہہ رہا ہے وہ مشکل میں ہیں! وہ کیوں گئے؟"

نینا کی بات پر حیدر کے کان کھڑے ہو گئے۔ حیا بھی حیران ہوئی۔

حیدر کو کچھ انہونی کا احساس ہوا۔

"بھابھی! شیر کہاں ہے؟"

حیدر کی آواز سن کر نینا حیا سے الگ ہوئی اور حیدر کو دیکھتی گئی۔

"بات ہوئی ہے آپ کی؟ کہاں ہے؟ میرا فون نہیں مل پا رہا، شاید سگنل نہیں ہیں۔"

نینا ہکا بکا کھڑی تھی۔ حیدر کا دل بری طرح دھڑکا۔ جانے کیوں لگ رہا تھا، کچھ ہے جو ٹھیک نہیں ہے۔

اس کی بے چینی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ حیدر الجھ رہا تھا، ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا ہے جو اس سے چھپا ہے؟

نینا کے دماغ میں زمان کے الفاظ گونجے۔

"آپ حیدر کو کچھ نہیں بتائیں گی۔"

نینا کے آنسو مشکل سے گلے سے نیچے اترے۔ اس نے دل میں دعا کی۔ "اللہ سب خیر کرے گا، ان شاء اللہ۔"

"بھابھی... زمان کہاں ہے؟ اس نے جانے سے پہلے آپ سے کیا کہا؟" حیدر نے پھر سے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتی۔" اس بار نینا کا لہجہ مضبوط تھا۔ وہ زمان کے الفاظ کو کیسے رد کر سکتی تھی؟ جو اس نے کہا، وہی نینا کو بھی کرنا تھا، چاہے انجام کچھ بھی ہو۔

حیدر نینا کے رویے سے شش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔

"آپی! آپ کچھ چھپا رہی ہیں؟ ایسا کیوں لگ رہا ہے؟" حیا نینا کے قریب آئی۔

"مجھے ایک سرجری کے لیے جانا ہے۔" نینا نے بات بدلنے کی کوشش کی اور باہر کی طرف بڑھی۔

حیدر اس کے راستے میں آ گیا۔

"ڈاکٹر نینا! میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ میری غلطی مت دہرائیں۔ انکل کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔"

نینا نے کرب سے آنکھیں بند کیں اور صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

"نہیں... پلیز ایسا مت کہو۔ خدا کا واسطہ۔" نینا نے سر ہاتھوں میں گرا لیا، اور اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

حیدر اور حیا پریشان ہو گئے۔

"وہ ٹھیک نہیں ہیں، میرا دل کہہ رہا ہے۔ پلیز، حیدر، انہیں واپس لے آؤ" نینا اس کے سامنے آئی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

حیدر کو اسے اس حالت میں دیکھ کر دل دکھا۔

"یہاں بیٹھیں اور مجھے بتائیں۔"

نینا نے ساری روداد سنائی۔

حیدر نے اذیت سے آنکھیں بند کیں اور مٹھی بھینچ لی۔ وہ پریشانی سے ٹہلنے لگا، فیصلہ کرتے ہوئے مڑا اور بولا۔ "میں جا رہا ہوں۔"

دونوں نے اسے دیکھا، ان کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"سیف ہاؤس جا رہا ہوں۔ ٹیم کو پتا ہو گا شیر کہاں گیا ہے اور کیوں۔ اور بتانے کی زحمت کیوں نہیں کی گئی؟ بھابھی کا خیال رکھنا۔ میں آپ کو انفارم کروں گا، جو بھی معلومات ملیں۔ آنکھیں کھلی رکھنا۔ فی امان اللہ۔" حیدر کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

سیف ہاؤس کی صورتحال:

حیدر سیف ہاؤس میں داخل ہوا۔ سب اسے دیکھ کر حیران ہو گئے۔

ٹیم الفا اور بلیک ٹیم کے میر اور روحی وہاں موجود تھے۔ شہیر اور زمان غیر حاضر تھے۔

سب کے چہروں پر پریشانی اور اڑے رنگ واضح تھے۔ حیدر کو ان کی حالت دیکھ کر غصہ آیا۔

"زمان کہاں ہے؟" حیدر نے لگی لپٹی کے بغیر سیدھا سوال کیا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ ان کے پاس جواب ہی نہیں تھا۔

حیدر نے زور سے کرسی فرش پر دے ماری۔

"میں تم سب سے بات کر رہا ہوں! سنائی نہیں دے رہا؟ شیر کہاں گیا ہے؟" اس بار حیدر نے دھاڑ کر پوچھا۔

"ڈاکٹر خلیل کی فیملی کو بچانے گئے ہیں۔" زویا نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"ہم نے انہیں منع بھی کیا، مگر وہ"... احتشام کی بات ادھوری رہ گئی۔ حیدر کی غصیلی نظر نے اسے چپ کروا دیا۔

"تم سب جانتے ہو نا، وہاں کتنا خطرہ ہے؟ یہ مشن ایک کے بس کا نہیں تھا، کبھی بھی نہیں تھا! ہمیں ٹیم میں کیوں چنا گیا ہے؟" حیدر نے سب کو احساس دلایا۔

"وہ اکیلے نہیں گئے، شہیر سر بھی زمان سر کے ساتھ گئے ہیں۔" میر نے وضاحت دی۔

"شہیر نے انہیں منایا تھا، ورنہ وہ اکیلے ہی جانا چاہتے تھے۔"

حیدر نے اذیت بھری نظر ان سب پر ڈالی اور دانت پیستے ہوئے بولا۔ "گڈ... ویری گڈ۔"

حیدر کے دماغ کی نسیں تن چکی تھیں۔ غصہ کم کرنے کے لیے اس نے ٹیبل پر ہاتھ مارا، مگر وہاں پڑی نوکیلی چیز نے اس کی ہتھیلی کو کاٹ دیا۔ خون کی بوندیں ٹیبل اور فرش پر گرنے لگیں۔

زویا فوراً اس کی طرف بڑھی۔

"حیدر بھائی! پلیز! بہت خون نکل رہا ہے۔ آپ فرسٹ ایڈ لیں۔" احتشام نے التجائی لہجے میں کہا۔

حیدر نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور غصے سے بولا۔

"فرسٹ ایڈ نہیں، مجھے ایڈریس چاہیے You get it? !کام پر لگ جاؤ۔" اس کی آواز میں غضب کی شدت تھی۔

"اگر زمان یا شہیر کے خون کی ایک بھی بوند ضائع ہوئی تو میں قیامت برپا کر دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔" کہہ کر حیدر غصے سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

زویا نے فوراً اپنا فون آن کیا اور حیا سے رابطہ کر کے لوکیشن شیئر کی۔

زمان کا فون ٹریس کرنے کی کوشش کی گئی، مگر فون پاور آف ہو چکا تھا۔ لوکیشن صرف راولپنڈی کے قریب کی ملی، مگر علاقے کی تفصیلات نامعلوم تھیں۔

زویا اور احتشام ڈاکٹر خلیل کے کمرے کی طرف بڑھے۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بچوں کو کہاں رکھا گیا ہے؟" احتشام نے تحمل سے سوال کیا، مگر اس کی آواز میں چھپی بے چینی نمایاں تھی۔

ڈاکٹر خلیل نے سر جھکایا اور بولا۔

"میری صرف ایک بار فون پر بات ہوئی تھی۔ میرے بچے بہت پریشان تھے۔ ان جلادوں نے کچھ کھانے کو دیا ہو گا یا نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ زویا اور احتشام ان کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ وہ معصوم بچے، جنہیں درندوں کے حوالے کر دیا گیا تھا، کس اذیت سے گزر رہے ہوں گے؟ یہ سوچ انہیں اندر سے توڑ رہی تھی۔

ڈاکٹر خلیل نے چونک کر کہا۔

"میں نے ٹرین کے گزرنے کی آواز سنی تھی، بہت قریب سے۔ میں نے یہ زمان کو بھی بتایا تھا، مگر اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔"

احتشام نے تسلی دیتے ہوئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"ہم آپ کے بچوں کو ڈھونڈ لیں گے، آپ دعا کریں۔"

زویا نے احتشام کو صورتحال سمجھانے کے بعد حیا کو اوپر بھیجا۔ حیا، فرسٹ ایڈ باکس تھامے، کمرے کے دروازے پر جا پہنچی۔

"ہادی"! حیا کی آواز پر حیدر چونکا۔ اس نے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا۔ کمرہ تہس نہس ہو چکا تھا، اور دروازے کے پار وہ لڑکی کھڑی تھی جو بچپن سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

حیدر نے دل ہی دل میں کہا۔ "چلی جاؤ، حیا۔ میں تمہیں نہیں کھونا چاہتا۔"

حیا نے دوبارہ پکارا۔

"ہادی، پلیز دروازہ کھول دیں۔ سب پریشان ہیں۔"

حیدر نے اس کی آواز پر کرب سے آنکھیں بند کر لیں اور دروازے کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

حیا کو اس کی ضدی طبیعت کا بخوبی علم تھا۔ وہ وہیں دروازے کے باہر بیٹھ گئی۔

ادھر حیدر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر دروازے کے پاس بیٹھا، جانتے ہوئے کہ وہ باہر ہی ہے۔

حیا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، مگر وہ جانتی تھی کہ ہادی کی ضد کو توڑنا آسان نہیں۔

آدھا گھنٹہ گزر گیا۔

حیا اٹھی اور اپنی آواز میں سختی لاتے ہوئے بولی۔

"حیدر، دروازہ کھولیں، ورنہ انجام کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔"

حیدر نے حیرت سے اس کی بات سنی۔ اس کی آواز میں ایک باغیانہ آمیزش تھی۔

"وہ کیا کرنے والی ہے؟" حیدر سوچ میں پڑ گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ باہر سے کانچ ٹوٹنے کی آواز آئی، اور پھر حیا کی۔

"اگر آپ نے دروازہ نہ کھولا تو میں ہاتھ کاٹ لوں گی۔ یہ کوئی دھمکی نہیں ہے، آپ جانتے ہیں، میں ایسا کر سکتی ہوں۔" حیا کا لہجہ پختہ تھا۔ اس نے ہاتھ پر شیشے کی گرفت سخت کر لی، جس سے خون کی ننھی بوندیں نکلنے لگیں۔

حیدر دروازہ کھول کر باہر نکلا اور ساکت رہ گیا۔

وہ وہی عبایا پہنے ہوئی تھی جو حیدر نے اسے منہ دکھائی میں دیا تھا۔ مگر حیدر کی سانسیں تھم گئیں، اس کے ہاتھ میں کانچ کا ٹکڑا دیکھ کر، جسے اس نے سختی سے تھاما ہوا تھا۔

حیدر آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے وہ ٹکڑا چھین کر نیچے پھینک دیا، جو اس کی ہتھیلی زخمی کر چکا تھا۔

حیدر حیران ہوا۔ اس کا بھی سیدھا ہاتھ زخمی تھا، اور حیا کا بھی۔ چوٹ ایک جیسی جگہ پر تھی۔

حیدر جھک کر فرسٹ ایڈ باکس اٹھایا اور اس کی کلائی پکڑ کر اندر کمرے کی سمت بڑھا۔ اسے بیڈ پر بٹھا کر، خود کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

حیا اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہاتھ پر خون جم چکا تھا، اور کچھ خون گال پر بھی لگا ہوا تھا۔

"ایسے مت دیکھو۔ ٹھیک ہوں میں، کچھ نہیں ہوا۔" حیدر نے اسے ایک نظر دیکھا اور اس کی پٹی کرنے لگا۔

"ویسے مجھے لگتا تھا، میں ہی ضدی ہوں۔ یہ دوسری ضدی کہاں سے آگئی؟"

بھولی بھٹکی سی مسکراہٹ حیا کے ہونٹوں پر آئی، مگر صرف کچھ سیکنڈ کے لیے۔

حیا نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کو سہلایا اور سیٹ کیا۔ حیدر کی بے ساختہ آنکھیں بند ہو گئیں اور کھلنے سے انکاری ہو گئیں۔ سکون کی ایک لہر پورے جسم میں سرایت کر گئی۔

نگار فاطمہ کی بات یاد کر کے وہ مسکرایا۔ جب وہ اس کے بالوں کو ہاتھ لگاتیں، تو وہ کہتا کہ اسے پسند نہیں کہ کوئی اس کے بال بگاڑے۔ اور آج، حیا نے اس سے زبان کی طاقت ہی چھین لی تھی۔ وہ کیسے منع کرتا؟ وہ بے اختیار ہو گیا تھا۔

زمان کا چہرہ نظروں کے سامنے آتے ہی حیدر کا خمار اڑن چھو ہو گیا۔ وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا اور رخ موڑ لیا۔ پٹی باندھ چکا تھا، مگر ادھوری۔

"جاؤ یہاں سے۔ میرے ساتھ رہو گی تو درد اور تکلیف ہی پاؤ گی۔ میری زندگی کی الجھنیں، تکلیفیں، اور میرے ماضی کی لپیٹ میں بہت سے لوگ آئے ہیں اور آ رہے ہیں۔ مجھ سے دور چلی جاؤ۔ تم نے بے وقوفی کی، مجھ جیسے انسان کے ساتھ دل لگا لیا۔ دیکھو خود کا حال۔ کیا دیا میں نے تمہیں، سوائے آنسوؤں کے؟ دیکھو زمان کو، اس نے بھی مجھے بہت محبت دی... کہاں ہے وہ؟ کیا پایا اس نے؟ صرف جدائی۔ میں کیوں نہ آؤں اس بھنور کی لپیٹ میں؟ لے جائیں مجھے ساتھ اپنے، اور ختم ہو جائے سب"...

"ہادی!" حیا نے اسے ٹوکا۔

"ہادی نہیں، میں حیدر ہوں۔ وہ مر چکا ہے جسے تم بچپن سے جانتی تھی، چاہتی تھی۔ یہ جو تمہارے سامنے ہے، وہ اب یہ حیدر ہے۔ پتھر دل، سرد جذبات، اور کڑوی زبان والا۔ تمہیں مجھ سے سوائے دل کی تکلیف کے کچھ نہیں ملے گا۔ میرے ارد گرد رہنے سے صرف تکلیف ہی ملتی ہے۔ اس لیے اس رشتے کو خود پر سوار نہ کرو، تو بہتر ہے۔ سمجھیں؟"

"آپ غلط سوچ رہے ہیں۔ اس سب میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ زمان بھائی مل جائیں گے، ہم ڈھونڈ لیں گے۔"

"واپس چلی جاؤ، اگر کر سکتی ہو تو... اتنا احسان کر دو۔"

حیا اس کے جملے پر شاک میں چلی گئی۔

کیا اس کا یہاں ہونا اس کے لیے سکون کا باعث نہیں تھا؟ کیا وہ اس پر مسلط ہو رہی تھی؟

دماغ اس بار دل پر بازی لے گیا۔ وہ کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا۔

حیا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

یہ تو محبت کا بندھن تھا، احساس کا، اس کی بے زاری کا سبب نہیں۔

حیا کا دل چکنا چور ہو گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"کیا اگر لڑکی اپنے پیار کا اظہار پہلے کر دے تو اس کی وقعت ختم ہو جاتی ہے؟"

حیدر نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"اس طرح سے نہیں ہوتی، جیسے اظہار سے پہلے تک ہوتی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اپنی انا کچل کر، اپنی خواہش مار کر، اس کی عادات اپناتی ہے، دل سے دل میں صرف ایک شخص کو جگہ دیتی ہے جو اسے پہلی بار پسند آیا۔۔۔ مگر وہ اسے ٹھکرا دیتا ہے۔ جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ چاہے جانا خاص ہے، اس میں مقابل کو عام ہونا پڑتا ہے۔ محبوب کا مغرور ہونا بجا ہے۔" حیا مسکرائی مگر آنکھوں میں درد نمایاں تھا۔ "میں دعا کروں گی، آپ کی سب تکلیفیں خدا میری جھولی میں ڈال دے، اور آپ کو میری عمر بھی لگ جائے۔"

حیدر کا دل تڑپ گیا اس کی بات پر۔ اس نے رخ اس کی طرف موڑا۔

حیا جانے لگی۔ وہ تو اس کے لیے دل پر پہاڑ گرا کر، اسے بھیج رہا تھا کہ وہ دور رہے ان سب سے۔ وہ اس کو کھونا برداشت نہیں کر پائے گا۔ اب تو بالکل بھی نہیں۔۔۔ مگر وہ غلط الفاظ کا استعمال کر گیا۔ نکاح میں اسے نہ رونے کا کہنے والا، اس کے آنسوؤں کی وجہ خود بن چکا تھا۔

حیدر اس کی طرف جلدی سے بڑھا اور اس کی کلائی پکڑ کر اسے روک لیا۔

حیا نے کلائی چھڑوائی۔ آنسو چھن چھن گر رہے تھے۔ وہ اس کے معاملے میں خود کو ہمیشہ ہی بے بس پاتی تھی، ہاری ہوئی۔ اس کے ہاتھ پکڑتے ہی دل راضی بھی ہو گیا تھا۔ حیا کو خود پر غصہ آیا۔

حیدر نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

حیا ساکت ہوئی۔

کچھ دیر بعد حیدر نے اسے خود سے دور کیا۔ وہ کھوئے رہنا چاہتا تھا اس جادوئی حصار میں، سب تکلیفیں اور پریشانیاں بھلائے۔ وہ کبھی اسے خود سے دور نہیں کر سکتا تھا۔ حیا اس کی عادت بن چکی تھی۔

"مجھے چھوڑ کر جا رہی تھی؟" حیدر نے اس سے سوال کیا۔

حیا اس سے الگ ہوئی۔

سسکیوں کی آواز وقفے وقفے سے جاری تھی۔

"آپ نے ہی کہا، چلی جاؤ۔ میں۔۔۔ سوار ہو رہی ہوں۔۔۔ آپ پر۔" حیا پھر سے رو پڑی۔ آنسوؤں کے درمیان کہتی ہوئی، اس کے الفاظ منہ ہی گم ہو رہے تھے۔

"اگر میں کہوں، چھوڑ دو، تو کیا چھوڑ دو گی؟" حیدر نے اس کے چہرے سے آنسو صاف کیے۔

"مجھے۔۔۔ آپ کی۔۔۔ بالکل بھی۔۔۔ سمجھ نہیں آتی۔" حیا نے ہاتھ کی پشت سے رگڑ کر آنسو صاف کیے۔

حیدر مسکرایا۔

"تم بھی بیزار ہو گئی نا؟ کیسا پاگل شخص ملا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" حیا اس کا زخمی ہاتھ تھام گئی۔

"جاناں، اگر میں غصے میں کہہ دوں کہ نہیں چاہیے تمہارا ساتھ، تو سمجھ لینا اس وقت صرف تمہاری ضرورت ہے اس تڑپتے دل کو۔"

حیا نے اسے دیکھا۔ وہ مشکل انسان تھا، پہیلی کی طرح۔

حیدر نے فرسٹ ایڈ باکس اسے دیا اور ہاتھ آگے کیا۔

جانتا تھا کہ وہ ہمیشہ اسے الجھا دیتا ہے۔

حیا نے اس کے سوکھے زخم کو صاف کیا اور پٹی باندھ دی۔

زخم گہرا تھا، سخت نوکیلی چیز سے ہاتھ کٹا تھا۔

حیا نے اچھی طرح سے زخم کی صفائی کے بعد پٹی مکمل کی۔ فرسٹ ایڈ باکس بند کیا۔

اسی وقت دروازہ بجا۔

حیدر دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر زویا تھی۔

"لوکیشن ٹریس ہوگئی ہے۔" زویا کی آواز میں خوشی تھی۔

حیا بھی ان کے پاس آئی۔ تینوں نیچے پہنچے جہاں احتشام، میر اور روحی موجود تھے اور کچھ ڈسکس کر رہے تھے۔

تینوں نے دیکھا کہ ان دونوں کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہے۔ مگر کسی نے سوال کرنے کی جرات نہیں کی۔ دونوں اپنی اپنی ٹیم کے سینئر تھے۔

حیدر کی موجودگی میں سب نے پلان ترتیب دیا جس پر اب عمل ہونا تھا۔

زمان شہیر کے ساتھ ان بچوں کا بھی پتہ چلانا تھا، جو 24 گھنٹوں سے غائب تھے۔

زویا کے مطابق وہ جگہ ٹرین کی پٹری کے پاس بنی ایک پرانی، بند فیکٹری تھی، جو آبادی سے کافی دور، خستہ حال کھڑی تھی۔

سیف ہاؤس سے سب مشن کے لیے نکلے تھے۔ حیا بلیک ٹیم کے ساتھ جبکہ حیدر ٹیم الفا کو لیڈ کر رہا تھا۔

پانچوں الگ الگ راستوں سے اس فیکٹری میں داخل ہوئے۔ فیکٹری خالی پڑی تھی۔ حیدر اپنی ٹیم کے ساتھ پچھلی طرف تھا۔

زویا ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے مکھی نما کیمرہ اندر بھیج رہی تھی، جبکہ بلیک ٹیم آگے سے بچتے بچاتے بلڈنگ میں داخل ہوئی۔

حیدر زویا کی بات پر رکا، جو کیمرے میں دیکھ کر بتا رہی تھی۔

"سب زخمی ہیں، مگر ایک صرف وردی میں ہے۔ پتا نہیں کون۔۔۔ چہرہ صاف نظر نہیں آرہا۔"

چاروں نیچے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھے۔ معاملہ ختم ہو چکا تھا۔

زمان اور شہیر نے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ چار لوگ وہاں ڈھیر ہو چکے تھے۔

"مگر بچے کہاں ہیں؟" احتشام نے سوال کیا۔

حیدر نے انہیں دائیں کمرے میں دیکھنے کا اشارہ کیا۔ میر اور احتشام اس کمرے کی طرف بڑھے، جبکہ دوسری طرف حیا، حیدر اور روحی آگے بڑھے جہاں زویا بتا رہی تھی۔

بیسمنٹ کافی وسیع تھا۔

دوسری طرف مڑتے ہی، فرش پر ایک وردی میں ملبوس شخص الٹا گرا ہوا تھا۔ زمین کے بیچوں بیچ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے یہاں پھینک دیا گیا ہو۔ جسم میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ سر سے خون بہہ رہا تھا۔

وردی میں موجود شخص کو سیدھا کیا گیا۔ اس کے سینے سے شرٹ خون سے لت پت تھی۔

حیا اور حیدر ساکت رہ گئے۔

حیدر چلایا۔ "احتشام"!

میر اور احتشام بھی بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے۔ ایمبولینس میں ڈال کر اسے فوراً اسپتال لے جایا گیا۔

"سر پر بری طرح سے وار کیا گیا ہے، اور سینے کے دائیں طرف گولی لگی ہے،" ایمبولینس میں موجود ڈاکٹر نے بتایا، جو خون روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سب کی سانسیں رکی ہوئی تھیں۔

اسی بیسمنٹ میں موجود الماری سے دونوں بچوں کو بھی بازیاب کروالیا گیا۔ وہ ڈرے سہمے گاڑی میں موجود تھے۔

روحی، احتشام، زویا، اور میر ایک دوسری گاڑی میں بچوں کے ساتھ تھے، جبکہ حیدر اور حیا ایمبولینس میں موجود تھے۔

احتشام کو، نہ چاہتے ہوئے بھی، میر کے ساتھ سیف ہاؤس جانا پڑا، جہاں بچوں کو ان کے والد کے حوالے کرنا تھا۔

حیدر اور حیا اسپتال کے آپریشن تھیٹر کے سامنے موجود تھے۔ ڈاکٹر اسے اندر لے تو گئے تھے، مگر امید کم تھی۔

حیدر سر تھامے بیٹھا تھا۔ حیا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

حیدر نے خون چھلکاتی، سرخی مائل آنکھوں سے حیا کو دیکھا۔

"کہاں لے گئے زمان کو؟ وہ کس حال میں ہو گا؟ اگر شہیر کا یہ حال ہے، تو۔۔۔ وہ؟"

حیا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

نینا بھاگتی ہوئی ان تک پہنچی۔ اسے لگا زمان کو لے آئے ہیں۔

حیا اسے دیکھ کر جلدی سے کھڑی ہوئی۔ حیدر نے بھی خود پر قابو پایا۔

"کہاں ہے زمان؟"

حیا نے سر جھکا لیا۔ وہ جس امید سے پوچھ رہی تھی، حیا اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔

"حیدر، تم نے کہا تھا نا، زمان کو لے آؤ گے۔ کہاں ہے وہ؟" نینا اب حیدر کی طرف مڑی۔

"آپریشن تھیٹر؟ وہاں لے کر گئے ہیں؟" حیدر بھی سر جھکائے کھڑا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں! گڑیا، زمان کو کیا ہوا؟ کیا زیادہ چوٹ آئی ہے؟" نینا نے حیا کا بازو تھام لیا۔

دونوں میں جواب دینے کی سکت نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے۔ مت بتاؤ۔۔۔ میں خود دیکھ لیتی ہوں"! نینا آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھی۔ اس کے قدم حیدر کی آواز پر تھم گئے۔

"بھابھی! اندر شہیر ہے۔"

نینا ساکت ہو گئی۔

"مجھے معاف کر دیں۔ میں نہیں جانتا، زمان کو وہ لوگ کہاں لے گئے۔۔۔"

نینا وہیں کھڑی رہ گئی۔

"مگر میں۔۔۔"

نینا نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

حیدر نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ جانتا تھا اس کا غصہ بجا ہے۔

نینا کرسی پر بیٹھتے ہی ہمت ہار گئی۔ زمان کے الفاظ گونجنے لگے۔

" آپ بہادر رہیں، اس لیے تو آپ کو بتا کر جا رہا ہوں۔۔۔ مجھے لگتا ہے، یہ میرا وقت ہے۔ میرا سب کچھ آپ کے لیے۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا، آپ کا وقت بن کر، پل پل آپ کے پاس"... نینا نے گھڑی کو چھوا۔

اسے زمان کا لمس ابھی بھی محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے حصار میں جو حفاظت تھی، وہ اپنے ہاتھ پر محسوس کرنے لگی۔ نینا اذیت کی انتہا پر تھی۔ کاش، وہ اسے دیکھ پاتی۔ اسے چرا کر لے آتی۔ کاش، وہ اسے جانے ہی نہ دیتی۔ اپنی محبت کا واسطہ دے کر روک لیتی۔"

زمان کی باتیں، کسی ریپیٹ فلم کی طرح اس کے دماغ میں چل رہی تھیں۔

سب خاموش تھے۔ دلوں میں ایک ہی ملال تھا۔

"کاش، حالات ایسے نہ ہوتے۔"

حیا نے یہ سب برداشت نہ کیا۔ وہ حیدر کی طرف بڑھی۔

"میں سیف ہاؤس جا رہی ہوں۔ پتا لگانے کی کوشش کروں گی۔ کچھ نہ کچھ ہمیں ضرور ملے گا۔ میں چاہتی ہوں آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔"

حیا نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

یوں بیٹھنے سے تو کچھ بھی نہیں ہونا تھا۔ کسی کو تو ہمت کرنی تھی، اور وہی صحیح۔

حیدر کو حیا کا فیصلہ درست لگا۔ وہ شہیر کا انتظار کر رہا تھا، جو اسے لے کر آئے گا۔ اس نے حیا کو تسلی دی۔

اب ان کا ایک ساتھ رہنا مناسب تھا۔ دونوں نے نینا کی طرف دیکھا، جو سن ہو چکی تھی اور وہیں بیٹھ گئی تھی۔ نینا کی حالت دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے زندگی اجڑ چکی ہو۔

یہ خیال ہی دل دہلا رہا تھا کہ وہ زمان کے بعد کیسے زندہ رہی ہو گی۔ نینا کبھی سر ہلا دیتی، اور پھر شدت سے رونے لگتی۔

ابھی ان سے بات کرنے کا ارادہ تھا کہ ڈاکٹر ان کے قریب آیا۔

دونوں فوراً کھڑے ہو گئے۔

"پیشنٹ کی حالت خطرے میں ہے۔ گولی نکال دی گئی ہے، لیکن دماغ پر لوہے کے بھاری ہتھیار سے وار کیا گیا ہے۔ ہڈی کو نقصان پہنچا ہے۔ خون بہت بہہ چکا ہے، اور جسم پر جگہ جگہ چوٹوں کے نشان ہیں۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں کچھ بڑبڑا رہے تھے۔ شاید کوئی بات، یا کسی سے ملنا چاہ رہے ہوں۔۔۔"ڈاکٹر نے توقف کے بعد کہا۔"زمان۔۔۔ وہ بار بار زمان کو پکار رہے ہیں۔ آپ انہیں بلا لیں۔"

حیدر یہ سن کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھڑے ہونے کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے۔ باقی آپ دعا کریں۔ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔"

حیدر برف کا مجسمہ بنا رہا۔ ڈاکٹر جا چکا تھا۔ نینا بھی یہ سب سن چکی تھی۔

(کچھ گھنٹے پہلے)

حیدر اور زمان سی ٹی اسکین روم میں پہنچے، جہاں ڈاکٹر خلیل انہیں ایک انجکشن لگا چکے تھے۔

سلطان سکندر کو اس دوا سے فالج کا اٹیک ہونا تھا۔ ان کی ہارٹ سرجری دو گھنٹے بعد طے تھی۔

دشمن نے ان کی بیماری کا خوب فائدہ اٹھایا تھا، لیکن ڈاکٹر خلیل نے آدھا انجکشن زمین پر گرا دیا تھا، اور صرف تھوڑی مقدار میں دوا انہیں دی تھی۔

سلطان سکندر کی آنکھیں نم تھیں۔ ڈاکٹر خلیل کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ سلطان سکندر کو سب کچھ بتا چکے تھے، اور سلطان نے انہیں انجکشن لگانے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

مگر ڈاکٹر، اپنے دوست کی جان کیسے لے سکتے تھے؟

اسی اثنا میں حیدر اور زمان اندر داخل ہوئے۔

سلطان سکندر اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر انجکشن کا اثر جلد ظاہر ہو گیا، اور وہ بے بس ہو کر بیڈ پر گر گئے۔

فالج نے ان کے جسم کے دائیں طرف حملہ کیا تھا۔ ان کا چہرہ، گردن، بازو، اور ایک ٹانگ متاثر ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر خلیل کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

زمان ان کی طرف بڑھا تو سلطان سکندر نے مشکل سے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا اور سب کچھ بتایا۔

اسی دوران، نینا اور باقی سب اندر آئے۔ کوئی مسلسل ان پر نظر رکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر خلیل اینٹی ڈوٹ بھی ساتھ لائے تھے، جو زمان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

زمان نے ڈاکٹر خلیل کا گریبان پکڑ لیا، مگر حیدر نے آنکھوں کے اشارے سے اسے سمجھایا۔

نینا کے ساتھ موجود ایک اور ڈاکٹر نے سلطان کو چیک کرنا شروع کیا۔

باہر نکلتے ہوئے حیدر نے باقی سب کو بتایا۔

"سلطان کو غلط دوا دی گئی ہے، جس سے انہیں فالج کا اٹیک ہوا ہے۔"

یہ سچ تھا، لیکن مکمل نہیں۔ یہ سب دشمن کو پرسکون کرنے کے لیے چال تھی۔

زمان، جو اندر موجود تھا، نے ڈاکٹر کے جانے کے بعد سچ نینا کو بتایا۔ سلطان سکندر اینٹی ڈوٹ کے اثر سے بے ہوش ہو چکے تھے۔ ان پر سفید چادر ڈال دی گئی، تاکہ دشمن کو یقین ہو کہ وہ مر چکے ہیں۔

نینا نے گلے لگتے ہوئے حیا کو بھی سب بتا دیا۔

"بابا زندہ ہیں، گڑیا۔ الحمدللہ"!

حیا، جو ابھی تک پریشان تھی، نے شکر ادا کیا۔

سلطان سکندر کو خفیہ طریقے سے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا، جہاں ان کا بائی پاس ہوا۔ نو گھنٹوں بعد ڈاکٹر نے ان کی نئی زندگی کی نوید سنائی۔

مگر کسی اور کی جان خطرے میں تھی۔

☆☆☆☆☆☆

(حال)

حیا، نینا اور سلطان سکندر سیف ہاؤس میں موجود تھے۔ حیدر نے سیکیورٹی کے پیشِ نظر دونوں کو وہاں بھیج دیا تھا۔ سلطان سکندر کا بائی پاس کامیاب ہوا تھا؛ خدا نے انہیں نئی زندگی دی تھی۔

انہیں زمان یا شہیر کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا گیا تھا کیونکہ ان کی حالت کسی صدمے کو برداشت کرنے کے قابل نہیں تھی۔

نینا انہیں کمرے میں چھوڑ کر ان کے سونے کی تسلی کرانے کے بعد باہر نکل آئی۔ ٹی وی لاؤنج میں سب جمع تھے اور کچھ نہ کچھ کام کر رہے تھے۔ حیا نے نینا کو آنے کا اشارہ کیا۔ نینا نے ناپسندیدگی کے باوجود ہلکے سے مسکرا کر اپنے کام کرنے کا اشارہ دیا اور اس کمرے کی طرف بڑھ گئی جو ایک وقت میں زمان کا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حیدر نے دل برداشتہ ہو کر نگار فاطمہ کو فون ملایا۔ ان کا کل کا میسیج ریسیو ہوا تھا، جس کے مطابق وہ اسپتال جانے کے بعد ہیڈ کوارٹر جا رہی تھیں۔ اس وقت سے اب تک ان کا کوئی فون پر رابطہ نہیں ہوا تھا۔

حیدر نے کال کاٹ دی۔ ایک طرح سے وہ اس پر مطمئن تھا کہ بات نہ ہو پائی۔ اگر بات ہو جاتی تو وہ سچ کہہ نہیں پاتا، اور جھوٹ بولنا وہ چاہتا نہیں تھا۔ وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔

اسی سوچ کے تحت حیدر نے سکینہ بی کو کال ملائی۔ ان کا فون دوسری کال پر مصروف آ رہا تھا۔ حیدر پہلے حیران ہوا، پھر فون بند کر دیا۔ چند سیکنڈ بعد سکینہ بی نے خود کال کی۔ حیدر نے فوراً فون اٹھالیا۔ وہ آئی سی یو کے باہر چکر کاٹ رہا تھا۔

"اسلام علیکم!" حیدر نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" وہی باریک، محبت بھری آواز سنائی دی۔

"بڑی ماں، آپ ٹھیک ہیں؟" حیدر نے فکر مندی سے پوچھا۔

"جی، بالکل بچے! میں تو ٹھیک ہوں۔" سکینہ بی کی آواز میں مسکراہٹ کا عنصر تھا، جیسے کسی کو دیکھ کر مسکرا رہی ہوں۔

"اپنا خیال رکھیے گا۔ حالات خراب ہو چکے ہیں، گھر میں ہی رہیے گا۔"

"جانتی ہوں بیٹا، نگار نے سختی سے منع کیا ہے کہیں بھی جانے سے۔"

"اچھی بات ہے۔ اور موم سے کب بات ہوئی؟"

"بس ابھی ابھی، آپ کے فون سے پہلے۔"

"اچھا، اسی لیے میرا فون نہیں مل رہا تھا؟"

"جی جی بیٹا، وہ جہاں ہے، کہہ رہی تھی کہ سگنل کا مسئلہ ہے۔ سب ٹھیک ہے، فکر مت کرو۔"

"چلیں، اچھی بات ہے۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ آپ بھی اپنا اور جو باقی ہیں ان کا بھی خیال رکھنا۔ جلد ملاقات ہو گی۔ ان شاء اللہ!" کہہ کر حیدر نے فون رکھ دیا۔

کچھ مختلف تھا، مگر کیا؟ وہ پہچان نہ پایا۔

خاموشی اور آواز کا گونجنا عجیب لگا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

نگار فاطمہ کسی مشن کی پلاننگ میں مصروف ہوں گی اور اس وقت میں وہ زمان کو ڈھونڈ لے گا۔ مگر نینا ناراض ہو گئی تھی۔ جاتے ہوئے اس نے ایک بار دیکھا تک نہیں، نہ ہی خدا حافظ کہا۔

حیدر کے دل پر بوجھ آ گرا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کا شیر بھی اس سے ناراض ہو گیا ہے۔ آہستہ آہستہ تھکے ہوئے قدموں سے وہ آئی سی یو کی طرف بڑھا۔ وہاں دوسرا دوست زندگی اور موت کی لکیر پر تھا۔ کون سی لکیر پار کرے گا، کوئی نہیں جانتا تھا۔

اس نے کچھ ہی وقت کی دوستی کی خاطر اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کی تھی۔ حیدر اسے ہی دیکھے جا رہا تھا، جو گم سم آنکھیں موندے، مشینوں سے جکڑا ہوا لیٹا تھا۔ ہارٹ بیٹ کبھی بڑھتی تو کبھی کم ہو رہی تھی۔ وہی جانتا تھا کہ وہاں کیا ہوا اور زمان کو کون لے گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

نینا جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی، ایک مانوس سی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ نینا نے آنکھیں بند کیں اور اس خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔

ایسا لگا جیسے زمان نے اسے اپنے نرم اور گرم حصار میں لے لیا ہو۔

آنکھوں سے آنسو کب جاری ہوئے، پتا نہ چلا۔ نینا کھڑکی کے پاس گئی جو کھلی ہوئی تھی۔ سامنے جنگل کا منظر، اندھیرا اور سناٹا ویسا ہی تھا جیسے اس کی زندگی میں چھایا ہوا تھا۔ آدھے چاند کو دیکھا جو بادلوں کی اوٹ سے نکل رہا تھا۔

کوئی منظر حسین نہیں تھا۔ کھڑکی جو بار بار ہوا سے آواز کر رہی تھی، نینا نے غصے سے اسے زور سے بند کیا۔ بند کرتے ہوئے اس کی انگلی کھڑکی میں آ گئی۔

"آہ!" نینا نے فوراً ہاتھ پیچھے کیا۔ انگلی کے ناخن کے پاس سے خون نکل رہا تھا۔

"زمان۔۔۔" نینا زمان کو پکارتی وہیں بیٹھ گئی۔

اتنی چھوٹی چھوٹی چوٹوں کو اس نے کبھی کسی کھاتے میں نہیں لیا تھا، مگر اب زمان کا پیار، اس کا خیال اور لاپروائی پر ڈانٹنا سب یاد آ رہا تھا۔ پوری دنیا میں جیسے کوئی اس کا اپنا نہ ہو، مگر زمان نے کچھ وقت میں اس کے دل میں ایک خاص جگہ بنالی تھی۔

نینا سر گھٹنوں پر ٹکائے بیٹھی رہی۔ آنسو جاری تھے۔ سوچوں کا محور اور قلب کا سکون ایک ہی شخص تھا۔۔۔ اس کا زمان۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیا کو خبر ملی تھی کہ یونیورسٹی کے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ سے پانچ لڑکیاں اکٹھی غائب ہو گئی ہیں۔ وہاں کی صورتحال تین دن میں بد سے بدتر ہو چکی تھی۔

مسئلے کے حل کے لیے یونیورسٹی کو کچھ وقت کے لیے بند کرنے کا مشورہ دیا گیا، اور احکامات بھی یہی جاری ہوئے۔

اس وقت وہ دو مشنز میں پھنس چکے تھے۔

حیا اور زویا کو پوری رات میں کچھ بھی نہیں ملا۔ دشمن پہلے سے منصوبہ بندی کر چکا تھا اور کوئی بھی ثبوت نہیں چھوڑا تھا، جس سے کوئی سراغ نکالا جا سکے۔

بلیک ٹیم اور الفا ٹیم پوری رات کام میں مصروف رہیں۔ شروع سے کیس پر ڈسکشن کی گئی۔ فجر کی اذان سنائی دی تو سب نے کام روک دیا اور اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھے۔

حیا نے نماز ادا کرنی تھی۔ پہلے سلطان سکندر کے کمرے میں گئی، جو دوائیوں کے زیر اثر سو رہے تھے۔ ڈرپ اتر چکی تھی، لیکن ایک ہارٹ کی مشین اٹیچ تھی جو ایک ہفتے تک لگی رہنی تھی۔

حیا نینا کے کمرے کی طرف گئی۔ دروازہ آہستہ سے کھولا، دیکھا کہ نینا نماز ادا کر رہی تھی۔ یعنی وہ پوری رات نہیں سوئی۔ حیا خاموشی سے دروازہ بند کر کے باہر نکلی اور دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پاس نینا کے دکھ کو کم کرنے کے لیے کوئی الفاظ نہیں تھے۔

ایک رات جب سب ساتھ تھے تو زمان کہاں تھا؟ کس حال میں تھا؟ کوئی بھی اس کی اذیت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

حیا اپنے کمرے کی طرف بڑھی، جو اب حیدر کا تھا۔ یہ سیف ہاؤس ایک وسیع بنگلہ تھا جو نگار فاطمہ نے بہت پہلے ایک فارم ہاؤس کے طور پر خریدا تھا۔ آبادی سے دور، نہایت پرسکون جگہ۔ چھے یا سات بیڈ رومز، ایک ٹی وی لاؤنج، کچن، سوئمنگ پول، اور آگے بہت بڑا باغیچہ۔

وضو کے بعد حیا نے جائے نماز گود میں رکھ کر حیدر کو فون ملایا۔ فون دوسری بیل پر اٹھا لیا گیا۔

دونوں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، بس خاموشی میں سانس لینے کی آواز نمایاں تھی۔

"جاگ رہے تھے؟" حیا نے بات کا آغاز کیا۔

"ہمم... نیند تو اب روٹھ چکی ہے۔ رات بھی گزر گئی۔ پتا نہیں زمان..." حیدر کی آواز بھرّا گئی۔

حیا نے اس کی اذیت کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں، آنسو صاف کیے اور بولی۔

"نماز ادا کریں۔ روح کو اس کی خوراک دیں۔ دل اور دماغ بھی مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا۔ ہم زمان بھائی تک پہنچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔"

"م... مجھے... نماز... نہیں... آتی۔" حیدر نے دکھ سے کہا۔ سر جھک چکا تھا، جیسے وہ سامنے کھڑا ہو۔

"نہیں، آپ کو نماز آتی ہے، بس بھولے ہوئے ہیں۔" حیا نے پورے وثوق سے کہا۔

حیدر حیران ہوا۔ "تم کیسے جانتی ہو کہ مجھے نماز یاد ہے؟"

"آپ کو جانتی ہوں، اس لیے۔"

حیدر کے چہرے پر بھولی بھٹکی مسکراہٹ آئی۔

"کبھی کبھی لگتا ہے تم مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتی ہو۔"

حیا اس کی بات پر مسکرا دی۔

"جب آپ دل سے نیت کریں گے تو آپ کو پہلے لفظ کے ساتھ ساتھ سب یاد آتا جائے گا۔ پہلا قدم اٹھانا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف بندے کی ڈور اللہ سے جڑ جاتی ہے۔ وہ آپ کی خاموشی میں کہی گئی دعاؤں کو بھی سن کر 'کُن' کہہ دیتا ہے۔"

حیدر لاجواب ہو گیا۔

"میں بہت خوش نصیب ہوں جو تم میری زندگی میں آئی۔"

"یہ بھی میرے رب کا فیصلہ تھا۔"

"بالکل۔ میں جا رہا ہوں نماز ادا کرنے۔ دعا کرنا کہ نماز مکمل ادا کر سکوں۔"

"جائیں، اللہ آپ کی رہنمائی فرمائے۔"

"آمین۔"

حیدر نے اس کی بات مانتے ہوئے اٹھ کر شہیر کو دیکھا۔ پھر نرس کو تاکید کی کہ اس کے پاس رہے اور مسجد کی سمت بڑھ گیا۔

وضو کرتے وقت اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ کئی دنوں بعد کلمہ پڑھا تو یوں لگا جیسے جسم میں نئی جان ڈال دی گئی ہو۔ مسجد کی طرف قدم اٹھاتے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بچہ لمبی چھٹیوں کے بعد سکول جا رہا ہو اور استاد کی ڈانٹ کا ڈر ہو۔

☆☆☆☆☆☆

مسجد میں داخل ہوتے ہی سکون کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ اپنی کیفیت بیان نہیں کر پا رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ اس کی تمام بغاوتیں، گناہ، اور بدگمانیاں جو اس نے رب کے لیے پال رکھی تھیں، دھلنے لگیں۔ وہ گھٹنوں کے بل فرش پر جھک گیا۔ آنسو قالین پر گرتے جا رہے تھے، دل کا میل دھل رہا تھا۔ وہ جی بھر کر رونا چاہتا تھا۔ آج دل کی بنجر زمین سیراب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔
دور کہیں شیطان جل رہا تھا اور رب کی ذات اس سے راضی ہو کر مسکرا رہی تھی۔ وہ ہدایت پا گیا تھا۔ اس کا بندہ لوٹ آیا تھا۔

نماز کے بعد پاس بیٹھے کچھ افراد نے ایک نورانی چہرے والے بزرگ سے سوال کیا، جو وہیں بیٹھے تھے۔
وہ مسکرائے اور قرآن کی ایک آیت کی تلاوت کی۔

"اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فائدہ پہنچاتا ہے، اور وہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"
(سورۃ یونس، آیت 107)

حیدر ان کی آواز کے سحر میں کھو گیا۔ پھر انہوں نے ایک اور آیت کی تلاوت کی:

"میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو ان کو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

(سورۃ البقرہ، آیت 186)

حیدر کو لگا یہ آیات اس کے سوالوں کے جواب تھیں۔

بزرگ کی طرف کھنچاؤ محسوس کرتے ہوئے وہ ان کے قریب جا بیٹھا۔

بزرگ اس کی طرف مڑے۔

"آؤ بچے، دور کیوں بیٹھے ہو؟ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

حیدر بزرگ کو کافی دیر دیکھتا رہا۔

"پہلی بار آئے ہو خدا کے گھر میں؟ یہاں جھجک کی ضرورت نہیں، یہ دنیا نہیں ہے جو تمہیں پرکھے گی۔ وہ سب جانتا ہے۔ ظاہر اور باطن، اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں۔"

حیدر نے سر جھکا لیا۔ کیا بتاتا وہ؟ کتنے سالوں بعد آج نماز ادا کرنے آیا تھا۔ وضو تو دائیں بائیں لوگوں کو دیکھ کر کر لیا، مگر اب نماز...

بزرگ نے اس کے کپڑوں کو دیکھا۔ آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، پینٹ ٹخنوں سے اوپر تھی، اور سر پر مسجد کی ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ بزرگ اسے دیکھ کر مسکرا دیے۔

"نماز ادا کرو گے؟"

حیدر نے سر اٹھا کر انہیں حیران نظروں سے دیکھا۔

"کھڑے ہو جاؤ، بچے، اور میرے پیچھے پڑھو۔"

حیدر جیسے ان کی آواز پر ہیپناٹائز ہو گیا اور کھڑا ہو گیا۔

بزرگ نے اس کے ہاتھ کے انگوٹھے دونوں کان کی لو کے پاس رکھے۔

"اللہ اکبر"!

تکبیر کہنے کے بعد انہوں نے الٹے ہاتھ کی کلائی پر سیدھے ہاتھ کی تین انگلیاں رکھی اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھا کلائی کے دائیں بائیں رکھا۔

حیدر نے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اور ان کے پیچھے دو رکعت فرض نماز ادا کی۔ ان کے ساتھ ہی پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب سلام پھیرا۔ ایک رکعت کے بعد دوسری رکعت حیدر نے خود ادا کی تھی۔ بزرگ اس کے لفظوں کی ادائیگی سے حیران ہوئے تھے۔

حیدر کو حیا کی بات یاد آئی۔ اس نے پہلا قدم بڑھایا تھا تو اللہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ یقین ہی نہیں کر پایا کہ وہ خود سے نماز ادا کر پائے گا۔

حیدر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، مگر کچھ مانگ نہ پایا۔ ہتھیلیوں میں ندامت کے آنسو گر رہے تھے۔ وہ رو رہا تھا، نہیں جانتا تھا کہ کس طرح دعا مانگے اور کیوں مانگے۔ صرف دو رکعت پڑھنے کے بعد کیا وہ رب سے فرمائشیں کرنے لگے؟ اور جو اتنے سال اس نے بدگمانی میں گزارے، ان کا کیا؟ پہلے تو وہ معافی مانگنا سیکھ لے، پھر اپنی آرزوؤں کی فہرست کھولے گا۔ وہ اب صرف اس کا بندہ بننا چاہتا تھا۔ پھر اپنے آپ کو کچھ مانگنے کے قابل سمجھے گا۔

"اللہ! مجھے معاف فرما دے۔ میں اب صرف تیری رضا چاہتا ہوں۔ میری رہنمائی فرما، مجھے پھر سے بھٹکنے نہ دینا۔ اور... زمان"... حیدر کے آنسو پھر سے گرنے لگے۔

بزرگ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

حیدر نے ہاتھ چہرے پر پھیرا۔

"تیرے رب نے تجھے معاف کیا۔"

حیدر اس کی بات پر حیران ہوا۔

"تو خود چل کر مسجد تک نہیں آیا؟ تجھے وہ لایا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز ادا نہیں کر پاتا تو وہ چاہتا ہی نہیں کہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہو۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے، اسے ہمت دیتا ہے کہ وہ وضو کرے اور اس کے سامنے حاضر ہو۔ تمہیں تو اس نے خود چنا ہے۔ نماز اس کا حق ہے اور دعائیں تمہارا۔ کسی بھی فرض میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ مانگو اس سے، وہ خوش ہوتا ہے جب اس کا بندہ اس سے اپنا دکھ کم کرتا ہے۔" وہ اٹھے اور حیدر کے سر پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل گئے۔ ان کے ہاتھ سے حیدر کو اپنے روم روم میں سکون محسوس ہوا، جیسے وہ اس کے اردگرد حصار باندھ گئے ہوں۔ ایک مضبوط حصار۔ حیدر کے آنسو رک چکے تھے۔ کیسی طاقت وہ خود میں محسوس کر رہا تھا، مگر یہ کیفیت الگ تھی اور اس کی خوشی کا باعث بھی۔

حیدر اٹھا اور مسجد سے باہر نکلا۔ آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"یا اللہ! میری رہنمائی فرما، میرے لیے فیصلہ آسان کر دے، اور زمان... اس کی حفاظت تیرے سپرد کرتا ہوں۔ آمین۔"

☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال میں:

حیدر ہسپتال پہنچا تو خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ سی سی یو کے پاس ایک نرس اس کی طرف بڑھی۔

"سر، میجر کو ہوش آچکا ہے۔"

"یا اللہ! تیرا شکر ہے۔"کافی وقت بعد اس نے یہ کلمات ادا کیے تھے۔ وہ رب سے جڑ گیا تھا۔ یہ خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ وہ شہیر کی طرف بڑھا۔

ڈاکٹر اس کی ریکوری پر حیران تھے۔

"میجر! آپ کے پیشنٹ خطرے سے باہر ہیں۔ یہ آپ سب کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ ابھی دو دن ان کو یہیں رہنا ہو گا۔ خون بہت ضائع ہوا ہے، انڈر آبزرویشن ہی رہیں گے۔"

حیدر نے سر ہلا دیا۔ شہیر حیدر کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

حیدر جان گیا کہ وہ شرمندہ ہے، تبھی نظریں چرا رہا ہے۔

شہیر نے اٹھنے کی کوشش کی، مگر درد کے باعث واپس سرہانے پر گر گیا۔ آنکھیں میچ لی تھیں، کیونکہ درد کی لہر گولی کی جگہ سے اٹھی تھی۔

حیدر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"لیٹے رہو۔"

"مجھے معاف کر دو، حیدر۔ میں نے بہت کوشش کی، مگر ہم ٹریپ ہو چکے تھے۔"

"ششششش... اس سب میں تمہاری کوئی غلطی نہیں۔ یہ ہمارا امتحان ہے، اور اس میں ہم سرخرو ہوں گے۔ بے شک یہ دشمن کا وقت ہے، مگر زیادہ دیر تک نہیں۔ یہ نئی سورج کی کرنیں اپنے ساتھ نئی

امیدیں لے کر آئی ہیں۔ بس تم ٹھیک ہو جاؤ۔ مل کر زمان کو واپس لائیں گے۔ ٹیم الفا نہیں ٹوٹے گی۔" حیدر نے پورے اعتماد سے کہا۔ شہیر کی آنکھ سے آنسو گرا۔

"میری شرٹ کہاں ہے؟" شہیر یکدم کچھ یاد آنے پر آنسو صاف کرتا ہوا بولا۔

حیدر اس کی بات پر چونکا۔

"یہیں ہو گی۔ کیوں؟" حیدر اس کے بیڈ کے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔

"اس میں میں نے یو ایس بی ڈالی تھی، تمہیں دینے کے لیے۔ کہیں وہ گم تو نہیں گئی؟ ہم زمان"...

شہیر نے پھر سے اٹھنے کی کوشش کی۔ حیدر نے اسے ٹوکا۔

"میں ڈھونڈ لوں گا، مگر تم ہلنا مت۔"

نرس اندر داخل ہوئی۔ حیدر نے اس سے شہیر کے کپڑوں کے بارے میں پوچھا۔

نرس باہر گئی اور ایک بیگ لے کر آئی، جو آپریشن تھیٹر میں رکھا گیا تھا۔

حیدر نے شکریہ کہہ کر بیگ تھام لیا۔

شہیر کی بھی جان میں جان آئی۔

حیدر نے اس کی شرٹ سے یو ایس بی نکال کر اپنی پاکٹ میں رکھ لی۔

"حیدر، تمہیں کچھ بتانا ہے۔۔۔"

حیدر نے اسے روک دیا اور اس کے پاس جھکا۔

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ بھاگو گے یہاں سے۔"

شہیر اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے اشارہ دیا۔

"جانتا ہوں تکلیف ہو گی، مگر وہاں پہنچ کر آرام کر لینا۔ یہاں سے نکلنا ہے کسی طرح۔"

تقریباً پندرہ سے بیس منٹ کے بعد وہ دونوں گاڑی میں موجود تھے۔ پہلی دفعہ حیدر کو جو ناپسند تھا، وہی کرنا پڑا۔ نرس کو پیسے دیے، اس کی ضرورت کی میڈیسن لی، اور ڈرپ لگوالی۔ شہیر کو یہاں تک وہیل چیئر میں لائے تھے، مگر کمزوری کے باعث اس کا سانس بری طرح پھول چکا تھا۔ حیدر نے اسے گاڑی میں بیٹھایا، ڈرپ دوبارہ آن کر دی، اور گاڑی سیف ہاؤس کے راستے پر گامزن تھی، جہاں آج بہت سے راز کھلنے تھے، بہت سے چہروں سے نقاب اترنا تھا۔

کسی کے حصے میں جدائی آنی تھی، کسی کی کہانی مکمل ہونی تھی۔ سب داستان وہیں رقم تھی۔

حیدر شہیر کو لے کر سیف ہاؤس پہنچا۔ حیا سے رابطے میں تھا۔ پہلے وہ حیران ہوئی، پھر اسے یہی صحیح لگا۔ سب کا آنکھوں کے سامنے رہنا ضروری تھا۔ کوئی بھی کمزوری اب دشمن کے ہاتھ نہیں آنے دی جاسکتی تھی۔

احتشام اور میر نے اس کی گاڑی سے نکلنے میں اور اندر لے جانے میں مدد کی۔

صوفہ کم بیڈ پر اسے لٹا دیا گیا۔ سب ہال میں موجود تھے۔

نینا نے اس کی ڈرپ ایڈجسٹ کی، اور حیا کو اس کے لیے جوس لانے کو کہا۔ وہ لیکویڈ ہی لے سکتا تھا۔

دونوں بچے کمرے میں سو رہے تھے۔

ڈاکٹر خلیل سلطان سکندر کے پاس تھے۔

باقی سب شہیر اور حیدر کی واپسی کا سنتے ہی مطمئن اور خوش تھے، بس ایک انسان کا مذاق، اس کی باتیں، اس کا ہنسنا، اور وہ خود بہت شدت سے یاد آ رہا تھا۔ رونقیں جیسے ساتھ لے گیا تھا۔

حیدر نے پاکٹ سے یو ایس بی نکالی اور زویا کو دی۔ حیا بھی واپس آچکی تھی۔

سب کی نظروں میں سوال تھا۔

"یہ یو ایس بی شہیر کو اُس شخص نے دی ہے، جو وہاں موجود زمان کو لے گیا تھا۔"

سب حیران ہوئے۔ حیا نے یو ایس بی چیک کی، جس میں ایک آئی پی ایڈریس تھا۔

"یہ تو ڈائریکٹ ایک آئی پی ایڈریس کے ساتھ کنیکٹ ہو رہی ہے، مطلب خفیہ کال۔۔۔ یا اسکائپ۔"

سب اس کی بات پر چونک گئے۔

"اس سے ہماری جگہ ٹریس کر سکتے ہیں؟" زویا نے خدشہ ظاہر کیا۔

"حل بتاؤ اس کا۔"

"ایک حل ہے۔" حیا کی بات پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ بھول گئے تھے کہ وہ بھی ایک ہیکر ہے۔ "زویا! آئی پی ایڈریس ہیک کر کے بدل دو۔ اس سے ہماری جگہ کوئی اور شو ہو گی، مگر وہ ایک وقت کی حد تک ہو گا۔ اس کے بعد سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔"

"ہمم، یہ تو میں نے سوچا نہیں۔" حیا پریشان ہوئی۔

"ڈونٹ وری۔ میں کم بات کرنے کی کوشش کروں گا۔ اسی میں اسے لوکیشن ٹریس کرو اور ٹائمر سیٹ کر دو۔"

زویا نے آئی پی ایڈریس چینج کیا اور ٹائمر واچ، جس پر بڑے بڑے نمبروں میں "5 منٹ" لکھا تھا، آگے رکھ دی۔

اب حیدر کی بات شروع ہوتے ہی ٹائمر آن ہو جانا تھا۔

زویا نے اللہ کا نام لے کر کال کنیکٹ کر دی۔ اس پر رنگ بج رہی تھی۔ سامنے بڑی اسکرین پر سب دیکھ رہے تھے۔ یہ ویڈیو کال تھی، لیکن آڈیو سسٹم موجود نہیں تھا۔ یہ فسیل ڈیزائن ہی ایسی کی گئی تھی۔

حیدر نے میر اور احتشام کو کہا۔ "سب کھڑکی اور دروازے بند کر دو، کوئی بھی باہر کی معمولی آواز اندر نہ آنے پائے، جس سے وہ جگہ کا اندازہ لگا سکیں۔"

سب کے سانس خشک ہو گئے تھے۔ نینا زمان کو دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔ ایک جھلک دکھا دے کہ وہ ٹھیک ہے، صرف یہی بتا دے۔

کال کنیکٹ ہوئی۔

ایک انسان، جسم کے ساتھ جڑا مکمل کالا لباس پہنے، سامنے کھڑا تھا۔ چہرے پر مکمل ماسک تھا۔ دیکھنے پر ہی سب کو عجیب اور پر اسرار لگا۔

" پہنچ گئی آخر کار یو ایس بی میجر تک۔ اتنی دیر انتظار کروایا۔۔۔"

اس کی آواز سب کو بھدی اور نشے میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوئی۔ گھن محسوس ہوئی اس سے۔

"فضول باتیں چھوڑ، مدعے کی بات پر آ۔ کیا چاہیے؟ کیوں زمان کو لے کر گیا ہے؟"

" آہ، کیا یارانہ ہے۔ یارانہ فلم یاد آ گئی۔ ایک دوسرے کی پرواہ۔۔۔ سگے بھائیوں میں بھی اتنا پیار نہیں دیکھا۔ آنکھوں میں پانی آ گیا۔۔۔ ہاہاہا"! وہ مصنوعی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

حیدر سمجھ گیا کہ وہ جان کر وقت برباد کر رہا ہے۔

"زمان کہاں ہے؟"

"وہ بھی یہیں کہیں پڑا ہو گا، بیچارہ۔ دھوکہ دیا نا اس نے مجھے۔ کہا بھی کہ میجر کو بلا، مگر دوسرے میجر کو لے آیا۔ سزا تو بنتی تھی نا۔۔۔"

سب اس کی بات پر چونکے۔

پھر اس کے پیچھے زمان کو دو آدمیوں نے فرش پر پھینکا۔

سب جو دائیں بائیں کھڑے دیکھ رہے تھے، ساکت ہو گئے۔

زمان کے تن پر شرٹ نہیں تھی۔ گلے میں نینا کی پہنائی چین جھول رہی تھی۔ چہرے پر خون جم چکا تھا۔ جسم پر جگہ جگہ سرخ نشان تھے۔ زمان نے سامنے حیدر اور اس کے پیچھے شہیر کو دیکھا۔ خدا کا شکر دل ہی دل میں ادا کیا۔۔۔ وہ بچ گیا تھا۔

حیدر کی آنکھ سے آنسو گرا۔ سب ہی اشکبار اور بے بس تھے۔ ان کا دوست سامنے رسیوں سے بندھا پڑا تھا، سوائے دیکھنے کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

نینا خود پر قابو کھو بیٹھی اور اسکرین کی طرف بڑھی۔ "زمان۔۔۔" درد ہی درد تھا آواز میں اور اس نام میں۔

زمان نے نینا کی آواز سن کر گردن اٹھائی اور سامنے دیکھا۔ بازو پیچھے بندھے تھے۔ منہ پر پٹی تھی۔ فرش پر گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا۔ نینا کی حالت دیکھ کر اس نے بے بسی سے آنکھیں میچ لیں۔

حیا سامنے آئی اور آہستہ آہستہ پوری ٹیم بھی۔ ان کے دلوں میں سوری کے لیے نفرت بھر چکی تھی۔

"اوہو۔۔۔ یہاں تو پوری فیملی اکٹھی ہے"!

"اگر تُو نے زمان کو کچھ بھی کیا تو تیری شکل پہچاننے کے قابل بھی نہیں چھوڑوں گا۔" حیدر کا بس نہیں چل رہا تھا، ورنہ اسکرین میں گھس کر اسے نکال لاتا۔

"ہمت ہے تو آ، بچالے اپنے شیر کو"!

اس کے اشارے پر زمان کو الٹا لٹکا دیا گیا۔ سب اسکرین کی طرف بڑھے۔ نینا فرش پر صوفے کے ساتھ گری۔

زمان کے منہ سے پٹی ہٹی تھی۔ وہ کچھ بول نہیں پا رہا تھا، مگر سب کے سامنے اپنی اس حالت پر ٹوٹ چکا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ شہید ہو جائے، مگر اپنوں کے سامنے اس حال میں نہ آئے۔

"کہاں آنا ہے؟ میں تیار ہوں۔" حیدر کی آواز پر مقابل کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ مسکرایا۔

زمان نے گردن ہلا کر "نہ" میں اشارہ کیا اور اسے روکنے کی کوشش کی۔ وہ سب اس کے جانی دشمن تھے، جن سے وہ انہیں بچا رہا تھا۔ حیدر نے اسکرین پر ہاتھ رکھا۔

"میں آ رہا ہوں شیر! بس کچھ دیر اور۔۔۔ چھوڑوں گا نہیں اس سوری کو"!

"تیرا ہی انتظار ہے۔ مجھے برسوں سے سکون ملے گا تجھے اپنے ہاتھوں سے مار کر۔۔۔ کوئی چالاکی نہیں۔ اکیلا آنا ہو گا، ورنہ اس کی گردن گھر کے چوبارے پر جھولتی ملے گی"!

نینا نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ حیا اسی کے پاس موجود تھی۔ شہیر نے زور سے مکا صوفے پر مارا۔ مگر حیدر اسے دیکھ کر استہزائیہ مسکرایا۔ "تیری بھول ہے کہ تُو شیر کو کچھ کر پائے گا۔"

"شیر کا لفظ سنتے ہی تیرے دماغ میں سب سے پہلے کیا آتا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔۔۔ تیرے موٹے دماغ میں بات نہیں گھسے گی۔ شیر ہوتا ہے جنگل کا بادشاہ۔ وہ تیرے جیسے لنگوروں سے نہیں ڈرتا۔"

سب اس کی بات پر مسکرا دیے، سوری کے اپنے بندے بھی۔ سوری کا چہرہ غصے سے تلملا اٹھا۔

"مجھے للکار رہا تھا نا کہ شیر کو بچا سکتا ہوں تو بچا لے؟ تو سن، وہ شیر ہے اور زخمی۔۔۔ تو سوچ، جب وہ تیرے مقابل ہو گا تو اس کا وار تجھے لہولہان کر دے گا۔ تُو نے اپنی موت خود دردناک چنی ہے۔ اب تُو مجھے بھی بلا رہا ہے۔" حیدر اپنی داڑھی کو سہلاتا ہوا اسکرین کے قریب گیا۔ اس کی آنکھیں یکدم سرخ ہو گئیں۔ سوری کو دیکھا تو وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوا۔

بلیک ٹیم اور الفا اس کے ڈرنے پر مسکرائے۔

"اپنی موت کو خود دعوت دی ہے تُو نے، مسٹر سوری! تُو جانتا نہیں شاید میں کون ہوں۔۔۔ ٹائیگر! اب اپنی الٹی گنتی گننا شروع کر۔ تُو میری رفتار اور شیر کے وار کا مقابلہ نہیں کر پائے گا"!

"تجھے میرا نام کیسے پتا چلا؟"

حیدر اس کی بات پر مسکرایا۔ "گلے میں اتنی بڑی چین لٹکا کر پوچھ رہا ہے نام کیسے پتا چلا؟ ویسے اپس کی بات ہے، تجھے کس نے کہا تھا کہ تُو ولن بن سکتا ہے؟ حرکتیں تو سرکس کے جوکر والی ہیں"!

سب ہنسے۔ سوری طیش میں زمان کی طرف بڑھا۔

سب اس کی حرکت سے ڈر گئے جب اس نے چاقو سے زمان کے پیٹ پر کٹ لگا دیا۔ زمان، جو الٹا لٹکا ہوا تھا، اس کے خون کی بوندیں فرش پر گرنے لگیں۔

حیدر نے مٹھی بھینچی اور چیخا۔ "سوری"!

"زمان۔۔۔!" نینا بھی چیخی، مگر آواز منہ میں ہی دب چکی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔

"چھوڑ دے اس کو! تیری دشمنی مجھ سے ہے۔ میں آ رہا ہوں جہاں تُو کہے گا، جب تُو کہے گا۔ تنہا آؤں گا۔"

سوری، جو ایک اور وار کرنے والا تھا، اس کی بات پر رکا اور مسکرایا۔ سب کو وہ نفسیاتی لگ رہا تھا۔

زویا نے اشارہ دیا کہ پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ صرف پانچ منٹ اور روکنا ہے اسے۔

سب کی آنکھیں نم تھیں، مگر دشمن کے سامنے کمزور نہیں پڑنا تھا۔ حیا نے نینا کو گلے لگایا۔ جب سے زمان گیا تھا، اس نے پانی کا گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہیں اتارا تھا۔ مائیگرین کا درد اور دل کا مرض اب اس کے لیے حد سے سوا ہو چکے تھے۔

سوری نے زمان کو چھوڑ دیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا، جو اسے اتار کر لے جا رہا تھا۔ حیدر کے ساتھ سب نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"اپنی بیوی کو بھی ساتھ لانا، میجر! اس سے بھی کئی حساب باقی ہیں۔"

سب اس کی بات پر حیران ہوئے۔

"کیا ہوا؟ حیا صاحبہ، اپنے شوہر کو بتایا نہیں لفٹ کہانی؟ یادگار ہماری پہلی ملاقات۔۔۔ اف، کیسے بھول سکتا ہوں میں"! سوری کی آنکھوں میں غلاظت تھی۔ سب نے حیا کی طرف دیکھا۔ حیا نے سر جھکا لیا۔

"کل ایڈریس دوں گا۔ تیار رہنا۔ جتنا لیٹ کرو گے، دوست کی سانسیں اتنی کم کر دوں گا"! سوری جا چکا تھا۔

حیدر کچھ بھی سمجھنے کے قابل نہ رہا۔ وہ دراڑ ڈال گیا تھا۔

حیا جانتی تھی اسے کب سے، اور بتایا کیوں نہیں اب تک؟

"سوری 18 منٹ پر ہی کال بند کر چکا تھا۔"

"شیٹ!" زویا نے زور سے ہاتھ ٹیبل پر مارا۔ "مکمل لوکیشن ٹریس نہیں ہوئی ہے، وہ جانتا تھا، اسی لیے وقت سے پہلے بند کر گیا۔"

"جہاں تک ہوئی ہے، جگہ کا پتا لگاؤ، باقی دیکھ لیں گے۔"

احتشام اور حیا نے مل کر نینا کو صوفے پر لٹایا۔ پانی کے چھینٹے نینا کے چہرے پر مارے۔

نینا ہڑبڑا کر اٹھی۔ "زمان"!

حیا نے اسے گلے لگایا۔

"آپی! جلدی زمان بھائی کو لے آئیں گے، بس حوصلہ کریں۔" وہ کس دل سے یہ بھی کہہ رہی تھی، وہی جانتی تھی۔ دشمن خطرناک تھا۔ اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"بھابھی!" حیدر نینا کے پاس گیا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا۔ "وہ زمان کو کچھ نہیں کریں گے، ان کے لیے وہ مہرہ ہے۔ جس نیت سے وہ آئے ہیں، میں زمان کو بچانے ضرور جاؤں گا۔ اسی لیے یہ سب یوں ہوا۔ جب تک میں وہاں نہ گیا، زمان محفوظ ہے۔ اتنی چوٹوں سے میرے شیر کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ بھی ہمت رکھیں، آپ کے دیور کا وعدہ ہے، خود آئے یا نہ آئے زمان آپ کے پاس ہو گا۔"

"حیدر!" نینا نے اسے ٹوکا۔ "مجھے تم دونوں صحیح سلامت چاہیئے۔ مجھے یقین ہے، تم زمان کو لے آؤ گے۔"

حیدر نے نینا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اپنے بھائی پر یقین رکھیں، اور دعا کریں۔ باقی، دشمن نے غلط انسان چنا ہے اس بار۔ ماضی دہرایا نہیں جائے گا، یہ اس کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ماضی بدلے گا اور میں بدلوں گا۔"

نینا اسے دیکھ کر مسکرائی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"زویا! لوکیشن ٹریس کرو۔ احتشام، میر، جو علی نے فائل دی تھی اس کی ہر چیز غور سے دیکھو۔

روحی، لاسٹ سوری کے کیس کی تفصیلات نکالو۔ جو طلبہ ملے ہیں، ان کے بیانات چیک کرو، شاید کچھ کلو مل جائے۔ ہم اس سے پہلے اس تک پہنچیں گے۔" حیدر نے سب کو کام دیا۔

حیا جو کھڑی ہو چکی تھی، حیدر نے اسے دیکھا تک نہیں۔ حیا کو اپنی انسلٹ محسوس ہوئی۔ آنکھ سے آنسو گرا۔

حیدر کا چہرہ اسکرین کی طرف تھا۔ ماتھا مسل رہا تھا، جبکہ حیا مجرموں کی طرح پیچھے کھڑی تھی۔

سب نے حیا کو دیکھا۔ وہ پریشان بھی تھے۔

حیا کچھ غلط نہیں کر سکتی تھی یہ تو جانتے تھے، مگر پھر بھی اتنی بڑی بات چھپانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

شہیر جو حیدر کے سامنے تھا، اس نے حیدر کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ حیا سے بات کرے۔

حیدر نے آنکھیں بند کر کے پھر سے کھولیں۔

"احتشام، میر، شہیر کو کمرے میں چھوڑ کر آؤ۔"

شہیر کا منہ حیرت سے کھلا۔

"آرام کر۔ تجھے ابھی ریسٹ کی ضرورت ہے، کل بہت کام ہوں گے۔ تیرا ساتھ چاہیئے مجھے۔ میڈیسن بھی کھلا دینا۔" حیدر حکم جاری کرتا ہوا مڑا۔

احتشام اور میر، شہیر کو کمرے میں لے جارہے تھے۔ زویا اور روحی کام پر لگی تھیں۔

حیا نے حیدر کی سمت دیکھا۔ حیدر اس کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف بڑھا۔

سب نے نفی میں سر ہلایا۔

حیدر اسے دروازے سے باہر لے آیا۔ سورج نکل چکا تھا۔ ہوا میں خنکی تھی۔ دسمبر کے آخری دن تھے، نیا سال شروع ہونے والا تھا۔

"حیدر... میں... ڈر گئی تھی... اس لیے"... حیا کی آواز رونے کے باعث کانپ رہی تھی۔

حیدر نے اضطرابی کیفیت میں بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ حیا کے قریب ہوا۔

"پہلے رونا بند کرو۔ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کچھ کہا؟ کچھ پوچھا؟ پہلے سوچ لو، رونا ہے یا بولنا ہے؟ آدھے لفظ آنسوؤں کی ضد میں کھا جاتی ہو۔ میں کیسے سمجھوں گا؟ اس لیے پہلے چپ کرو۔ جلاد نہیں ہوں میں، شوہر ہوں تمہارا... تمہارا 'ہادی' "!

حیا نے پہلے اس کی بات پر منہ بنایا، مگر آخری بات سنتے ہی جھٹکا سر اٹھا اور حیدر کو دیکھ کر اس کے گلے لگ گئی۔ آنسو تیز ہو گئے۔

حیدر نے نفی میں سر ہلایا۔ "تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔" حیدر نے بھی اس کے اردگرد بازو باندھے۔

"میں ڈر گئی تھی۔ مجھے لگا آپ ناراض ہو گئے۔ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔"

حیا اس سے الگ ہوئی اور ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑے۔

حیدر اس کا ہاتھ پکڑے لان میں لایا، اسے موجود کرسی پر بٹھایا، اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"مجھے خود سے زیادہ تم پر اعتبار ہے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ حیدر غلط ہو سکتا ہے، حیا نہیں۔"

حیا اسے دیکھے جا رہی تھی۔ دل دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔

"اور تمہیں دیکھا اس لیے نہیں کہ میں شرمندہ تھا۔ میری وجہ سے تم نے اتنی تکلیف اٹھائی۔"

حیا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"ہمارے لئے"...

حیدر نے اسے دیکھا۔

"یہ سب کب ہوا تھا؟ میرے آنے سے پہلے؟ جب میں لفٹ میں داخل ہوا؟" حیدر نے پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

حیا انگلیوں کو مسل رہی تھی۔ "نا..." وہ سر ہلا کر بولی۔

حیدر چونکا۔ "نہیں بتانا چاہتی تو کوئی زبردستی نہیں ہے، حیا؟"

"اگر سوری نہ بتاتا، تو میں یہ شاید آپ کو اپنی آخری سانس تک نہ بتاتی۔ مگر رشتوں میں بال برابر بھی شک نہ جائے تو رشتہ مضبوط نہیں رہتا۔"

"حیا..." حیدر نے اسے روکا اور اس کے پاس آ کر گھٹنے کے بل بیٹھ گیا۔ اسے معاملہ زیادہ پیچیدہ لگ رہا تھا۔

"ایسا دن آیا جب میں نے اپنی حیا پر شک کیا، وہ میرا آخری دن ہو گا۔"

حیا کی آنکھ سے آنسو گرا۔ "پہلے وعدہ کریں۔" حیدر نے اسے دیکھا۔ "اس کے بعد آپ اس بارے میں نہ سوچیں گے، نہ ہی ہم اس بارے میں دوبارہ کوئی بات کریں گے۔ آپ ٹھیک ہیں، میں ٹھیک ہوں، یہی معنی رکھتا ہے۔"

"اب تم مجھے ڈرا رہی ہو؟"

حیا مسکرا دی اور ہاتھ آگے کیا۔

حیدر نے جذبے سے تھام لیا۔

"میری یادداشت نہیں گئی تھی۔ یہ سب صرف سوری کے لیے تھا، تاکہ اسے لگے میں سب بھول چکی ہوں، اس کی اور میری ملاقات بھی۔"

"وہ تم سے کب ملا؟" حیدر نے جلدی سے سوال کیا اور غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

حیا نے تھوک گلے سے نیچے اتارا۔

"میں نہیں جانتی۔ وہ سوری تھا، مجھے بھی آج ہی پتا چلا۔ تین آدمی تھے، کالے لباس میں ڈھکے۔ جب... جب"...

"حیا، بولو یار"...

"جب آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ سے الگ ہوا۔"

☆☆☆☆☆☆☆

لفٹ تیزی سے نیچے کی طرف گر رہی تھی۔ حیا نے سائیڈ سپورٹ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

لفٹ نیچے جا کر گری۔ حیا کا سر لفٹ کے فرش سے ٹکرایا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، مگر وہ ٹھیک تھی۔ سر پر ہی چوٹ آئی تھی اور پاؤں گرنے سے فریکچر ہوا تھا۔

دروازہ اپنے آپ کھلا، لفٹ کی خرابی کے باعث۔ حیا کو باہر سے کچھ آوازیں سنائی دیں، جو اس کے قریب آتی جا رہی تھیں۔

"آج تو میجر کا کام تمام ہوا۔ اتنی اوپر سے لفٹ گری ہے، سالہ مر گیا ہو گا یقیناً۔" سامنے تین آدمی لفٹ میں داخل ہوئے۔ حیا کو دیکھ کر چونکے۔

حیا نے آنکھیں بند کر لیں۔ باتیں ان کی سن چکی تھی۔ لڑنے کی طاقت نہیں تھی اس میں، ورنہ بتاتی کہ وہ بھی ایجنٹ ہے۔

ایک آدمی لفٹ کے اندر آیا۔ دائیں بائیں دیکھا۔

"میجر نہیں ہے؟"

"کیا؟" سوری چلایا۔ اور حیا کی طرف بڑھا۔ اس کے حجاب سے اس کے بالوں کو جکڑا۔

"اٹھ لڑکی! تو یہاں کیا کر رہی ہے؟ میجر کہاں ہے؟"

حیا نے درد پر قابو پاتے ہوئے اس کے ہاتھ کو جھٹکا۔ ڈر کر اس سے دور ہوئی اور خود کو گھسیٹتے ہوئے لفٹ کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔

"کون... کون میجر؟ جو اس لفٹ میں تھا؟ وہ تو چلے گئے۔"

سوری نے پاؤں زور سے لفٹ پر مارا۔

"بچ گیا سالا"

حیا ہمت کرتی اٹھی اور جانے لگی۔۔

سوری نے آدمی کو اشارہ کیا۔۔

اس نے لوہے کے راڈ سے حیا کے سر پر وار کیا ہڈی ٹوٹنے کی آواز پوری لفٹ میں گونجی حیا کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔۔درد سے چور زندہ تھی مگر سوری نے اسکی سانسیں چھیننے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔۔۔)

حیدر کی آنکھ سے آنسو گرا۔ وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب ہو گا۔ سب کو تو یہی پتا تھا کہ لفٹ میں گرنے سے چوٹ آئی، مگر سچ کتنا بھیانک تھا۔

حیدر نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"مجھے معاف کر دو۔ میری وجہ سے تم نے اتنی تکلیف سہی۔ وہ مجھے مارنے آئے تھے۔ کیوں، حیا؟ تم ہمیشہ ڈھال بنی رہی میری، اور میں"...

"کیونکہ آپ کو کچھ ہو جاتا تو حیا بھی تھوڑی زندہ رہتی۔" حیا نے گال سے اس کا آنسو صاف کیا۔ "آپ نے وعدہ کیا تھا، بھولیں نہیں۔ چلیں، اٹھیں۔ اب ہم ساتھ ہیں۔" حیا نے اس کا ہاتھ تھاما۔

حیدر ٹکٹکی باندھے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

کیا تھی وہ؟ اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

حیدر نے اسے اپنے حصار میں لیا۔ حیدر نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"یا اللہ! تیرا شکر ہے۔ میری حیا کو زندگی دینے کا شکریہ۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆

حیدر حیا کو گھر کے اندر چھوڑ کر خود گھر کی طرف نکلا تھا۔ سکینہ بی کی طبیعت کا بھی پوچھنا تھا اور نگار فاطمہ کا۔ دو دن سے ان کا فون نہیں مل رہا تھا۔

حیدر گھر کے باہر ہی گاڑی پارک کی اور چوکیدار نے دروازہ کھولا۔

کوئی دکھائی نہ دیا، نہ ملازم، نہ سکینہ بی۔ ٹی وی لاؤنج سے ہوتا ہوا کچن کی سمت بڑھا، شاید وہاں ہوں، مگر کہیں بھی نہ پایا۔ چونکہ کچھ سمجھ نہ آیا، سکینہ بی کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ دروازے پر دستک دی، لیکن کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

حیدر حیران تھا، ان کا تو کہیں جانے کا امکان نہیں تھا۔

حیدر کمرے میں گیا۔ جیسے ہی واپس مڑنے لگا، چونک گیا۔

سائیڈ ٹیبل کا آدھا دراز کھلا ہوا تھا۔ روشنی دیکھ کر حیدر اس طرف بڑھا۔ اندر موبائل دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

"یہ تو موم کا فون ہے!" اور ایک نمبر سے کال آرہی تھی۔ موبائل سائلنٹ پر تھا۔

حیدر حیران در حیران ہوا۔

"موم کا فون یہاں پر؟ کیوں؟ بڑی ماں نے یہاں کیوں رکھا ہے؟"

پھر سے فون آیا۔ حیدر نے کال ریسیو کرلی۔

"السلام علیکم! میم! دو دن سے آپ سے رابطے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میٹنگ کے متعلق ڈیٹیل"—

حیدر کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا۔

"کل تو میں نے بڑی ماں سے پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا وہ مشن... موم... پھر کہاں ہیں؟"

پیچھے سے آواز آئی۔ "میرے پاس ہیں۔"

حیدر مڑا، مگر سر پر زوردار چیز لگنے سے زیادہ دیر آنکھیں کھلی نہ رکھ پایا۔

آنکھیں بند ہوتے اس نے جو دیکھا، وہ ناقابلِ یقین تھا۔

حیدر کی پاکٹ سے فون نکالا گیا اور ایک میسج حیا کے نمبر پر بھیج دیا۔ پھر حیدر کو گھسیٹتے ہوئے باہر لایا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیا کو پیغام موصول ہوا۔ حیا نے حیدر کا میسج دیکھا تو لبوں پر مسکراہٹ آئی۔ میسج اوپن کیا تو حیا کی مسکراہٹ چند لمحوں میں غائب ہو گئی۔

"میں جا رہا ہوں... زمان کو بچانے... سوری کا فون آیا تھا... دعا کرنا"...

روحی، میر، اور احتشام سب اس کے بلانے پر گھبرا کر آئے۔

روحی اور میر بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوئے، اور احتشام بھی ان تک پہنچا۔

"حیدر! حیدر کو کچھ ہوا ہے، ہمیں گھر جانا ہے۔"

سب اس کی بات پر چونک گئے۔

"مطلب؟ وہ تو بڑی ماں سے ملنے گیا تھا؟" نینا نے سوال کیا۔

"نہیں آپی! وہاں کچھ ہوا ہے... کچھ غلط ہوا ہے۔ حیدر کے موبائل سے یہ میسج کسی اور نے ٹائپ کیا ہے۔" حیا نے جواب دیا۔ "آپ سب اپنا دھیان رکھنا۔ میں تصدیق کر لیتی ہوں کہ وہ کہاں گیا ہے۔ میر اور احتشام، میرے ساتھ چلو۔ روحی اور زویا، اگر یہ سچ ہے کہ حیدر ان کے پاس گیا ہے، تو میرے آنے تک اپنی انفارمیشن مکمل کرو۔ جانتی ہو نا حیدر نے کیا کہا تھا... اس سے پہلے کہ ان تک پہنچیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

تینوں باہر کی طرف نکلے۔

حیا خود ڈرائیو کر رہی تھی، جبکہ احتشام آگے اور میر پیچھے بیٹھا تھا۔

حیا نے گاڑی کو بھگایا ہوا تھا۔ اس کی ڈرائیونگ دیکھ کر احتشام دنگ رہ گیا، جبکہ میر اس کا عادی تھا۔

کچھ ہی دیر میں تینوں گھر کے سامنے موجود تھے۔

حیدر کی گاڑی کھڑی دیکھ کر حیا نے سکون کا سانس لیا اور اندر کی طرف بڑھی۔

آج پہلی بار اپنے سسرال آئی تھی، اور وہ بھی ایسے۔

پورا گھر خالی تھا۔

نہ کوئی ملازم، نہ چوکیدار۔

حیا کو کچھ کھٹکا۔

اس نے دونوں کو پورے گھر کی تلاشی لینے کو کہا اور خود بھی اندر کی طرف بڑھی۔

کون سا کمرہ کس کا تھا، حیا کو معلوم نہیں تھا۔

کچن میں دیکھتی ہوئی، چھوٹی راہداری سے گزرتی، سکینہ بی کے کمرے میں پہنچی۔

دروازہ بند تھا۔ حیا نے لاک گھمایا، دروازہ کھل گیا۔

سامنے کا منظر دیکھ کر دھڑکن رک گئی۔

سفید بیڈ شیٹ پر خون کے چھینٹے تھے۔ کچھ فرش پر بھی جم چکا تھا۔

حیا نے آنکھیں میچ کر بلڈ کا سیمپل لے لیا۔

"حیا!" احتشام چلایا۔

حیا وہاں سے نکلتی ہوئی احتشام کی آواز کے پیچھے گئی، مگر کچھ سمجھ نہ پائی۔

"حیا! اوپر آؤ، جلدی"

احتشام کے دوبارہ پکارنے پر وہ اوپر کی طرف بھاگی۔

اس کی آواز میر نے بھی سن لی اور اوپر کی طرف بڑھا۔

سامنے کا منظر دیکھ کر میر اور حیا کے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔

نگار فاطمہ زخمی حالت میں بے ہوش فرش پر گری ہوئی تھیں۔ یہ اسٹور روم تھا جہاں وہ دو دن سے قید تھیں۔ پورے گھر کی تلاشی لی، مگر کچھ نہ ملا سوائے خون کے قطروں کے، جو ٹی وی لاؤنج سے باہر تک جا رہے تھے۔

حیا نے آنسو جلدی سے صاف کیے اور خود کو حوصلہ دیا۔

"نہیں، حیدر کو کچھ نہیں ہوا ہو گا۔"

حیا نے جو بلڈ سیمپل جمع کیا تھا، وہ احتشام اور میر کو دے دیا تاکہ وہ رپورٹ حاصل کر سکیں۔

نگار فاطمہ، جو بے ہوش تھیں، انہیں حیدر کی گاڑی میں سیٹ کیا۔

پھر اچانک حیا کو کچھ یاد آیا اور دونوں کو متوجہ کیا۔

"سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کر لینا، ہو سکتا ہے کچھ مل جائے۔"

دونوں نے سر ہلایا۔ اب وہ ان کی لیڈی باس تھی۔ "ملک کوئین" لوٹ آئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

حیا، نگار فاطمہ کو لے کر سیف ہاؤس پہنچ چکی تھی۔

اسی دوران، میر کا فون آیا۔

اس کی بات سنتے ہی حیا کو لگا جیسے اس کے سر سے آسمان اور پاؤں کے نیچے زمین کھینچ لی گئی ہو۔

دل پر ہاتھ رکھتی، وہ اوپر کمرے کی طرف بڑھی۔

کسی کے سامنے کمزور پڑنا اس کے حوصلے کم کر سکتا تھا، مگر خود کو جتنا بھی مضبوط ظاہر کرے، حیدر کے لیے وہ کچھ بھی ہو سکتی تھی—نازک، پاگل، دیوانی۔ حیدر کو کھونے کا تصور ہی اس کی جان پر بن آیا تھا۔

سب اسے اچانک اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔

نینا اس کے پیچھے گئی۔

نگار فاطمہ کی ڈریسنگ نینا کر چکی تھی، وہ ابھی تک بے ہوش تھیں۔

حیا بیڈ پر بیٹھی تھی۔ آنسو کب بہنے لگے، اسے پتہ ہی نہ چلا۔

"وہ سب سازش سے اسے لے گئے۔ وہ اسی کے انتظار میں تھے۔ اگر... حیدر کو... کچھ ہو گیا؟"

نینا کمرے میں داخل ہوئی۔ حیا کو اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئی اور اس کے قریب آئی۔

"گڑیا، حیدر کہاں ہے؟"

حیدر کے نام پر حیا کا رونا شدت اختیار کر گیا۔ دماغ وسوسے بننے لگا۔

کتنی مکمل تھی کچھ دیر پہلے اور اب...

"(تیرا ہی انتظار ہے مجھے برسوں سے... تجھے اپنے ہاتھوں سے مار کر سکون آئے گا)"

"سوری" کے الفاظ اس کے دماغ میں گھومنے لگے۔

"ن... نہیں... حیدر... کو... کچھ... نہیں ہو گا"... حیا اٹھی، آنسو سے گال بھرے تھے۔

"آپ... آپی... وہ... حیدر... کو... لے گئے۔ نہیں... لے جانا چاہیے تھا؟ وہ... حیدر... کو...؟ نہیں... میں... کیا کروں؟"

نینا کو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"حیا! ہوش کرو گڑیا... کون... کون لے گیا حیدر کو؟"

حیا نے اسے دیکھا اور کہا۔

"وہ... سوری"...

نینا، اس کی بات سن کر دنگ رہ گئی۔

حیا نے مکا بنا کر بیڈ پر مارا۔

"حیا..." نینا نے اسے تھاما۔ نینا کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔

"آپی... میں نے... کیوں... اکیلے... جانے دیا؟ جانتی تھی نا کہ خطرہ ہے۔ میں جانتی تھی کہ خطرہ ہے"! حیا یکدم اٹھی۔ "م... میں... خود... ڈھونڈ... لوں... گی۔" حیا چکر کھاتی ہوئی واپس بیڈ پر گر گئی۔ نینا نے اسے سہارا دیا۔

"گڑیا! حوصلہ کرو، میری جان! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دشمنوں کو نیست و نابود کر دے گا۔"

نینا دو دن سے جدائی اور خوف برداشت کر رہی تھی، مگر حیا... وہ تو یہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کا حادی اس سے دور ہوا ہے۔

نینا نے اسے سیدھی جگہ پر لٹایا۔ خود بھی وہ بہت پریشان ہو چکی تھی۔

"نہیں، وہ کچھ نہیں کریں گے اسے۔ زمان بھی تو وہیں ہے... دونوں آجائیں گے واپس۔ پہلے بھی کتنی دفعہ مارنے کی کوشش کی ہے، مگر کسی نہ کسی وجہ سے بچ گیا۔ مگر اب تو ان کے پاس ہی ہے؟ اب کون بچائے گا؟"

دماغ چلتا جارہا تھا، دل تسلیاں دیتا جارہا تھا۔

"کیسا امتحان ہے؟ میرے مالک، کیسی آزمائش ہے؟"

نینا منفی سوچوں میں گم، نیچے کی طرف بڑھی۔

نگار فاطمہ کو ہوش آچکا تھا۔ زویا اسے بتانے آرہی تھی۔

نینا جلدی سے ان کے پاس پہنچی۔

"موم! کیسی ہیں اب آپ؟"

نگار فاطمہ کھڑی ہوئیں مگر چکر آیا۔

نینا نے زویا کو جوس لانے کا کہا۔

"سر پر چوٹ آنے سے ایسا ہو رہا ہے، کچھ دیر بیٹھیں۔"

نگار فاطمہ نے ماتھا مسلا، ابھی بھی دماغ سویا تھا۔ نگار فاطمہ نے جیسے بولنے کی کوشش کی، آواز ہلکی سی نہیں نکل رہی تھی۔

نینا جلدی سے اپنا فرسٹ ایڈ باکس لائی جو اس نے ایمر جنسی کے لیے ساتھ رکھا تھا۔
انجیکشن فل کرتی، نگار فاطمہ کے بازو میں لگا گئی۔ سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

انہیں نیند کی ہیوی ڈوز دی گئی تھی، اس لیے ان کے حواس ابھی بیدار نہیں ہوئے تھے۔

"کچھ دیر میں جاگ جائیں گی۔" زویا نے جوس کا گلاس نینا کو دیا۔

نینا نے نگار فاطمہ کے ہونٹوں کے ساتھ جیسے ہی جوس لگایا، ان کا دماغ جاگ گیا۔

ایک ہی سانس میں سارا پی گئیں۔

"اور... پانی... چاہیے؟" مشکل سے تین لفظ ادا کر پائیں۔

نینا نے ان کی بات پر آنسو گرا دیے۔

"اپنے ہی گھر میں دو دن سے قید تھیں اور پانی کے لیے ترستی رہیں۔ کسی کو خبر ہی نہیں"...

سب کا ہی صدمے سے برا حال تھا۔

پانی کا ایک اور گلاس پلایا، نینا نے کچن سے کچھ آئس کیوبز لیے، انہیں ململ کے کپڑے میں لپیٹ کر نگار فاطمہ کے پاس آئی۔ ان کی آنکھوں پر یہ لگا رہی تھی۔ ن
گار فاطمہ کو سکون محسوس ہوا۔ آنکھوں کی چبھن اور جلن کم ہوئی۔

"حیدر"... دماغ مکمل جاگنے پر، سب منظر فلم کی طرح دماغ میں گھومنے لگے۔

"نینا... حیدر...؟؟ کہاں ہے؟؟ زمان؟؟

سب خاموش بت بنے تھے۔

"موم! زمان دو... دو دن سے واپس نہیں آئے... وہ... سوری"...

"وہ لے گئی... ڈائن، میرے بچوں کو کھا جائے گی۔" نگار فاطمہ کی بات سب کے سروں سے گزری۔

نگار فاطمہ ہاری ہوئی صوفے پر گریں۔ "آستین کا سانپ پالا میں نے"...

"موم... آپ... کس... کی... بات کر رہی ہیں؟" نینا کے دماغ نے جواب دیا مگر دل قبول نہیں کر رہا تھا۔

"سکینہ... سکینہ سوریش، ان کی ٹیم کی ہیڈ... 'سوری' کی ماں"...

نگار فاطمہ کے بھیانک انکشاف پر سب دنگ رہ گئے، سیڑھیوں سے اترتی حیا بھی۔

"نہیں... موم... آپ کو کچھ... غلط فہمی ہوئی ہوگی... بڑی ماں... تو... بہت پیار"...

"دھوکہ تھا... فریب تھا... جھوٹ تھا... وہ ایک چھلاوا تھا... اس نے اپنے منہ سے اقرار کیا، نینا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر... اسے میں اپنا سمجھ بیٹھی... اس سب کی قصوروار میں ہوں۔ میں نے اس کی بھولی بھالی باتوں میں آکر اپنی جمع پونجی اسے سونپ دی، اور اس نے انہیں پالا۔ ان پر اپنا اعتبار بنایا... اپنے دن رات دیے... تاکہ... جب حیدر اور زمان کو سچ پتا چلے، تو وہ تڑپیں، روئیں... اس نے گھناؤنا کھیل کھیلا"...

نگار فاطمہ نے نینا کی طرف دیکھا...

"جانتی ہو، اگر میں حیدر یا زمان کو سچ بتاؤں..." وہ رو رہی تھیں... ایک بہادر، نڈر آرمی افسر۔

"تو وہ میرے خلاف ہو جائیں گے، مگر اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ... ان کی... بڑی ماں... غدار ہیں"...

سب ہی رو رہے تھے۔ سلطان سکندر نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"حوصلہ کریں، اب تو ہمارے دونوں شیر اکٹھے ہیں... ایک دوسرے کی طاقت بن کر صحیح سلامت لوٹیں گے"...

"مگر وہ یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟" شہیر نے سوال کیا۔

"کیونکہ اس کے شوہر 'شیخ بلال سوریش' کو عمر قید ہو گئی تھی... جب حماد اور سلطان صاحب نے یورینیم کا مشن مکمل کیا تھا... آرمی بیچ میں آئی اور ڈائریکٹ فیصلہ ہوا... اس کے بعد... سوری... جس کو مشن میں حیدر نے مارا، وہ سوری نہیں، اس کا چھوٹا بیٹا 'ساگر' تھا... وہ برداشت نہ کر پائی۔ اس کے بعد اس نے حیدر پر حملہ کروایا جو حیا نے اپنے سر لیا۔ پھر سے سیف ہاؤس پر فائرنگ کروائی گئی۔ وہ بھی اسے مارنے کے لیے ہی تھا۔ اور اس کے بعد... اس کے بعد بھی وہ رکی نہیں۔ اس نے دوبارہ اپنی ٹیم بھیجی جو سلطان سکندر کو مارنے گئی تاکہ الزام حیدر پر آئے۔

اور اب اس نے... جان کر زمان کو پکڑا ہے۔ وہ جانتی تھی، حیدر اسے بچانے ضرور آئے گا۔ مگر میرا حیدر، اسی کی پرواہ کرتا گھر پہنچا اور اس سفاک نے"... نگار فاطمہ کے آنسو بہتے جا رہے تھے۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، سکینہ بی سب کر سکتی ہیں۔ آج رشتوں پر سے اعتبار اٹھ گیا تھا۔

واقعی ہی آج سب کو یقین آیا۔ مائیں صرف اپنی مائیں ہوتی ہیں، کوئی کہہ دینے سے ماں نہیں بن جاتا۔ جس نے جنا، جس نے پیدا کیا، وہی درد محسوس کر سکتی ہے... اور کوئی نہیں۔

"میں جا رہی ہوں ہیڈ کوارٹر۔ ٹیم ترتیب دیتی ہوں۔ جگہ کا بھی پتہ چلانا ہے۔ تم سب تیار رہنا۔ شہیر زخمی ہے، وہ نہیں جائے گا۔ زویا کے ساتھ وین میں ہی رہے گا۔"

"نہیں، میں ٹھیک ہوں، آنٹی۔ میں ساتھ جاؤں گا۔ دشمن کے مقابلے کے لیے بہت طاقت ہے ان بازوؤں میں۔"

سب نے شہیر کو دیکھا۔ اس پر فخر ہوا۔ وہ کیسے جگری یاروں کو اکیلا چھوڑ دیتا؟ اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

حیا ان تک بڑھی۔ دل اعتبار نہیں کر رہا تھا۔ ناقابلِ یقین سچ تھا، جو آج کھلا تھا۔

"مجھے... حیدر کے نمبر سے فون آیا ہے۔ ماں... وہ"...

نگار فاطمہ اس تک گئیں۔ جانتی تھیں، حیدر اس کے لیے کیا تھا۔

"وہ چاہتے ہیں کہ میں جیل سے اس مجرم کو آزاد کروا کر اپنے ساتھ لے کر آؤں، اور اگر میں نے ایسا نہ کیا، تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو"... حیا آگے نہ بول پائی۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔ اس طرح ہمیں ان کا ایڈریس بھی مل جائے گا اور ان تک پہنچنے میں آسانی ہو گی۔"

زویا اور روحی جلدی سے ان تک بڑھیں۔

"یہاں آئیں، آپ کو کچھ دکھانا ہے۔

"سب ان دونوں کی بات کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسرے روم کی طرف بڑھے۔

"جتنی لڑکیاں وہاں سے بچ کر نکلی ہیں، ان سب کے بیانات کے مطابق جہاں ان کو رکھا گیا تھا، وہاں ہر جگہ 'S' کا سائن تھا۔"

"وہ تو سوری کے گلے میں بھی ایسا لاکٹ تھا؟ تو کیا"...

"بالکل، دونوں مجرم ایک ہی ہیں۔ اللہ نے ہماری مدد کی ہے۔ باقی کئی انکشافات وہاں جا کر ہو جائیں گے، ان شاء اللہ۔"

"شاباش، گُڈ ورک"!

"ایک اور چیز"...زویا نے وہ فائل اوپن کی جو علی نے انہیں دی تھی۔"اس میں دو چیزیں بہت پرومیننٹ ہیں۔"زویا نے اسکرین پر مارک کیا۔

"بادل اور پانی... اور 'سکس سینسز' مجھے یہی کہہ رہی ہیں، اسی میں ہنٹ ہے۔ ممکن ہے کوئی کوڈ ورڈ ہو، کچھ بھی ایسا"...

حیا اسکرین کے پاس آئی۔ اتنی نالج اس نے بھی رکھی تھی۔ ویسے ہی اسے ان چیزوں اور پہیلیوں کو سلجھانے کا شوق تھا۔

حیا وائٹ بورڈ کے پاس گئی۔

اس نے 'بادل' اور 'پانی' کو اکٹھے لکھا۔

پھر گنتی میں 'بادل' سے 'بی' کے نیچے 2 لگایا، کیونکہ 'بی' الفابیٹ میں دوسرے نمبر پر آتا ہے۔

Badil Pani

214911 161149

زویا بھی سمجھ گئی وہ کیا کر رہی ہے، اور اس کے دماغ پر حیران ہوئی۔

ایک ایک کر کے نمبر لگتے گئے۔

"زویا، دیکھو یہ کس لوکیشن تک نمبر ٹریس ہوتے ہیں۔"

زویا نے چیک کیا اور حیران رہ گئی۔

"ایگزیکٹ! گوادر سی پورٹ تک ایسٹ اور ویسٹ"!

زویا کی آواز پر سب حیران در حیران ہوئے۔

"جو ہم نے لوکیشن ٹریس کی تھی سوری کی، وہ بھی گوادر سے کچھ پہلے کی ہی تھی۔"

زویا خوشی سے حیا کے گلے لگ گئی۔

"ویل ڈن، حیا"!

سب ہی خوش تھے۔ نگار فاطمہ نے بھی شاباشی دی۔

"مگر وہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ کم سے کم اسلام آباد سے جانے کے لیے 25 سے 26 گھنٹے لگتے ہیں۔" شہیر نے پریشانی سے استفسار کیا۔

"یہاں سے گوادر سی پورٹ کے قریب ہیلی کاپٹر کے ذریعے جائیں گے، تو جلدی پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد اسکائی ڈائیونگ کے ذریعے سی پورٹ پر مختص شپ پر لینڈ کریں گے۔ جب حیا ان کی بتائی شپ پر اتر جائے گی، تو اسکوبا ڈائیونگ کے ذریعے اس شپ تک پہنچیں گے۔

مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ میں سی پورٹ کی انتظامیہ سے بات کر لیتی ہوں، وہ ہمارا تعاون کرے گی۔ ان شاء اللہ، کام آسان ہو گا۔

میں جا رہی ہوں، آپ سب تیاری مکمل کریں۔ پہلے حیا جائے گی۔ باقی سب ویٹ میں رہیں گے۔

جب وہ ان کے سامنے پہنچ جائے گی اور زمان اور حیدر کے سامنے ہونے کی تسلی کر لیں گے، تو ہم اٹیک کر دیں گے۔

ان شاء اللہ، سب اچھا ہو گا۔"

نگار فاطمہ کہتی چلی گئیں، انہیں سوریش کی کچھ گھنٹوں کی بیل کروانی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سب نے مل کر نماز ادا کی اور مشن کے لیے دعا مانگی۔ پھر وہ چینج کرنے بڑھ گئے۔ ایک ایک منٹ ضروری تھا، سانس کی طرح۔ سارا پلان نگار فاطمہ سمجھا چکی تھیں۔

ٹیم بلیک اور ٹیم الفا ایک ساتھ موجود تھیں۔ حیا کے ساتھ سب بولے، حیدر اور زمان کی یاد شدت سے آئی۔ پہلی بار تھا جو وہ ان کے ساتھ نہیں تھے اور انہیں بچانے جا رہے تھے۔ سب نے اپنی نم آنکھیں صاف کیں۔ دشمن کو رلانے کا وقت تھا، اب۔

"مجھے قسم ہے اس مٹی کی،

میں اپنا دیس کبھی مٹنے نہیں دوں گا،

دے دوں گا جان اپنی،

پرچم کبھی جھکنے نہیں دوں گا،

غازی یا شہید کہلاؤں گا،

مگر اپنا ایمان نہیں بکنے دوں گا۔"

سب نے سلیوٹ کیا اور باہر کی طرف بڑھ گئے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز ماحول کو تھرتھرا رہی تھی۔ ہر چیز اڑ رہی تھی جیسے۔ سب نے اپنے اپنے بغل میں موجود ہیلمٹ پہنے اور ہیلی کاپٹر پر سوار ہوئے۔

نگار فاطمہ انہیں ہیڈ کوارٹر سے بریف کر رہی تھیں۔ سب چھت پر موجود تھے۔ ہیلی کاپٹر زپوری طرح لینڈ نہیں ہوئے تھے۔ سیڑھی پھینکی گئی، جن سے چار فوجی گارڈ نیچے اترے تا کہ سلطان سکندر، ڈاکٹر خلیل اور بچوں کی حفاظت کر سکیں۔

دو ہیلی کاپٹرز پر سب سوار ہوئے۔ نینا بھی میڈیکل ایشو کے لیے ساتھ گئی تھی۔

گوادر بندر گاہ بلوچستان میں خلیج فارس کے دہانے پر واقع بحیرہ عرب کا سب سے بڑا اور گہرا سمندر ہے۔

اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا پانی ہر وقت گرم رہتا ہے۔

ہیلی کاپٹر میں موجود پائلٹ ان کی معلومات میں اضافہ کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے انہیں مطلوبہ جگہ پر لینڈ کیا، جہاں آرمی کی وین موجود تھی۔ اس سے آگے ہی ان کی منزل تھی، جہاں حیا کو بلایا گیا تھا۔

حیا سب سے ملی اور آرمی وین کی طرف بڑھی۔ سب کی سانسیں اٹکی ہوئی تھیں۔ زمان اور حیدر کے بعد اب حیا بھی جا رہی تھی۔

اس وین میں سوریش بھی موجود تھا، پیچھے گارڈ کے ساتھ، منہ پر کالا کپڑا ڈالے ہوئے۔ حیا نے سب کو ہاتھ ہلا کر اللہ حافظ کہا اور گاڑی میں سوار ہو گئی۔

جہاں جہاں وہ گزر رہے تھے، سب زویا کے کمپیوٹر پر دیکھ رہے تھے۔ سوری فون پر بتا رہا تھا کہ انہیں کہاں آنا ہے۔

کچھ ہی دیر میں وہ گوادر پورٹ کے سامنے تھے۔ وہاں سوری کی ہدایت کے مطابق ایک چھوٹی بند کشتی کھڑی تھی، جس میں سوار ہونا تھا۔

نگار فاطمہ بھی مائک پر زویا سے کنیکٹ تھیں، جو انہیں بریف کر رہی تھیں۔ انہوں نے ناگہانی صورتحال کے لیے ایک اور بیک ٹیم تیار کی تھی، جو ان کے سامنے موجود تھی۔ ان کے سامنے بڑی اسکرین پر سب کچھ چل رہا تھا۔

حیا، جو کشتی میں سوار ہو رہی تھی، دوسری طرف الفا ٹیم اسکائی ڈائیونگ سے شپ پر لینڈ کر رہی تھی۔ اور تیسری طرف نینا اور زویا کمپیوٹر پر کام کر رہی تھیں۔

الفا ٹیم اب اسکائی ڈائیونگ کے ذریعے پیچھے سے شپ پر اتری، تاکہ ہیلی کاپٹر کی آواز سے وہ چوکنا نہ ہو جائیں۔

زویا اور نینا جیپ سے گوادر تک وین میں آئی تھیں۔ ان کا کام وہاں نہیں تھا۔ سب ایک ساتھ تھے، مگر الگ الگ پوزیشنز پر سیٹ تھے، تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔

شپ آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اوپر عام کپڑوں میں لوگ شپ پر موجود تھے، باتیں کر رہے تھے، کھا پی رہے تھے، مگر سب آرمی کے ہی لوگ تھے۔

ٹیم الفا نے نچلے حصے میں جانا تھا۔ حیا کی آنکھ میں لینز لگا ہوا تھا، جس سے وہ دیکھ سکتے تھے کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔

ایک بڑی شپ کے پاس جا کر وہ کشتی رک گئی۔ سب حیران تھے؛ یہ ایک بہت بڑی شپ تھی، جو عین سمندر کے بیچوں بیچ رکی ہوئی تھی۔ اوپر کی تین منزلوں میں سامان رکھا ہوا تھا، اور ایک طرف گزرنے کا راستہ بنایا گیا تھا، جہاں سے اسمگلنگ کا سامان لے جایا جا رہا تھا۔

زویا نے ایگل کی شکل کا ایک کیمرہ اڑایا، جو پرندے کی مانند تھا۔ یہ کیمرہ نہ صرف دیکھنے بلکہ آواز اور فائر کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا تھا۔ ایگل کو شپ کے ارد گرد لے جایا گیا تاکہ ہر چیز کا وسیع منظر دیکھا جا سکے۔ ایگل کے ذریعے منظر نگار فاطمہ کے سامنے اسکرین پر بھی دکھایا جا رہا تھا۔

حیا اور سوریش، سوری کی شپ پر اترے۔ ان کی چیکنگ ہوئی، اور حیا کے کانوں سے بلوٹوتھ اتار لیے گئے۔ اب وہ لوگ اسے صرف دیکھ سکتے تھے، سن نہیں سکتے تھے۔ گارڈ انہیں نیچے لے کر گیا، جہاں ایک الگ دنیا آباد تھی۔

نیچے کالے کپڑوں میں ملبوس لوگ کمپیوٹر سسٹمز کے سامنے بیٹھے تھے۔ بڑی بڑی اسکرینوں پر حیا اور سوریش کی نقل و حرکت دکھائی دے رہی تھی۔ حیا نے دانستہ دائیں بائیں دیکھا تاکہ وہاں موجود افراد کی تعداد معلوم ہو سکے۔ وہاں تقریباً 20 سے 30 لوگ موجود تھے۔

آگے بڑھتے ہوئے حیا کی نظر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے زمان پر پڑی۔ اس کا چہرہ اور جسم خون سے لت پت تھے، اور خون جم چکا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور منہ پر پٹی تھی، مگر وہ زندہ تھا۔ حیا نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ لیکن حیدر وہاں نہیں تھا، اور یہ بات حیا کے دل میں بے چینی پیدا کر رہی تھی۔

نینا نے زمان کو دیکھ کر آنکھیں نم کیں۔ نگار فاطمہ نے اسکرین پر ہاتھ رکھا، جیسے زمان کو پیار کر رہی ہوں۔

زمان نے حیا کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔ حیا نے اس جانب دیکھا تو اس کی سانسیں تھم گئیں۔ حیدر کو الٹا لٹکایا گیا تھا۔ اس کے ماتھے اور نیچے فرش پر خون جما یا ہوا تھا، جو اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اسے کافی دیر سے اس حالت میں رکھا گیا تھا۔

"آ گئیں، حیا صاحبہ؟ آپ کا ہی انتظار تھا۔"

سوری، جس نے اپنا ماسک اتارا ہوا تھا، ایک عجیب منحوس شکل کا آدمی تھا۔ لمبی ناک، اندر دھنسی ہوئی آنکھیں، اور چہرے پر غلاظت کا اظہار تھا۔

سوری حیا کے قریب ہوا، اس کی آنکھوں میں ناپاک نیت جھلک رہی تھی۔ حیا کو اس سے گھن محسوس ہو رہی تھی۔

زمان، جس کے منہ پر پٹی بندھی ہوئی تھی، پوری قوت سے چلایا۔ سوری نے غصے میں مڑ کر دیکھا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اسے سزا دی جائے۔ جیسے ہی وہ زمان کو مارنے کے لیے بڑھا، حیا نے اپنے یونیفارم کے پیچھے سے گن نکالی اور سوریش کے ماتھے پر تانی۔

سوری کی حیرانی دیدنی تھی۔ اس نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹنے کا کہا۔

"چلو، غصہ اتنے خوبصورت چہرے پر سوٹ نہیں کرتا۔ ویسے میں حیران ہوں، اتنی نازک لڑکی اور وہ بھی آرمی میں؟ زیادتی ہے میرے ساتھ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے حیا کے قریب آنے کی کوشش کی، لیکن حیا نے اسے زوردار تھپڑ رسید کیا۔ سوری لڑکھڑا گیا۔

"آہ، اس بہانے تم نے چھوا تو سہی۔"

حیا کو یہ شخص پاگل معلوم ہوا۔

زمان کی برداشت ختم ہو چکی تھی۔ سوری نے اپنی بات جاری رکھی، "تمہارا شکریہ تو ادا کیا نہیں، جو اتنے سالوں بعد میرے باپ کو آزاد کروا کے لائیں۔"

سوری، سوریش کی طرف بڑھا، لیکن حیا نے بیچ میں آ کر کہا۔

"پہلے میجر کو نیچے اتارو۔ اس کے بعد باپ بیٹے کا ملن دیکھیں گے۔"

سوری نے میجر حیدر کو نیچے اتارنے کا حکم دیا۔ زمان نے سکون کا سانس لیا۔

باقی ٹیم بھی ایکشن میں آچکی تھی۔ نگار فاطمہ کے حکم پر اسکوباڈائیونگ ٹیم بھی شپ تک پہنچ رہی تھی۔

حیدر کو نیچے اتارتے ہی حیا بے چینی سے اس کی طرف بڑھی۔ حیدر بے ہوش تھا۔ حیا نے پاس رکھا پانی کا کین اس پر الٹ دیا۔

حیدر ہڑبڑا کر جاگا، مگر مکمل طور پر ہوش میں نہ تھا۔ خون آنکھوں پر جما ہوا تھا، اور اسے سب دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ حیا کی آواز آئی، "حیدر"!

حیا نے آہستہ سے پکارا، "حیدر۔۔۔"

اس نے حیدر کے ہونٹ ہلتے دیکھے، لیکن آواز واضح نہ تھی۔

سوری نے حیا کو حجاب سے پکڑ لیا اور غصے میں بولا۔ "زیادہ چالا کی نہیں ورنہ یہیں گاڑھ دوں گا"!

حیا نے فوراً اس کے پیٹ پر کہنی ماری اور اسے پیچھے دھکا دیا۔ اسی لمحے کا فائدہ اٹھا کر اس نے چاقو زمان کی طرف پھینکا، جو اس کے پاؤں کے قریب جا کر گرا۔

سب لوگ اسکرین پر حیا کے اتنے تیز ایکشن کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

زمان بھی دنگ رہ گیا تھا۔

سوری اٹھا، مٹھی بھینچ کر غصے میں بولا، اور حیا کو پکڑ کر کھڑا کیا۔

حیدر دھیرے دھیرے ہوش میں آ رہا تھا۔ حیا کی محنت رنگ لا رہی تھی۔

اسی لمحے شپ پر چیل کی آواز گونجی۔

سوری اور اس کی ٹیم سمجھ نہ پائی کہ کیا ہو رہا ہے، لیکن زمان اور حیا سمجھ چکے تھے کہ ان کی باقی ٹیم ان تک پہنچ رہی ہے۔ زویا نے انہیں سگنل دے دیا تھا۔

احتشام، میر، اور روحی کے ساتھ تین مزید فوجی اسکوباڈائیونگ کے ذریعے شپ تک پہنچ رہے تھے۔

شپ کے گارڈز چاروں منزلوں پر پھیل گئے تھے۔ سوری سب سے نچلی منزل پر موجود تھا۔

زمان نے پاؤں کی مدد سے چاقو قریب کیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنی رسی کاٹنے لگا۔ کچھ دیر کی محنت کے بعد وہ آزاد ہو گیا اور اٹھ کر ان کی جانب بڑھنے لگا۔

سوری کا دھیان الفا ٹیم کے کیمرے پر تھا، جہاں وہ ان کے گارڈز سے لڑ رہے تھے۔ اس نے فوراً اپنے مزید 10 آدمیوں کو اوپر بھیج دیا۔

"دھوکے باز!" سوری نے حیا کو تھپڑ مار دیا۔

زمان غصے میں سوری کی طرف بڑھا اور دو گارڈز کو فارغ کر چکا تھا۔

چار دن سے بھوکا اور پیاسا ہونے کے باوجود وہ لڑ رہا تھا۔ اس نے مرے ہوئے گارڈ کے پاس سے گن اٹھائی اور سوری پر تان دی۔ سوری حیا کو دوبارہ تھپڑ مارنے والا تھا، لیکن زمان نے گولی چلائی۔

مگر گولی ہوا میں چلی گئی۔

حیا نے زمان کی طرف دیکھا اور فوراً کہا۔ "بڑی ماں"!

زمان نے حیرت سے اس کے الفاظ دہرائے، لیکن پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

یہ بات اس کے لیے ناقابلِ یقین تھی۔

حیا کی آنکھ سے آنسو گرا، اور سب کے دل دھڑکنا بھول گئے۔

نینا دل پر ہاتھ رکھ کر وہیں گر گئی، کیونکہ وہ زمان کی حالت سمجھ سکتی تھی۔ آج شیر زمان ٹوٹ چکا تھا۔

سکینہ بی نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زمان کی کمر پر چاقو سے وار کیا۔

سوری مسکراتے ہوئے بولا۔ "صحیح وقت پر آئیں، آپ ماں"!

زمان گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا۔

"زمان بھائی۔۔۔!" حیا اذیت سے چلائی۔

سکینہ بی کے چہرے پر کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔

سکینہ بی حیا کی طرف بڑھی اور گن تانی، لیکن زمان نے ان کا پاؤں پکڑ کر روکنے کی کوشش کی۔

زمان کے ذہن میں وہ تمام یادیں گھوم گئیں — سکینہ بی کا خیال رکھنا، کھانا کھلانا، پرواہ کرنا۔

"بڑی ماں۔۔۔" زمان نے کمزور آواز میں پکارا۔

لیکن سکینہ بی نے مڑ کر نفرت سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ زمان نے ان کا پاؤں نہ چھوڑا، لیکن سکینہ بی نے زوردار دھکا دے کر اسے پرے ہٹا دیا۔

حیا زور سے چلائی، لیکن زمان کچھ سن نہیں رہا تھا۔

زمان کے لیے یہ زخم اور دھوکا، دونوں ناقابلِ برداشت تھے۔

سب نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں، جبکہ نگار فاطمہ مزید یہ منظر دیکھ نہ پائیں۔

"پہلے حیدر کو مارنے لگی، اس وقت بھی بیچ میں آ گئی۔ پھر لڑکیوں کو اٹھایا، تو یونیورسٹی پہنچ گئی۔۔۔"

سوری ہنستے ہوئے بولا۔

"زندگی پیاری نہیں ہے تجھے، ایجنٹ حیا؟" پھر اس نے حیا کو مخاطب کرتے ہوئے طنز کیا، "ویسے ایجنٹ کیوں بنی؟ جو کام تیرا باپ نہیں کر سکا، وہ تُو کرے گی؟ ہاہا! میرے پاس یورینیم ہے، اور یہ آخری مراحل میں ہے۔ ڈھونڈ سکتی ہے، تو ڈھونڈ لے۔ ورنہ اس کے بعد اس ملک میں انسان تو کیا، جانور بھی پیدا نہیں ہو سکیں گے۔۔۔"

حیا اس کی بات پر چونکی۔

"کیا ملا آپ کو یہ سب کر کے؟" حیا نے سوال کیا، اور ساتھ ہی زمان اور حیدر کی طرف دیکھا، جو اب اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اسے باتوں میں الجھاتے ہوئے، حیا نے حیدر کو موقع دیا۔ حیدر، جو مخالف سمت میں تھا، بڑے ٹین کے پیچھے سے ہو کر ان تک پہنچا۔

نیچے اب صرف تین چار گارڈز باقی تھے۔

حیدر نے ایک گارڈ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی گردن مروڑ دی اور اس کی گن اٹھا کر آگے بڑھا۔ مگر جیسے ہی اس کی نظر زمان پر پڑی، وہ ساکت ہو گیا۔

زمان نے حیدر کو دیکھ لیا تھا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کمر سے خون بہہ رہا تھا، اور چاقو اب بھی کمر میں پھنسا ہوا تھا، جس سے اسے بے پناہ تکلیف ہو رہی تھی۔

سکینہ بی نے بات جاری رکھی

"بہت کچھ! یہاں کی لیڈر رہوں میں۔ میرے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اور وہاں وہ نگار... اس کا راج تھا۔" سکینہ بی کے چہرے پر نفرت اور غرور نمایاں تھا۔

"ویسے بھی، اسے وہی تکلیف دینی تھی جو اس نے مجھے دی۔"

فائرنگ کی آواز قریب سے سنائی دی۔ سکینہ بی فوراً چونک گئی۔

"سوری، سریش، جاؤ! میں آتی ہوں"!

سوری سریش کو لے کر نکلا، مگر اسی وقت حیدر نے سامنے آکر سوری پر گولی چلادی۔

سوری کے سر کے پچھلے حصے سے گولی نکل گئی۔ وہ موقع پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

سکینہ بی نے یہ منظر دیکھ لیا اور غصے میں چلائی۔ "سوری"! وہ اس کی طرف بڑھی، مگر حیدر اب زمان اور حیا کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

حیا نے جلدی سے زمان کا سہارا لیا اور کمر سے چاقو باہر نکالا۔ زمان کی کراہ بے ساختہ تھی، مگر حیا نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کی کمر پر باندھ دی تاکہ خون بہنا کم ہو سکے۔ زمان کو کچھ راحت محسوس ہوئی۔

حیدر نے کرب سے آنکھیں میچ لیں اور زمان کو گلے لگایا۔ دونوں کے دل میں ایک لمحے کے لیے سکون کا احساس ہوا، مگر یہ لمحہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔

سکینہ بی غصے سے چلائی۔

"تم لوگوں کے لیے ایک بڑا سرپرائز تیار کر چکی ہوں! کس کس کو مارو گے؟" اس کی باتوں سے وہ نفسیاتی لگ رہی تھی۔ اس نے گن اٹھائی اور حیدر کی طرف گولی چلادی۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ کوئی سمجھ ہی نہ پایا۔

حیدر اور گولی کے درمیان آگئی... حیا!

اس نے ہمیشہ کی طرح اپنا وعدہ نبھایا۔ وہ حیدر کو اپنے سامنے کچھ ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"حیا"! زمان اور حیدر دونوں چلائے۔

حیدر نے اسے تھام لیا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

حیا نے کمزوری سے اس کے چہرے کو چھوا اور کہا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ جاؤ اور دشمن کو ختم کر دو۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دینے لگی۔

زمان کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ کچھ ہی لمحوں میں سب کچھ بدل چکا تھا۔

"جاؤ، حیدر! اس غدار کو بھاگنے مت دینا"!

حیدر نے حیا کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اپنی جیکٹ اس کے زخم پر باندھ دی۔ پھر گن اٹھا کر اوپر کی طرف بڑھا، جبکہ زمان کو حیا کے پاس چھوڑ گیا۔

زمان نے حیا کو دیکھا، جس کا رنگ پیلا پڑ رہا تھا۔

"امدادی ٹیم کہاں ہے؟" زمان چیخا۔

"بس پہنچنے والی ہے، سر!" احتشام نے جواب دیا۔

احتشام کے بازو پر بھی گولی لگی تھی، اور روحی پر چاقو سے وار ہوا تھا۔ صرف میر ہی تھا جو نسبتاً کم زخمی تھا۔

سکینہ بی کسی نہ کسی طرح سریش کو لے کر نکل گئی۔ وہ پلک جھپکتے غائب ہو گئی، اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ وہ کس راستے سے گئی۔

حیدر اوپر کی منزل کی طرف بڑھا۔

سکینہ بی ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچی اور سریش کے بندھے ہاتھ کھول دیے۔

"چلو، سریش! جلدی کرو، ہمیں نکلنا ہے"!

سریش نے دائیں ہاتھ سے بائیں کلائی مروڑی اور منہ سے پٹی اتار دی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے؟"

سکینہ بی چونک کر مڑی۔

سریش نے ماسک اتارا۔

"شہیر"!

سکینہ بی کے ہوش اڑ گئے۔

"سریش... کہاں...؟"

اب سکینہ بی کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ وہ بری طرح پھنس چکی تھی۔

شہیر کب سے یہ سب سہہ رہا تھا، صرف وہی جانتا تھا۔ اسے یہی حکم دیا گیا تھا، اور وہ اسے پورا کر رہا تھا۔

بازو پر گولی لگنے کی وجہ سے اسے سریش کے روپ میں بھیجا گیا تھا۔

وہ لڑ نہیں سکتا تھا۔ آتے ہوئے بھی نینا نے اسے سختی سے باز رکھا تھا۔ مگر اپنے سامنے زمان اور پھر حیا کو دیکھ کر، وہ اسی موقع کے انتظار میں تھا، جب سکینہ کو اپنے ہاتھوں سے مارتا۔ شہیر نے سکینہ کے ساتھ آئے گارڈ کو مارا اور پھر ہیلی کاپٹر کو، جو ڈگمگا کر سمندر میں گرا اور دھماکہ ہوا۔ سکینہ بی کے فرار کا راستہ بھی ختم ہو چکا تھا۔

سکینہ طیش میں آئی اور شہیر کے دوسری طرف دھیان ہونے پر گن اٹھائی اور شہیر پر گولی چلائی۔ شہیر عین وقت پر دوسری طرف ہوا۔ اور سکینہ بی پر گولی چلانے لگا۔

انہیں مارنے کے آرڈرز نہیں تھے، جہاں تک ہوسکے صرف روک سکتے تھے۔

شہیر جوان کی طرف مڑا، وہ مسکرا رہی تھی۔ شہیر کو کچھ غلط ہونے کا شدت سے احساس ہوا۔ سکینہ بی کی نظروں کے ارتکاز میں شہیر سامنے دیکھتا ساکت ہوا۔ حیدر کی سفید شرٹ خون سے رنگ چکی تھی۔

گولی سیدھا چھاتی پر لگی تھی۔ حیدر کے قدم ڈگمگائے۔

شہیر اسے پکڑتا، مگر ہاتھ سے صرف مس ہوا۔ حیدر نیچے سمندر میں جا گرا۔

"حیدر!" شہیر چلایا۔

سکینہ بی کی گن کا نشانہ اب شہیر تھا۔ امدادی ٹیمیں بھی شپ کے اردگرد اکٹھی ہو چکی تھیں۔ سکینہ کی گن میں گولی ایک ہی تھی، جو حیدر کے مقدر میں لکھی تھی۔

کچھ ہی سیکنڈ بعد ایک گولی اور چلی، جو سکینہ بی کے ماتھے سے آر پار ہوئی۔

شہیر گولی کی آواز پر مڑا۔ "زمان"!

زمان، جو مشکلوں سے خود کو گھسیٹتے یہاں تک آیا تھا اور اپنے سامنے حیدر کو گرتے دیکھ چکا تھا۔

حیا، جو اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی، دو گولیوں کی آواز پر ساکت ہوئی۔ یاروں کا یار جدا ہو گیا تھا۔

قیامت برپا کیوں نہیں ہوئی؟

حیا نے جو سنا، وہ اس کے دماغ میں نقش ہو چکا تھا۔

"امدادی ٹیمیں حیدر کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

اس کا "ہادی" چلا گیا۔

حیا اپنی پوری طاقت لگا کر اٹھی، پیٹ پر ہاتھ رکھا اور بھاگی۔ اتنی جان اس میں، گولی لگنے کے باوجود کہاں سے آگئی تھی؟

شہیر دیکھ کر حیران ہوا۔ اس نے مشکل سے اسے پکڑا، جو نیچے کودنے والی تھی۔ اور شاید ان لہروں کے ساتھ گم ہو جاتی۔

"چھوڑو!" حیا چلانا چاہتی تھی، مگر خون ابل ابل کر باہر نکل رہا تھا۔ اپنا آپ چھڑوانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ پیٹ پر حیدر کی جیکٹ موجود تھی۔ اسے مضبوطی سے تھامے کسی متاع کی طرح۔

وہ تو دیوانوں کی طرح چلتے پانی کو دیکھتی جا رہی تھی، کہیں حیدر تیرتا ہوا یا مدد کے لیے پکارتا نظر آ جائے۔ حیا اس سے بازو چھڑوا کر پھر آگے بڑھی۔ کشتی زیادہ بڑی نہ تھی۔

"حیدر ہمیں چھوڑ کر جا چکا ہے، حیا۔"

شہیر کی امدادی کشتیاں شپ سے دور آگئی تھیں، مگر شپ جلتی ہوئی یہاں تک نظر آ رہی تھی۔

حیا نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ آنکھیں لال سرخ تھیں۔ اسے شہیر کی بات پسند نہ آئی۔ پوری جان لگا کر اسے دھکا دیا اور خود بھی نیچے جا گری۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگا، مگر وہ درد کو برداشت کرتی، پھر سے کھڑی ہونے کی سعی کرتی۔ مگر ٹانگیں اب کام نہیں کر رہی تھیں۔ بے بسی سے ہاتھ زور سے کشتی پر مارا۔

"نہیں! حیدر کو میں ڈھونڈ لوں گی۔ میری سانسیں بتا رہی ہیں، یہ اس کی بات کی ضمانت ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

شہیر نے اذیت سے آنکھیں میچیں اور اس کی طرف بڑھا۔ خون نکلتا جارہا تھا۔ جہاں بیٹھی تھی، وہاں پر بھی خون رس رہا تھا۔ وہ اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ بار بار ملنے کی وجہ سے خون بہتا جارہا تھا۔

شہیر اکیلا تھا۔ کیسے سمجھاتا اسے؟ وہ کہاں سن یا سمجھ رہی تھی؟ اسے یہی طریقہ لگا۔

حیا کا دماغ ایک بار پھر سے گھوما۔ شہیر نے اسے مشکل سے سہارا دیا۔ شہیر کی کھینچا تانی میں گولی کی جگہ سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں، مگر حیا کی جان بھی بچانی تھی۔ حیا کو نہ تھامتا تو سر بری طرح ٹکرا جاتا۔

سر اب شہیر کے گھٹنوں پر تھا۔ یہ امدادی کشتی پہنچنے ہی والی تھی کنارے تک۔

"حیا، پلیز! آنکھیں کھلی رکھنا"!

حیا اس کی بات سن کر مسکرائی۔ مٹھی میں حیدر کی جیکٹ جکڑی تھی، جیسے کوئی لے جائے گا۔ یہی نشانی تھی اس کی، اس کے پاس۔ اس نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"حیدر... بلا رہا ہے... وہ... سامنے... دیکھو... میرا انتظار کر رہا ہے۔ تم جھوٹ کہہ رہے تھے... وہ ٹھیک ہے۔ میں جا"... حیا کے منہ سے خون کا فوارہ نکلا۔

شہیر کی سانس اٹکی۔ "حیا! نہیں، پلیز، یار! ایسا مت کرو"!

اس کے سامنے زونیا کا وہ دردناک وقت گھوما، جس نے بھی ایسے ہی اس کے بازوؤں میں جان دی تھی۔

اور اب حیا؟ نہیں!

کشتی کے رکتے ہی، شہیر آنسو صاف کرتا اسے اٹھا کر بھاگا، جو خاموش ہو چکی تھی۔ اب حیدر کو نہیں پکار رہی تھی۔ پرسکون تھی۔ کیوں؟

یا اس نے اس دنیا میں حیدر کو پالیا تھا۔۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟

دوسری کشتی میں احتشام، زمان کو لے کر آ رہا تھا۔ زمان مکمل بے ہوش تھا۔ صدمہ اور دکھ اس کی چوٹوں سے زیادہ بڑا تھا۔ اس کی روح گھائل ہوئی تھی۔ جسے ماں کا درجہ دیا، وہی آستین کا سانپ نکلی۔ ڈائن نکلی جو اسی کو پال کر اب کھا جانا چاہتی تھی۔ اور دوسرا... اسکا یار۔

یک صدمے سے بڑا دوسرا صدمہ تھا۔ احتشام کو گولی لگی تھی۔ زخمی وہ بھی تھا، مگر زمان کو بچانا ضروری تھا۔ اس کی حالت زیادہ خراب تھی۔

آگے پیچھے امدادی ٹیموں کے ساتھ سب ہسپتال پہنچ چکے تھے، سوائے حیدر کے۔ ڈاکٹرز اپنا کام کر رہے تھے۔ احتشام کو گولی چھو کر گزری تھی، کمر پر اور بازو پر چاقو سے وار ہوئے تھے۔ وہ مائنر او ٹی میں تھا۔ زویا اس کے ساتھ تھی۔ نگار فاطمہ بھی پہنچ چکی تھیں۔

نینا گم سم ایک طرف بیٹھی تھی۔ شہیر آپریشن تھیٹر کے سامنے اضطرابی کیفیت میں چکر کاٹ رہا تھا۔ روحی اور میر کو ان دونوں کی ڈیڈ باڈیز اور سکینہ بی کے ساتھ سیکیورٹی کے ہمراہ اسلام آباد بھیج دیا گیا تھا۔

شپ میں الفا ٹیم کے نکلنے کے بعد جو بیک اپ ٹیم گئی تھی، اس کا کام وہاں کے کمپیوٹرز سے سارا ڈیٹا اکٹھا کرنا تھا اور اس کے بعد شپ کو ٹائمر بم سے اڑا دینا تھا، جس میں بہت سے خطرناک کیمیکل اور نشے کا سامان موجود تھا۔

نگار فاطمہ نینا کی طرف بڑھیں۔ انہوں نے نینا کو پکارا۔

"نینا"!

نینا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کتنی دیر دیکھتی رہی، جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ دماغ حاضر کہاں تھا؟

"نینا! میرے بچے...!" نگار فاطمہ نے اسے جھنجھوڑا۔

نینا ہوش میں آتی بولی۔

"ماں۔۔۔" اور ان کے گلے لگ گئی۔ "میں ناراض تھی۔۔۔ صرف۔۔۔ وہ۔۔۔ اتنی بڑی۔۔۔ سزا۔۔۔ نہیں دے سکتا۔۔۔ ماں۔۔۔ پلیز۔۔۔ اسے واپس لے آئیں۔۔۔"

نگار فاطمہ کے آنسو کب نکلے، انہیں پتہ نہ چلا۔ وہ نہیں مانتی تھیں کہ حیدر کو کچھ ہوا ہے۔

"حیدر مل جائے گا۔ میرا دل کہتا ہے۔ دعا کرو، بچے۔ دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔ سرچ ٹیم ڈھونڈ رہی ہے، ہمارا حیدر صحیح سلامت ہو گا۔" نگار فاطمہ نے اسے یقین دلایا۔

آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا۔ زمان کو لے کر آئے تھے۔ شہیر، نینا اور سکینہ بی اس کی طرف بڑھے۔

حالت کچھ بہتر ہے، مگر کمر پر چاقو کے بار بار وار سے کچھ عرصے تک اپنی کمر پر وزن نہیں ڈال پائے گا۔ بیک بون بری طرح ایفیکٹ ہوئی ہے۔

دونوں نے زمان کو دیکھا، جو صدمے میں سو رہا تھا۔ جانتے تھے، اٹھے گا... تو سب سے پہلے حیدر کا ہی پوچھے گا۔

نینا کو اب یہی خوف ستائے جا رہا تھا۔ دل نے دعا کی کہ حیدر صحیح سلامت لوٹ آئے۔ حیا کی حالت تو وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ کوئی برداشت نہ کر پاتا۔

چار گھنٹے بعد حیا کے بارے میں ڈاکٹر بتانے آیا۔ وہ اندر انتہائی نگہداشت میں تھی۔ نینا اور نگار فاطمہ کھڑی ہوئیں۔ شہیر زمان کے پاس تھا۔

"ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں، مگر پیشنٹ شاید زندہ رہنا ہی نہیں چاہتیں۔ ان میں جینے کی چاہ نہیں بچی۔"

نینا نے منہ پر ہاتھ رکھے "نہیں" میں سر ہلایا۔ نگار فاطمہ ساکت ہو گئیں۔ کچھ ہی دنوں میں ان کا گھر اجڑ گیا تھا۔

ڈاکٹر نے افسوس سے کہا۔

"پیشنٹ کبھی ماں نہیں بن پائیں گی۔ گولی نے ان کے اندرونی حصے کو بری طرح ڈیمیج کیا ہے۔ خون بہت بہہ چکا ہے اور انٹرنل بلیڈنگ کو روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دعا کریں، پیشنٹ کو دعاؤں کی ضرورت ہے۔" ڈاکٹر کہہ کر جا چکا تھا، مگر نینا اور نگار فاطمہ ابھی جگہ پر پتھر کی ہوئیں کھڑی رہیں۔ کس کس دکھ پر آنسو بہاتیں؟ ہر دکھ پہلے سے بڑا لگ رہا تھا۔

نینا اور نگار فاطمہ نے انتہائی نگہداشت کے دروازے میں بنے سوراخ سے اندر دیکھا، جہاں ڈاکٹرز اس کے ارد گرد کھڑے تھے اور حیا نے حیدر کی جیکٹ اپنی مٹھی میں جکڑی ہوئی تھی۔ نگار فاطمہ نے ڈاکٹرز کو سختی سے ہدایت دی تھی کہ وہ جیکٹ اس سے دور نہ کریں۔ وہی اس کی بچی کی سانسوں کی ضامن تھی، اس کا ہادی اس کے پاس تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تقریباً دو مہینے کے بعد اسی علاقے کے پاس سے ایک لاش برآمد ہوئی۔

آرمی کو اطلاع دی گئی اور نگار فاطمہ کو بھی، جو اس مشن کی انچارج تھیں۔ انہوں نے کسی کو نہیں بتایا اور پہچان کے لیے پہنچیں۔ سب نشانیاں حیدر کی ہی تھیں۔۔۔ اس کی شرٹ پر نام اور پینٹ کی پاکٹ میں

گلا ہوا کارڈ، جس پر صرف کچھ تصویر دھندلی رہ گئی تھی۔ نگار فاطمہ کی آخری امید بھی ختم ہو گئی۔ ایسا لگا جیسے آج حیدر ایک بار پھر سے مر گیا ہو۔ آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ اسے لے کر اسلام آباد پہنچیں، جہاں آرمی کے حوالے کیا گیا۔

زمان، شہیر، نینا، احتشام، زویا، روحی سب موجود تھے۔ ماتم تو آج ہوا تھا، دنیا تو آج لٹی تھی۔ ڈیڑھ مہینے سے سب اسی انتظار میں تھے کہ حیدر کو کچھ نہیں ہوا، وہ لوٹ آئے گا۔۔۔ مگر آج سچ سامنے تھا۔ کوئی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔

"نہیں! وہ حیدر نہیں ہے۔۔۔ وہ ہار نہیں سکتا۔۔۔ رپورٹ غلط ہے۔۔۔ وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا، موم۔۔۔ آپ پلیز دوبارہ تسلی کر لیں۔۔۔" زمان ہوش کھو رہا تھا۔

آرمی یونیفارم میں فوجی، حیدر کے نام کا یونیفارم اور جھنڈا سلیقے سے تہہ لگائے ان تک بڑھے۔ زمان ساکت ہو کر دیکھتا رہ گیا۔ حیدر کا آرمی یونیفارم پہنے چہرہ سامنے لہرایا۔ زمان وہیں گرا اور سر تھام لیا۔ نینا اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھی۔ سب اس کی طرف بڑھے اور دوسری طرف کفن باکس پر سبز ہلالی جھنڈے کے ساتھ دیگر افسران نے پھول نچھاور کیے۔

21 توپوں کی سلامی کے بعد اسے سپردِ خاک کر دیا گیا۔ سب آنسو بہاتے رہ گئے۔ جانے والا چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

(کچھ دنوں بعد)

آرمی کے سیمینار روم میں ملک کی حفاظت کرنے والی تینوں افواج یکتا تھیں۔

آج ملک پر جاں نثاری کی داستان رقم کرنے والے فوجیوں اور شہیدوں کو میڈل ملنے تھے۔

ٹیم الفا اور بلیک ٹیم موجود تھی۔ سوائے حیا کے۔۔زمان کو ویل چیئر پر لایا گیا تھا۔سب مشکل سے وہاں بیٹھے تھے۔سب کے دل اس جگہ سے کیا زندگی سے ہی اچاٹ ہو چکے تھے۔

ٹیم الفا،تو بکھری تھی بلیک ٹیم کی ہیڈ حیا بھی حیدر کے ساتھ ہی سانسیں روک چکی تھی۔بستر پر نہ زندوں میں شمار تھا نہ مردہ میں۔۔۔۔مشینوں کے ذریعے زندہ رکھا گیا تھا۔اس نے تو جینے کی آس ہی چھوڑ دی تھی ورنہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھی وہ۔۔۔۔

سب کی آنکھیں نم تھیں۔ابھی وقت ہی کتنا گزرا تھا۔کس چیز کے میڈل وصول کئے جاتے۔ٹیم کے ٹوٹنے کے یا دوست کے مرنے کے یا ایسا بھائی جس کے حصے میں خوشیاں روٹھی ہی رہیں۔

نگار فاطمہ سٹیج پر ہی موجود تھیں،ڈائس کے پاس آئیں۔

"مجھے میری ٹیم پر فخر ہے۔جنھوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ملک سے غداروں کا صفایا کیا۔ٹیم کے سب ممبران کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

تالیوں کی آواز گونجی۔

"سب سے پہلے اپنی ٹیم کے ہونہار اور قابل۔۔۔۔۔"نگار فاطمہ جتنے وثوق سے بول رہی تھیں۔اب گلے میں آنسو گرنے سے آواز بھاری ہوئی۔سب گردنیں اٹھا کر دیکھنے پر مجبور ہوئے۔

نگار فاطمہ آرمی کی واحد عورت جنھوں نے الفا ٹیم کے ذریعے بڑے سے بڑے غداروں کا پردہ فاش کروایا تھا۔ملک کی ساکھ بچائی تھی وہ بھی ٹوٹی تھی آج ایک بار پھر سے۔

چہ مگوئیاں شروع ہوئیں۔

(ان کا بیٹا شہید ہوا ہے مشن میں) آپس میں سب ایک دوسرے کی انفارمیشن میں اضافہ کر رہے تھے۔
جن جن شہدا کے ماں باپ آئے تھے۔ افسوس کر رہے تھے ایک دوسرے سے۔
"شہید حیدر یوسفزئی۔۔۔۔"

زمان نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا ٹیم کا ایک ایک بندہ اشکبار تھا۔ زمان نے التجائی نظروں سے نینا کو دیکھا لے جائے اسے یہاں سے۔ جس کی رو رو کر آنکھیں سوج چکی تھیں۔ مگر آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ جانتی تھی زمان اور نگار فاطمہ کیسے سہہ رہے ہیں سب مگر مجبور تھی نہ زمان کو اکیلا چھوڑ سکتی تھی نا نگار فاطمہ کو۔ وہ تو ماں تھیں جنہوں نے اسکو ہر دکھ پریشانی سے سہج سہج کر رکھا تھا مگر یہ کیسا روگ دے گیا۔ پوری عمر نا ختم ہونے والا۔۔۔۔

"الفا ٹیم کے سینئر انسٹرکٹر۔۔۔۔ حیدر کو اعزازی رینک کے ساتھ نشانِ امتیاز سے نوازا جاتا ہے۔
اللہ ان کی اگلی منزلیں آسان کریں۔" آمین"

نگار فاطمہ نے مشکل سے جملہ مکمل کیا۔ اور ڈائس سے ہٹ گئیں۔ اور نیچے اترتیں کرسیوں اور صوفوں کے درمیان موجود راہداری سے گزرتی باہر نکل گئیں۔ ضبط جواب دے چکا تھا۔ سب انہی کو دیکھنے لگے۔

ٹیم الفا اور بلیک ٹیم بھی انہی کے پیچھے نکل گئے۔

انہیں کوئی رینک نہیں چاہیئے تھا۔ اس سے ان کا ٹائیگر واپس تھوڑی آجاتا۔ سب باغی ہو چکے تھے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا اب زمان کو میجر کا رینک نہیں چاہیئے تھا۔ شہیر کو بھی، زویا، احتشام کسی کو کچھ نہیں چاہیئے تھا۔ صرف ان کا ٹائیگر اگر کوئی لوٹا سکے انکا ساتھی اگر کوئی لا دے۔

سب واپس لوٹ چکے تھے ۔سب کی چھٹیاں تھیں۔زویا احتشام اور شہیر بھی کشمیر لوٹ رہے تھے۔حیا، نینا اور زمان کی شام کی فلائٹ تھی ۔جو اس سیمینار کے لئے لاہور آئے تھے ۔حیدر کا ذکر جہاں جہاں ہو گا وہ سب وہاں ہونگے ۔ مگر برداشت اتنی ہی تھی۔سب چھوڑتے واپس اپنے شہر کی طرف لوٹ گئے۔ جس

نے ان کے اپنے چھینے تھے۔ مگر یادیں بھی وہی زندہ تھیں۔جن کے سہارے اب باقی زندگی گزرنی تھی۔اور حیدر کی امانت حیاوہ بھی تو وہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا

وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا

یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا

جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا

شاید وہ مل ہی جائے۔۔۔۔

مگر جستجو ہے شرط

وہ اپنے نقش پا کو مٹا کر نہیں گیا

ہر بار مجھ کو چھوڑ گیا اس اضطراب میں

لوٹے گا کب۔۔۔؟

کبھی وہ بتا کر نہیں گیا

رہنے دیا نہ اس نے کسی کام کا مجھے

اور خاک میں بھی مجھ کو ملا کر نہیں گیا

☆☆☆☆☆☆☆

"ٹیم الفا آپ سب کو ایک اور مشن کے لئے چنا گیا ہے۔سامنے موجود الفا ٹیم کے ساتھ بلیک ٹیم کے روحی اور میر بھی موجود تھے۔سب اس حادثہ کو بھولے نہیں تھے۔مگر فرض تو فرض تھا۔

نگار فاطمہ آرمی یونیفارم میں انہیں مشن کے متعلق ڈیٹیل دے رہی تھیں۔

تین مہینے بعد سب پھر سے ملے تھے۔نگار فاطمہ پہلے سے کافی بدلی تھیں کمزور لگ رہی تھیں۔

ان کی آواز ایک بار پھر سے ابھری۔۔۔

"آپ سب کو لیڈ کریں گے آپ کے نئے ٹیم ممبر اور اس مشن کے سینئر انسٹرکٹر۔۔۔۔"سب نگار فاطمہ کی بات پر چونکے۔سب کو لگا شہیر یا زمان میں سے کوئی ہو گا۔

نگار فاطمہ نے ریموٹ سے سکرین کو آن کیا۔جس پر ایک آڈیو نوٹ پلے ہوا۔

"لیفٹینینٹ کرنل منان حماد رپورٹنگ سر"

آواز سن پر چونکے۔۔۔۔۔

"کہانی ختم نہیں شروع ہوئی ہے"

☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد